شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد

از افادات : شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : یکے از خدّام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۱۴؍ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۰؍ جون ۲۰۱۶ء، بروز پیر

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182رابطہ:+92.21.34972080، 92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

نقشِ قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

بے پناہ حمد و ثنا اور تعریف اس خدائے برحق کے لیے جس نے گوشت کے لوتھڑوں سے تخلیق شدہ انسان کو اپنی ولایت اور دوستی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور لاکھوں درود و سلام ہو اس نبی سید الاصفیاء والاتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ہوس و حرص کی گھنگور گھٹا میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کے سامنے معرفتِ الٰہیہ کی مشعل روشن کی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ ساتھیوں، پاک فرزندوں اور اُمت کے ان اہلِ صفا و اہلِ وفا پر جنہوں نے جہالت و ضلالت کی تیز و تُند ہواؤں میں بھی اسباب کے فقدان کی حالت میں بہ اندازِ خسروانہ چراغِ سنت کو فروزاں رکھا۔

کتاب و سنت کے بغور مطالعہ کرنے والے پر صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت عیاں ہوجاتی ہے، لیکن اس کی لذت و حلاوت اہل اللہ سے منسلک ہونے سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ نبوت سے اس کا سلسلہ چلا آرہا ہے اور ہر زمانے میں اہل اللہ نے اس کی افادیت وضرورت کو اُمت کے سامنے پیش کیا ہے۔ جیسا کہ مفسّر کبیر، مفتیِ بغداد علامہ سیّد محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز تفسیر ”روح المعانی“ میں آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[1] کی تفسیر فرمائی ہے کہ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ[2] یعنی اللہ والوں کے پاس اتنا رہو کہ تم بھی اُن جیسے بن جاؤ۔ اور ”بخاری شریف“ کی حدیث میں ہے کہ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰى جَلِیْسُهُمْ الخ[3] (یعنی اہل اللہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور شقی نہیں رہ سکتا) کے ذیل میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور شرح ”فتح الباری“ میں رقم طراز ہیں:

---

[1] التوبۃ: ۱۱۹
[2] روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، داراحیاء التراث، بیروت
[3] صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظہریۃ

اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ[۴]

یعنی اہل اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا ان ہی کے ساتھ درج ہو جاتا ہے، ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے، اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے۔ اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سائل کے سوال کے جواب میں صحبتِ اہل اللہ کے وجوب کے بنیادی اسباب اور اس کی اہمیت کو تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منجیاتِ قلبیہ کی تحصیل اور مہلکاتِ قلبیہ کا ازالہ واجب ہے اور تجربہ سے اس کا طریق حضرات کاملین مکمّلین کی صحبت اور ان کی تعلیم پر عمل کرنا ثابت ہوا ہے۔ اس لیے بحکم مُقَدَّمَۃُ الْوَاجِبِ وَاجِبٌ یہ بھی ضروری ہے۔ اور ترکِ واجب میں والدین کی اطاعت نہیں۔ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ[۵] اسی طرح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی دوسری تصنیف "امداد الاحکام" میں تحریر فرماتے ہیں: جس طرح ہر مرد وعورت پر اپنے اپنے حالات ومشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرض ہے، اور پورے فقہ کے مسائل میں بصیرت ومہارت پیدا کرنا، اور مفتی بننا سب پر فرض نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ ہے، اسی طرح جو اخلاقِ حمیدہ کسی میں موجود نہیں انہیں حاصل کرنا اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے جتنے علم پر موقوف ہے اس کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے۔ اور پورے علمِ تصوف میں بصیرت ومہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے یہ فرضِ کفایہ ہے۔ (نیز یاد رہے کہ اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہونا اور باطنی بُرے اعمال سے اجتناب کرنا بدونِ صحبتِ اہل اللہ ناممکن ہے جیسا کہ حضرت ہی کے ماقبل میں مذکور فتوے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جس سے صحبتِ صالحین کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔)

چناں چہ ہمارے پیارے مرشد شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، رومیٔ ثانی، تبریزِ دوراں، جنیدِ زماں، مجددِ غضِ بصر، حضرتِ اقدس حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر

---

[۴] فتح الباری: ۱۱/۲۱۳، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، دار المعرفۃ، بیروت

[۵] جامع الترمذی: ۱/۳۰۰، لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق، ایچ ایم سعید

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضامین سے مرصّع بیانات وعاشقانہ اسرار ورُموز سے مزیّن تحریروں میں جابجا اس متروکہ فریضہ کو آشکار فرمایا۔ اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہی کی دعائے سحر وآہ وفغاں کی بدولت عالم بھر میں اُمت میں صحبتِ اہل اللہ کی لہر دوڑ گئی۔ (بِحَمْدِ اللّٰهِ وَ الْمِنَّةِ) اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے شیخ پر اپنے شایانِ شان مغفرت ورحمت کا نزول فرمائیں اور ان کا فیض تا قیامت قائم ودائم رکھیں اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائیں۔ آمین۔

زیرِ نظر کتاب دراصل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظِ حسنہ نمبر ۱ تا ۱۰۲ سے انتخاب کردہ مضامین متعلق بہ افادیتِ صحبتِ اہل اللہ کا مجموعہ ہے، جن کے اصل مرتِّب وجامع حضرت اقدس حضرت سید عشرت جمیل صاحب ملقب بہ ''حضرت میر صاحب'' دامت برکاتہم ہیں، جو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص ہیں اور آپ نے تقریباً ۴۵ سال حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی ہے اور حضرت والا کے خلیفہ ومُجازِ بیعت بھی ہیں، جنہوں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وعلومِ بحرِ ذخّار کو مرتب کرکے اُمت کے سامنے پیش کیا۔ اور ہم جیسے راہِ سلوک کے ادنیٰ مسافروں کے لیے اس مشعل کو فروزاں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت میر صاحب دامت برکاتہم کو کروڑوں جزائے خیر دے اور ان کے دستِ شفقت کو ہمارے سروں پر سلامتی، عافیت وصحت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ اجرِ جزیل عطا فرمائے حضرت محبوب زکریا صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ ومجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) کو جنہوں نے اس مبارک ومقدس کام کے لیے اپنی تمام تر توجہ مبذول فرمائی اور جن کی آراء وراہ نمائی ازابتدا تا انتہا ہمارے ساتھ رہیں۔

نوٹ: کتاب میں دیے گئے عنوانات کے علاوہ تمام عبارتیں شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سے بعینہٖ ماخوذ ہیں۔

راقم

یکے از خدام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت
اور
اس کے فوائد
(حصہ اوّل)

اہل اللہ کی صحبت کی افادیت

اہل اللہ کی صحبتوں سے یقین منتقل ہوتا ہے۔ صالحین کی صحبت کی اہمیت بخاری و مسلم کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ سو قتل کے مرتکب کو حکم ہوا کہ جاؤ ایک قریہ صالحہ ہے وہاں تمہاری توبہ قبول ہوجائے گی۔ سبحان اللہ! اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ جس زمین پر وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، سبحان اللہ، الحمدللہ کہتے ہیں، اشکبار آنکھوں سے آنسو گرادیتے ہیں، اس زمین کو خدا یہ عزت دیتا ہے کہ اس بستی میں سو قتل کرنے والے کی توبہ کی قبولیت کی قید لگ رہی ہے، جب کہ اس قادرِ مطلق، غفّار اور تواب کی طرف سے ہر زمین پر یہ مغفرت ممکن تھی، لیکن اپنی عنایات اور رحمتِ خاصہ کے ظہور و نزول کے لیے اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی سرزمین کو تجویز فرمایا۔ اس سے اللہ والوں کی عظمت اور قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ صالحین کی بستی کا نام نَصَرَۃ اور گناہوں والی بستی کا نام کَفَرَۃ تھا اور وہ شخص صالحین کی اس بستی تک پہنچ بھی نہ سکا کہ راستے میں موت آگئی، فَنَاءَ بِصَدْرِہٖ نَحْوَھَا پس مرتے وقت اپنے سینے کا رخ اس بستی کی طرف کردیا اور اس ادا پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمادیا۔ اور کیسے فضل فرمایا؟

عذاب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ اسے ہم لے جائیں گے کیوں کہ اس بستی تک نہیں پہنچا۔ اور رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ تو اس طرف چل دیا تھا موت تو اس کے اختیار میں نہیں تھی لہٰذا اسے ہم لے جائیں گے۔

اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسرا فرشتہ بھیجا اس نے کہا کہ قِيْسُوْا بَيْنَهُمَا دونوں بستیوں کے فاصلوں کی پیمائش کرلو۔ اور ادھر صالحین کی بستی کو حکم دیا کہ تَقَرَّبِيْ تو تھوڑی سی قریب ہو جا کہ تجھ پر اہلِ تقرب رہتے ہیں، اور گناہوں والی بستی کو فرمایا تَبَاعَدِيْ تو دور ہو جا[۶] کہ تجھ پر اہلِ تباعد رہتے ہیں، جو مجھ سے دور ہیں اور اس کا نام محدّثین نے فَضْلٌ فِيْ صُوْرَةِ عَدْلٍ[۷] رکھا ہے۔ یہ فضل بصورتِ عدل ہے، یعنی فرشتوں سے تو پیمائش کرا رہے ہیں اور کام خود بنا رہے ہیں۔ اس پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا ؎

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظام تھا ورنہ وہ بستی دور تھی۔

سلسلۂ اہل اللہ کی برکت بروزِ قیامت

حافظ عبد الولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! میرا حال بہت خراب ہے، نہ جانے قیامت کے دن میرا حال کیا ہوگا؟ حضرت نے تحریر فرمایا کہ ان شاء اللہ! بہت اچھا حال ہوگا، اگر کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو تائبین میں ضرور اٹھائے جائیں گے۔ اور یہ بھی بڑی نعمت ہے۔ اور فرمایا کہ ”یہ ہمارے سلسلہ کی برکت ہے۔ جو لوگ اللہ والوں سے جڑے رہتے ہیں محروم نہیں رہتے۔“

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں اپنا

۶؎ فتح الباری: ۵۱۷/۶، باب قوله ام حسبت ان اصحٰب الکھف، دار المعرفة، بیروت

۷؎ صحیح البخاری: ۴۹۳/۱، باب حدیث الغار، المکتبة القدیمیة

منہ چھپائے ہوئے ہیں ان کو باغبان گلستان سے نہیں نکالتا، لیکن جو خالص کانٹے ہیں اور پھولوں سے اعراض کیے ہوئے، ان سے مستغنی اور دور ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

آں خار می گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا زبانِ حال سے رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! میرا عیب کیسے چھپے گا کہ میں تو کانٹا ہوں؟

اس کی یہ فریاد و گریہ وزاری قبول ہوئی اور حق تعالیٰ کے کرم نے اس کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ اس پر پھول اگا دیا جس کی پنکھڑیوں کے دامن میں اس خار نے اپنا منہ چھپالیا۔

پس اگر ہم کانٹے ہیں، نالائق ہیں، تو ہمیں چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہا کریں۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ! اوّل تو ہم خلعتِ گل سے نواز دیے جائیں گے یعنی اللہ والے ہو جائیں گے۔ ورنہ اگر کاملین میں نہ ہوئے تو تائبین میں ان شاء اللہ! ضرور اٹھائے جائیں گے، مثلِ خار کے محروم نہ رہیں گے۔

اس مضمون کو احقر نے اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔ شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے ؎

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

شقاوت کی سعادت سے تبدیلی

اہل اللہ کی صحبت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم

نہیں رہتا، توفیقِ توبہ ہو جاتی ہے اور شقاوت سعادت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ[۸]

یعنی یہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم اور شقی نہیں رہ سکتا۔

علاّمہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری فتح الباری میں حدیث شریف کے اس جملہ کی یہ تشریح کی ہے:

اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِيْ جَمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَّهُمْ[۹]

اہل اللہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والا ان ہی کے ساتھ درج ہو جاتا ہے ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو عطا فرماتا ہے اور یہ اہل اللہ کا اکرام ہوتا ہے۔

جیسے معزز مہمان کے ساتھ ان کے ادنیٰ خدّام کو بھی وہی اعلیٰ نعمتیں دی جاتی ہیں جو معزز مہمان کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ پس اہل اللہ کے جلیس و ہمنشین کو بھی ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

صحبتِ اہل اللہ اور تزکیۂ نفس کی حسّی مثال

میں نے الٰہ آباد میں عرض کیا تھا اور مدینہ شریف میں بھی حاجی سلیمان صاحب کے یہاں، کہ دیکھیے! دو آملے درخت سے گرے اور ان کا مربّی یعنی حلوائی ان کے پاس پہنچا، اور کہا کہ میں آپ کا مربّہ بنانا چاہتا ہوں، دونوں نے سوال کیا کہ مربّہ بنانے کے لیے آپ ہمارے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ اس نے کہا کہ پہلے ایک بڑی سوئی سے تمہیں کچوکوں گا اور تمہارا کسیلا اور کھٹا پانی نکالوں گا یعنی پہلے تمہارا تزکیہ کروں گا اس کے بعد پھر تمہیں شیرے میں ڈالوں گا اور تمہیں مرتبان میں رکھوں گا، اس کے بعد تمہاری

۸؎ صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظہریۃ

۹؎ فتح الباری: ۱۱/۲۱۳، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، دار المعرفۃ، بیروت

حیثیت اور قیمت بڑھ جائے گی۔ اس کے بعد صدر اور وزیر اعظم اور بادشاہ بڑے بڑے علماء اور مفتی اعظم جو دل کے مریض ہوں گے وہ تمہیں کھائیں گے، اور تم ان کے دل کی قوت بنو گے۔ ایک آملہ نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو میں مجاہدہ کو قبول کرتا ہوں۔

دوسرے نے کہا: صاحب! واہ یہ بھی کوئی بات ہے بندہ ہو کر بندہ کی غلامی! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

نہ بندہ ہو کسی بندے کے بس میں
تڑپ کر رہ گئی بلبل قفس میں

مجھے قفس میں نہیں رہنا، میں آزادی اور مطلق العنانی چاہتا ہوں، مجھے کسی انسان کی غلامی اور تابعداری کی ذلت گوارا نہیں۔ تو اس مربّی نے کہا: ٹھیک ہے، آپ پڑے رہیے یہیں۔ وہ آملہ درخت کے نیچے پڑا رہا، سورج کی شعاعوں نے اس کو کالا کر دیا، اس کی صورت بھی بگاڑ دی، سیرت بھی بگاڑ دی۔

پھر ایک بنیا آیا، جھاڑو سے سمیٹ کر ایک بورے میں بھر کر لے گیا اور بورے کو دکان میں ایک طرف پھینک دیا۔ کسی کو قبض ہوا۔ بنیے سے پوچھا کہ بھئی! ترپھلا ہے؟ کہا کہ ہاں ہے۔ لو بھائی! آملہ ہرا بہیڑہ کوٹو اور پھانکو۔ ایک روپیہ میں پانچ سیر کے حساب سے بکا اور دافعِ فضلہ بنا یعنی پاخانہ دھکیلنے کی خدمت ملی۔

مربّی سے اعراض وانکار کی بدولت یہ ذلیل مقام نصیب ہوا۔ اور جس نے تربیت کرالی، اور مجاہدہ کر کے مربّہ بن گیا، تو حکیم اجمل خان نے نواب رام پور کو نسخہ میں لکھا کہ:

"مربہ آملہ گرفتہ از آب گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ نہار منہ بخورند"

اب جو یہ غیر مربہ آملہ مربہ کو دیکھتا ہے تو حسد کرتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو میرے ساتھ درخت سے گرا تھا اسے یہ مقام کیسے نصیب ہو گیا؟ کہ بڑے بڑے لوگ اس کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔

اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے سے اپنے نفس کا تزکیہ کرا کے صاحبِ نسبت

ہو جاتا ہے اس کی صحبت سے ہزاروں مردہ دل زندہ ہوتے ہیں اور امراضِ باطنی سے شفا پاکر اللہ والے بن جاتے ہیں، اس وقت اس کے وہ ساتھی جنہوں نے اپنی تربیت نہیں کرائی جب دیکھتے ہیں کہ اس کے سینے میں دردبھرا دل عطا ہوگیا، اس کی باتوں سے لوگ متأثر ہوتے ہیں اور خلقِ کثیر اس کی طرف رجوع کررہی ہے تو وہ غیر تربیت یافتہ ساتھی اس پر حسد کرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب وہی تو ہیں جو ہمارے ساتھ ''شرح جامی'' پڑھتے تھے۔ بس انہوں نے چند دن فلاں بزرگ کی صحبت اُٹھائی اور پیری مریدی کے چکر میں پڑگئے۔ آج تو صاحب ان کا کیا پوچھنا ہے، مزے آرہے ہیں۔

مرغوں کی دعوتیں ہورہی ہیں، لوگ ہاتھ پاؤں چوم رہے ہیں۔ لیکن وہ حسد کی آگ میں یہ نہیں سوچتے کہ آخر یہ لوگ تمہاری طرف کیوں رجوع نہیں کرتے؟ اگر تم بھی اپنے نفس کا تزکیہ کراکے اپنی خواہشات کی قید اور حبِّ دنیا سے آزاد ہوجاتے تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ اب کیوں جلتے ہو؟ جنہوں نے ہمیشہ اللہ کے لیے مجاہدے کیے، اپنی نفس کی اصلاح کرائی، مربّی کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کی، تب اللہ تعالیٰ کا تعلقِ خاص ونسبت عطا ہوئی۔ انہیں انعامات کیوں نہ ملیں گے۔ جو اپنے کو اللہ کے لیے جلاتا ہے ایک عالَم کو خوشبو سے بساتا ہے۔ اور یہ مرغ کی دعوتیں اور لوگوں کی عزتیں ان کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اگر ان کے باطن کی حالت کا تم کو مشاہدہ ہوجائے کہ لاکھوں سلطنتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں، تو تم بھی اپنی جان کو مجاہدہ کی آگ میں ڈال دوگے، بس تم بھی مجاہدے اٹھاؤ پھر دیکھو کیا ملتا ہے!

اہل اللہ کی نظر و توجہ پر ایک عقلی استدلال

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ روس میں ایک قاز چڑیا ہے، وہ ہندوستان، پاکستان میں آتی ہے، اور آنے سے پہلے روس کے پہاڑوں میں انڈے دے کر آتی ہے۔ پھر یہاں سے اپنی توجہ سے وہ انڈوں کو گرماتی ہے، اور جب واپس جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ اس کی توجہ کی گرمی سے بچے پیدا ہوچکے ہیں۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ جب چڑیوں کی توجہ میں اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے، تو اللہ والوں کی روحوں میں کیا بات ہوگی؟ لہٰذا اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو خط وکتابت سے بھی اصلاح ہوسکتی ہے۔ ان کی توجہ اور دعا میں اللہ نے خاص اثر رکھا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے، حالتِ جذب میں اللہ کے حضور میں مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ اچانک آنکھ کھلی، ایک کتا گزر رہا تھا اس پر نگاہ پڑگئی، فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکلاب ہوگیا ظالم! تو جب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستو! کیا کہوں کہ انسانوں پر ان کی نگاہ کیا اثر کرتی ہوگی۔

مجھ سے ٹنڈو جام میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والوں نے پوچھا کہ اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ سوال کرنے والے کون لوگ تھے؟ کئی ایم۔ ایس۔ سی اور کئی پی۔ ایچ۔ ڈی تھے جو امریکا اور جرمن سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لائے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں نے ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ یعنی نباتات کی تحقیق وریسرچ پر جو ڈگریاں حاصل کی ہیں تو آپ لوگ یہاں کیا کام کررہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ میں نے کہا: کیسے بناتے ہو؟ کہا کہ ہم دیسی آم کی شاخ کو لنگڑے آم کی شاخ سے پیوند کرتے ہیں، اور اتصالِ تام کرتے ہیں ذرا سا بھی فاصلہ نہیں رہنے دیتے، کَس کر پٹی بھی باندھ دیتے ہیں کہ کہیں ہل نہ جائے، کیوں کہ اگر ایک بال کے برابر بھی فاصلہ رہ جائے تو لنگڑے آم کی خُوبُو اور سیرت اس دیسی آم میں منتقل نہیں ہوسکتی۔

بس میں نے کہا کہ آپ لوگ اپنے ہی قول سے پکڑے گئے اور اقراری ملزم ہوگئے، آپ ہی کے قول میں آپ کے سوال کا جواب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ بتا چکے ہیں کہ ہم دیسی آم کو لنگڑا آم بناتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ کے فضل سے دیسی دل کو اللہ والا دل بنایا جاسکتا ہے۔ جس طرح لنگڑے آم کے پیوند سے اس کی ساری خُوبُو دیسی آم میں منتقل ہوجاتی ہے اور دیسی آم لنگڑا آم ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی دیسی دل یعنی غافل دل کسی اللہ والے دل سے اپنا پیوند کرلے تو وہ دیسی دل اللہ والا دل ہوجاتا ہے۔ اور اس اللہ والے کی ساری نسبت اس میں منتقل ہوجاتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس اللہ والے سے تعلق قوی

اور مضبوط ہو، اگر ڈھیلا ڈھالا تعلق ہوا تو یہ نفع حاصل نہ ہوگا، جس طرح آپ لوگوں نے ابھی بتایا کہ دیسی آم کی قلم کو آپ لنگڑے آم کی شاخ سے خوب مضبوط باندھتے ہیں۔

اہل اللہ دنیا نہیں چھڑاتے

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میاں! بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بنتا، لیکن بس کسی دیوانے سے پالا پڑ جائے! اللہ کے عاشقین ہم سے خدانخواستہ دنیا نہیں چھڑائیں گے، ان کی برکت سے دنیا ہاتھ میں ہوگی، جیب میں ہوگی، بس دل سے نکل جائے گی، دل میں صرف اللہ ہوگا۔ پھر معلوم ہوگا کہ ہفت اقلیم کی سلطنت اور زمین و آسمان سے بڑھ کر دولت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔

اہل اللہ کے کلام میں اثر کیوں؟

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

ہر کہ باشد قوت او نورِ جلال
چوں نہ زائد از لبش سحرِ حلال

جن اللہ والوں کی غذا اللہ کا ذکر ہے ان کے لبوں سے کلامِ مؤثر کیوں نہ پیدا ہوگا؟ سحرِ حلال کا ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بین القوسین کلامِ مؤثر لکھا ہے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، تہجد میں اُٹھ کر راتوں کو روتے ہیں، ان کے کلام میں اللہ نور عطا کرتا ہے، درد عطا کرتا ہے، اثر پیدا کرتا ہے۔

تو دوستو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ اہتمامِ ذکر اللہ ۲۔ صحبتِ اہل اللہ ۳۔ تفکر فی خلق اللہ

ہمیں مصلح کی ضرورت کیوں؟

میرے دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں مصلح کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھیے! صحابی ہیں حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لیکن مربّی و مصلح کی ضرورت پیش آئی

کہ نہیں؟ جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مربیؒ کی ضرورت تھی جو انبیا علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں، تو ہم لوگوں کا کیا منہ ہے کہ ہم اپنے کو تربیت کا محتاج نہ سمجھیں؟

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک عزیز سے ناراض ہوگئے، اور فرمایا: خدا کی قسم! اب میں ان پر کبھی احسان نہ کروں گا۔ اور جن سے ناراض ہوئے وہ جنگِ بدر لڑے ہوئے تھے، اصحابِ بدر جنگِ بدر کی برکت سے اللہ کے یہاں مقبول ہوگئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش فرمائی:

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ[10]

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ جس کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صدیق! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرا بدری صحابی جس نے جنگِ بدر لڑی ہے تم اس کی خطا کو معاف کردو، اور میں قیامت کے دن تمہیں معاف کردوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو حضرت صدیقِ اکبر نے اپنی قسم توڑ دی، اور اس کا کفّارہ ادا کیا، اور دوسری قسم اٹھائی کہ وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ[11] اللہ کی قسم! میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کردے اور میں اپنے عزیز کی خطا کو معاف کرتا ہوں، اور فرمایا کہ اب میں پہلے سے بھی زیادہ ان پر احسان کروں گا۔

نفس کی اصلاح کا آسان طریقہ

نفس کی اصلاح کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے اصلاح کا تعلق قائم کرلیجیے، اس کو اپنے حالات کی اطلاع اور اس کے مشوروں کی اتباع شروع کردیجیے، پھر دیکھیے! کتنی جلدی اصلاح ہوتی ہے، پھر آپ بزبانِ حال کہیں گے ؎

---

[10] النور:۲۲

[11] صحیح البخاری:۲/۷۰۰(۴۷۶۸)، باب قولہ لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا، ذکرہ بلفظ انا لنحب ان تغفر لنا، المکتبۃ المظہریۃ

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

تکبر کا علاج صحبتِ اہل اللہ ہے

یہ بڑائی بہت دن کے بعد دل سے نکلتی ہے، تکبر کا مرض بہت مشکل سے جاتا ہے۔ اسی بڑائی کو نکالنے کے لیے بزرگانِ دین، مشایخ اور اللہ والوں کی صحبت اُٹھانی پڑتی ہے۔ شیخ کے ساتھ ایک زمانہ گزارا جاتا ہے، پھر وہ رگڑ رگڑ کر بڑائی نکال دیتا ہے اور خصوصاً وہ شیخ جو ذرا ''اَڑا'' بھی ہو یعنی ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتا ہو، پھر تو وہاں بہت جلد بڑائی نکل جاتی ہے۔ جیسے ہمارے میر صاحب کا شعر ہوا ہے۔ میر صاحب کو پچھلے جمعہ کو بھرے مجمع میں جو ڈانٹ پڑی تو انہوں نے ایک شعر کہا۔

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ

بھرے مجمع میں جب شیخ ڈانٹ دیتا ہے، استاد ڈانٹ دیتا ہے تو کیسی اصلاح ہوتی ہے جس کو بہت عمدہ تعبیر کیا ہے ماشاء اللہ! نظر نہ لگے ان کو۔

ہائے وہ خشمگیں نگاہ قاتلِ کبر و عجب و جاہ
اس کے عوض دلِ تباہ میں تو کوئی خوشی نہ لوں

شیخ کی غضب ناک نگاہیں قاتلِ کبر و عجب و جاہ ہیں، وہ عجب و کبر اور جاہ کو قتل کر دیتی ہیں، اس کے عوض دلِ تباہ یعنی اے دلِ تباہ! اس کے بدلے میں مجھے دنیا کی کوئی خوشی نہیں چاہیے۔ یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ جس کا نفس مٹ جائے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے، تو ایک پرچہ پر اپنی حاضری کا مقصد ایک شعر میں لکھ کر بھیج دیا، وہ شعر یہ تھا۔

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

اپنے نفس کو مٹانا یہی سلوک کا حاصل ہے۔

عاملوں کے بجائے کاملوں کو تلاش کیجیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے لیے سب وظیفے موجود ہیں، اس کو پڑھتے رہیں پھر کسی عامل کی ضرورت نہیں، البتہ کامل کی ضرورت ہے یعنی شیخِ کامل کی، اللہ والوں کی، جن کی صحبتوں سے اللہ کی محبت عطا ہوتی ہے، دین کی دولت ملتی ہے۔ اس لیے عامل کو نہ تلاش کرو، کامل کو تلاش کرو۔

شیخ کی صحبت میں کتنا عرصہ رہنا چاہیے؟

شیخ کے پاس سے جلدی نہ بھاگنا چاہیے، کیوں کہ ایک رنگریز سے ایک آدمی نے کہا کہ میری چادر رنگ دو، تو اس نے کہا کہ رنگنے کے لیے بہتّر (۷۲) گھنٹے چاہئیں۔ کہا کہ نہیں، ہماری تو کل شام کو ریل ہے، تم ہمیں کل دے دو، رنگریز نے کہا کہ کل میں دے تو دوں گا، لیکن ضمانت نہیں دے سکتا کہ اس کا رنگ پکا رہے گا۔ اسی طرح جو لوگ قبل از وقت شیخ کی صحبت سے بھاگ جاتے ہیں ان کا رنگ بھی کچا رہتا ہے دوسرے ماحول سے متأثر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر نسبت مع اللہ پختہ ہو جائے تو وہ لوگ ماحول کو بدل دیتے ہیں۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

صحبتِ اہل اللہ کے بغیر علم نافع نہیں ہو سکتا

اب دوسرا واقعہ سنیے! جب مکہ شریف تین میل رہ گیا تو وہی موٹر جس میں، میں شیخ کے ساتھ سفر کر رہا تھا ایک پیٹرول پمپ پر پیٹرول لینے کے لیے صاحبِ کار نے روکی۔ اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس پر دس، بارہ ہزار گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا۔ اس کے ڈرائیور نے بھی کہا کہ میرے ٹینکر میں پیٹرول ڈال دو کیوں کہ انجن میں پیٹرول نہیں جا رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دوسرا سبق حاصل کرو۔ جو علماء اپنے باطن کو منور نہیں کرتے اللہ والوں کی صحبت سے، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیٹرول اپنے قلب کے انجن میں حاصل نہیں کرتے، ان کا علم ان کی پیٹھ کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ چاہے دس ہزار

گیلن ہو، نہ خود اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں، نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاسکتے ہیں۔ جس طرح ٹرک اور ٹینکر چل ہی نہیں سکتا جب انجن ہی میں پیٹرول نہ ہو۔ اسی طرح اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں ہوسکتی اگر دل میں اللہ کی محبت و خشیت نہیں۔

تو دوستو! دوسرے واقعہ سے کیا سبق ملا کہ دل کے انجن میں محبت و خشیت کا پیٹرول ہونا چاہیے، تب علم کا نفع پہنچتا ہے، لازمی بھی اور متعدی بھی۔ اور خشیت و محبت کے پیٹرول پمپ کہاں ہیں؟ اللہ والے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ چین و سکون کی ضمانت

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر اس آیت پر یقین نہ آئے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [۱۲]

اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔

تو دس دن بادشاہوں کے پاس رہ لو، دس دن رومانٹک دنیاوالوں کے پاس رہ لو، جو ہر وقت حسینوں اور ٹیڈیوں اور فلمی گانوں کے چکر میں رہتے ہیں، اور دس دن تاجروں کے پاس بھی رہ لو، ان کو ڈالروں کی گڈّیاں گنتے ہوئے دیکھ لو، اور دس دن کسی اللہ والے کے پاس بھی رہ لو، تمہارا دل خود فیصلہ کرلے گا کہ سکون اور چین تو اللہ والوں کے پاس ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کے اہتمام کے ساتھ دنیا میں انہماک مضر نہیں

بس آخر میں ایک نصیحت کرتا ہوں، جس دنیا سے ہمیشہ کے لیے جانا اور لوٹ کر کبھی نہ آنا، ایسی دنیا سے دل کا کیا لگانا؟ مگر کاروبار کو منع نہیں کرتا۔ کار بھی ہو، کاروبار بھی ہو، مگر دل میں اللہ یار ہو۔ اور اس کی مشق اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے ہوگی، صحبتِ صالحین میں رہنے سے ہوگی۔

کون سے بزرگ کی صحبت میں رہنا چاہیے؟

بزرگوں نے ہمیشہ مشورہ دیا ہے کہ اللہ والوں کے پاس، درویشوں کے پاس،

۱۲؎ الرعد: ۲۸

ان فقیروں کے پاس آتے جاتے رہو جو سنت اور شریعت پر چلتے ہوں۔ ان سٹّہ کے نمبر بتانے والوں سے ہوشیار رہو جو دریاؤں کے کنارے اور جنگلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، لنگوٹی باندھے ہوئے۔ نہ نماز ہے نہ روزہ۔ سٹّہ کا نمبر بتارہے ہیں، اور ولی اللہ بھی بن رہے ہیں۔ بتایئے! جوّا حرام ہے، سٹّہ حرام ہے۔ جو اس کا نمبر بتائے یہ فقیر و درویش ہے یا شیطان ہے؟ ایسا شخص ہرگز ولی اللہ نہیں ہوسکتا جو حرام کام کرتا ہو۔ اللہ کا ولی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ میرا ایک مشہور شعر ہے، جو اس وقت پوری دنیا میں نشر ہورہا ہے؎

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ جل جلالہٗ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں؎

گر ہوا پہ اڑتا ہو وہ رات دن
ترکِ سنت جو کرے شیطان گن

جس نے سنت کی زندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوڑا ہوا ہے یاد رکھو! وہ شیطان ہے۔ اس کا اڑنا وغیرہ سب استدراج ہے۔ مکھی بھی تو اڑتی ہے تو بیعت ہوجاؤ مکھی سے! اور دریا میں تنکا بھی بہتا ہے بغیر کشتی کے، تو اس تنکے کے مرید ہوجاؤ! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو حال بہت آتا ہے تو سانپ کو بھی بہت حال آتا ہے۔ جب تو مڑی بجاؤ تو دیکھو کس طرح جھومتا ہے۔ لہٰذا اگر حال بزرگی کی دلیل ہے تو سانپ سے بیعت ہوجاؤ! بہت جلدی پہنچادیتا ہے۔ اس لیے ایک بہت بڑے بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ جس کے راستے کی بنیاد مدینہ پاک سے نہ ہو، درمیان میں وائرنگ نہ ملتی ہو، تو سمجھ لو وہ بجلی، وہ نور، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی کے ظاہر سے دھوکا مت کھاؤ صورت بھی ملاؤ، سیرت بھی ملاؤ۔ اس کو لاکھوں حال آتا ہو لیکن اگر صورت یا سیرت نبی کے طریقے سے ہٹی ہوئی ہو تو یہ شعر پڑھو؎

حال تیرا جال ہے مقصود تیرا مال ہے
کیا خوب تیری چال ہے لاکھوں کو اندھا کردیا

اعمالِ صالحہ پر استقامت و دوام اہل اللہ کی صحبت پر موقوف

اس لیے دوستو! مبارک وہ بندے ہیں جو دنیا کی مشغولیت کے باوجود پردیس میں رہتے ہوئے اپنی تعمیرِ وطن میں مشغول رہتے ہیں، جس کا ذریعہ اللہ والوں کی صحبت ہے۔ حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ سارے دنیا کے مفتی جس کاروبار کے جواز پر فتویٰ دیں کہ یہ بالکل جائز کاروبار ہے، یہ بزنس و تجارت بالکل جائز ہے، لیکن اگر وہ اتنا مشغول ہوجاتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں جانے کا اسے وقت نہیں ملتا۔ اتنا کماتا ہے کہ بزرگوں کے پاس کم آنا تو درکنار آنا ہی نہیں ہوتا ہے، تو میں ایسی تجارت کو حرام کہوں گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ جب بزرگوں کے پاس نہیں جائے گا تو آہستہ آہستہ اس کی دینی حالت کمزور ہوجائے گی۔ لہٰذا جس دنیا سے، پردیس کی جس مشغولیت سے وطن کی تعمیر خطرے میں پڑجائے، بتاؤ وہ کیسے جائز ہوگی؟

ایک شخص نے کانپور سے حضرت تھانوی کو لکھا کہ میں پہلے اوّابین اور تہجد بھی پڑھتا تھا، اب میری تہجد قضا ہونے لگی، اور اوّابین بھی چھوٹنے لگی۔ اشراق اور چاشت سب چھوٹ گئی۔ پھر کچھ دن کے بعد لکھا کہ اب تو میری جماعت کی نماز بھی ختم ہوگئی۔ پھر لکھا کہ اب تو فرض خطرے میں ہے۔ تو حضرت نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو صالحین کی صحبت میسر نہیں ہے۔ بتایئے کتنی اہم چیز ہے نسبت اور تعلق مع اللہ کا حصول! اور اس کا بقا اور اس کا ارتقا اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔

جس کو اللہ والوں کی صحبت حاصل نہیں وہ دنیا کے حَسَنَہ سے محروم ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دنیا میں کیا کیا چیزیں حسنہ ہیں جن کو اللہ نے مانگنے کو سکھایا ہے کہ تم ہم سے یہ مانگو کہ یا اللہ! ہم کو دنیا میں حسنہ دے اور آخرت کی بھی بھلائی اور حسنہ دے، تو دنیا کی حسنہ میں یہ چیزیں من جملہ حسنات شامل ہیں:

۱۔اَلْعَافِیَۃُ وَالْکَفَافُ	عافیت و غیر محتاجی
۲۔اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ	نیک بیوی
۳۔اَلْاَوْلَادُ الْاَبْرَارُ	نیک اولاد
۴۔اَلْمَالُ الصَّالِحُ	حلال روزی، حلال مال
۵۔ثَنَاءُ الْخَلْقِ	مخلوق میں تعریف و نیک نامی
۶۔اَلْعِلْمُ وَالْعِبَادَۃُ	دین کا علم حاصل ہونا اور اس پر عمل یعنی توفیقِ عبادت
۷۔اَلصِّحَّۃُ وَالْکِفَایَۃُ	صحت و کفایت
۸۔اَلنُّصْرَۃُ عَلَی الْاَعْدَاءِ	دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد
۹۔ اَلْفَھْمُ فِیْ کِتَابِ اللہِ	کتاب اللہ کی فہم
۱۰۔صُحْبَۃُ الصَّالِحِیْنَ [۱۳]	اللہ والوں کی صحبت

جس کو اللہ والوں کی صحبت حاصل نہیں وہ دنیا کے حسنہ سے محروم ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پنجرے میں جو نئی چڑیا پھنس کر آتی ہے، اور چمن اور گلشن سے محروم کردی جاتی ہے۔ شکاری دھوکا دینے کے لیے پنجرے کی تیلیوں کو رنگین کردیتا ہے، اور دانوں کو بھی رنگین کردیتا ہے۔ تاکہ اس کو چمن یاد نہ آئے، اور پھڑ پھڑانا بھی بھول جائے اس کے پر اور بازو مفلوج ہوجائیں۔ اسی طرح یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے کہ مؤمن سموسہ اور پاپڑ، کھچڑی اور کڑھی وغیرہ کے رنگین دانوں میں ایسا مشغول ہوجائے کہ اس کی طبیعت میں شوق ہی نہ رہے کہ آخرت کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے۔ تو شیخ فرماتے تھے کہ نئی چڑیا پر فرض ہے کہ پُرانی چڑیوں سے رابطہ کرے کہ تم لوگ چمن سے جدا ہو کر کس طرح فریاد کرتی ہو اے چڑیو! پھر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

---

[۱۳] روح المعانی: ۹۱/۲، البقرۃ (۱۲۵)، دار احیاء التراث، بیروت

تو جو لوگ پردیس کی رنگینیوں میں مبتلا ہو گئے، ان کو چاہیے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہیں۔ اور ان سے پوچھیں کہ کس طریقے سے آپ اللہ سے دعا مانگتے ہیں، اور کس طریقے سے اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ بھئی! وہ یاد کرنا ہمیں بھی سکھا دو۔

صحبتِ شیخ ظہورِ صلاحیت کا ذریعہ ہے اور اس کی مثال

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مرغی کے پروں میں بطخ کا انڈہ رکھ دیجیے۔ بتایئے! بطخ مرغی سے افضل ہے یا نہیں؟ افضل ہے۔ اس لیے کہ دریا میں بطخ تیرتی ہے اور مرغی نہیں تیر سکتی۔ لیکن مرغی کے پروں میں بطخ کے انڈے سے بطخ ہی نکلے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجدد ہونے کی صلاحیت اندر موجود تھی۔ لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے وہ مجدد ہوئے کہ نہیں؟ اگر آپ اپنے کو کچھ سمجھتے ہیں تو سخت غلطی پر ہیں۔ اوّل تو یہ کہ آپ اپنے کو افضل کیوں سمجھیں؟ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ کے اندر جو بھی صلاحیت ہے، جتنی صلاحیتیں ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ! ان ہی بزرگوں کی برکت سے ظاہر ہو جائیں گی۔

واقعۂ اصحابِ کہف سے تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ کا ثبوت

جیسے اصحابِ کہف کو اللہ تعالیٰ نے سُلا دیا اور تقریباً تین سو برس تک وہ سوتے رہے، اور زندہ بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر صرف نیند طاری کر دی تھی۔ جب ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے وہ غار میں گئے، ایک کتّا ان کے ساتھ جانے لگا۔ یہ اصحابِ کہف اس کو پتھر مار رہے تھے کہ تو کہاں آرہا ہے منحوس؟ تجھ کو پالنا بھی جائز نہیں۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دے دی۔ اس نے کہا میں کتّا تو ہوں، لیکن مجھے عام کتّوں کی طرح نہ سمجھیے، میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کا نام "قِطمیر" ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کی برکت سے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر تو دیکھو! کہ کتّا جیسا نجس جانور جس کا لعابِ دہن پیشاب کے برابر ناپاک، اس

ناپاک کو بھی اللہ تعالیٰ پاک کرکے جنت میں بھیج دیں گے۔[۱۴]

یہ ہے صحبتِ اہل اللہ۔ جس کو بعض نادان اپنے تکبر کی وجہ سے حقارت سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ دیکھ لو اصحابِ کہف کو! قرآنِ پاک ناطق ہے اس منطوق کا، اس مفہوم کا، جو میں نے پیش کیا کہ اصحابِ کہف کی برکت سے وہ کتّا جنت میں جائے گا۔

اولیاء اللہ کی صفتِ ولی سازی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سورج میں گرمی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اور چاند کو ٹھنڈک اللہ نے بخشی ہے، اسی طرح اللہ والوں کے اندر اللہ نے ولی سازی کی خاصیت عطا فرمائی ہے یعنی ان کی برکت سے دوسرے لوگ بھی اللہ کے ولی بنتے ہیں۔ یہ خاصیت ان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ یہ ان کی ذاتی صفت نہیں ہے۔ جب خود ان کا ولی بننا اللہ کی عطا ہے، تو ولی سازی کیسے ان کی ذاتی خاصیت ہو سکتی ہے؟ جس طرح مشہور ہے کہ

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بصورتِ طلا شد

جو لوہا پارس پتھر کے ساتھ مل جائے، متصل ہو جائے، Touch ہو جائے، چھو جائے تو وہ لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے۔ تو پارس پتھر میں لوہے کو سونا بنانے کی جو خاصیت ہے، وہ پارس پتھر کی ذاتی نہیں ہے، اس کو دی گئی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے اندر ولی سازی یعنی ولی اللہ بنانے کی خاصیت ان کی ذاتی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کی ایک بات سناتا ہوں، جو حضرت نے مجھ سے جون پور میں فرمائی تھی، اور اب میں کراچی میں تمہیں پیش کر رہا ہوں کہ ایک لوہے

---

[۱۴] روح المعانی: ۱۵/۲۴۶، الکھف (۲۲)، دار احیاء التراث، بیروت

نے پارس پتھر سے پوچھا کہ اگر میں تم سے چھو جاؤں، ٹچ (Touch) ہو جاؤں، ملاقات کر لوں تو کیا میں سونا بن جاؤں گا؟ تو پارس پتھر نے کہا بے شک، لَا شَکَّ فِیْہِ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لوہے نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ بلا دلیل ہم نہیں مانیں گے، تو پارس پتھر نے کہا کہ دلیل کیا مانگتا ہے؟ بس میرے ساتھ مل جا، مجھ سے ٹچ (Touch) ہو جا، پھر دیکھ کہ تو سونا بنا یا نہیں۔ پس اللہ والوں کے پاس جانے کی، ان کی صحبت میں رہنے کی دلیل مت مانگو بلکہ ان کے پاس رہ کر دیکھو تو پتا چل جائے گا کہ ولی اللہ بنے یا نہیں یا جو ان کے پاس گئے ہوئے ہیں، اور ان سے ملے ہوئے ہیں ان کو دیکھو، ان کے چہروں کو دیکھو، ان کے اعمال کو دیکھو، تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ کتنے بڑے ولی اللہ ہو چکے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ والوں سے جڑے ہوئے نہیں ہیں ان کے اعمال و اخلاق میں آپ کو بہت فرق محسوس ہو گا۔

تزکیہ بغیر مزکّی کے ناممکن ہے

دنیا میں کوئی مربّہ بغیر مربّی کے نہیں بنا۔ اگر آپ کسی مربّہ کی دکان پر جائیں اور دکان دار سے کہیں کہ آملہ کا یا سیب کا یا گاجر یا ادرک کا وہ مربہ دو جس کا کوئی مربّی نہ ہو۔ تو دکان دار کیا کہے گا؟ کہ آپ ڈاکٹر جمعہ کو دکھایئے، دماغ کے اسپیشلسٹ کو۔ پس جو بے وقوف اور نادان سمجھتے ہیں کہ ہم بغیر مربّی کے مربّہ بن جائیں گے، بغیر مزکّی کے مزکّی بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت نہ کرتا۔ قرآنِ پاک کی طرف نسبت کر دیتا کہ قرآن تزکیہ کے لیے کافی ہے، کعبہ تزکیہ کے لیے کافی ہے۔ اگر کعبہ تزکیہ کے لیے کافی تھا، تو اپنا تزکیہ کیوں نہیں کیا؟ خود اپنے بت کیوں نہیں نکالے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے بت نکالے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بحیثیتِ نائبِ رسول اب دلوں کے بت نکالتے ہیں۔ کوئی شخص خود اپنے دل سے غیر اللہ کے بت نہیں نکال سکتا۔ اس کے لیے اہل اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لٰہذا نفلی حج سے زیادہ ضروری ہے کہ کسی اللہ والے سے دل کے بت نکلوالو، تاکہ دل پاک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہو جائے۔ اس لیے کعبہ میں نفلی حج کرنے والوں سے ایک اللہ والا اعلان کرتا ہے ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے نفلی حج کرنے والو! تم کہاں جارہے ہو؟ تمہارا اللہ، تمہارا مولیٰ تو ہمارے دل میں ہے۔ ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ پہلے کسی اللہ والے سے یا اللہ والے کے غلام سے اللہ کو حاصل کرلو۔ جب مولیٰ مل جائے گا پھر جاؤ حج کرنے، تو کچھ اور ہی مزہ پاؤ گے کہ دل میں کعبہ والا اور آنکھوں کے سامنے کعبہ۔ دل میں کعبہ کا مولیٰ اور مولیٰ کا گھر آنکھوں کے سامنے۔

روحانی بیوٹی پارلر

اس لیے دوستو! اللہ والوں کی خانقاہوں کے روحانی بیوٹی پارلر میں اپنی روحوں کو حسین کرالو۔ دامادوں کو بیٹیاں دیتے ہو تو بیوٹی پارلر میں لے جاتے ہو تاکہ داماد خوش ہوجائے۔ اور جسمانی بیوٹی پارلر والا تو کافی پیسہ فیس کا بھی لیتا ہے۔ اور روحانی بیوٹی پارلر والے تو آپ کو مفت میں ملتے ہیں۔ اب آپ کہیں گے کہ مولانا وعظ کہہ کر کھانا کیوں کھاتے ہیں؟ تو آپ ہی لوگ اصرار کرتے ہیں ورنہ وہ تو مفت میں تقریر کرنے کو تیار ہیں۔ جہاں چاہے لے چلو! جو سچے اللہ والے ہیں وہ وعظ کہہ کر نہ فیس لیتے ہیں نہ کھانے کی شرط لگاتے ہیں۔ آپ ہی لوگ ہاتھ پاؤں جوڑتے ہیں کہ مولانا! آپ کا احسان ہوگا جو آپ غریب خانے پر کھانا تناول فرمالیں۔

اہل اللہ کی اچھی نظر لگنے کے ثمرات

مولانا شاہ محمد احمد صاحب ہمارے وہ بزرگ ہیں کہ میں جب بالغ ہوا تو ان کی صحبت میں مجھے تین سال الٰہ آباد میں رہنا نصیب ہوا اور الحمد للہ! ہمارے اکابر نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ میرے شیخِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ ان سے بے حد محبت فرماتے تھے، اور ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے ایک مرتبہ علمائے ندوہ سے خطاب فرمایا۔ اُن کے اس قول کو میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نے مدینہ پاک میں علماء کو سنایا۔ اور میں آپ حضرات کو ڈھاکہ میں سنا رہا ہوں۔ جو مال میں نے اپنے شیخ سے مدینہ پاک میں حاصل کیا وہ مال بلا محنت و مشقت آپ کو یہیں مفت میں دے رہا ہوں۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے رحمۃ اللہ علیہ علمائے ندوہ سے خطاب فرمایا کہ اے علمائے ندوہ! شریعت نے نظر لگ جانے کو تسلیم کیا ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ[۱۵] اور اس کی جھاڑ پھونک کرنے کی اجازت بھی دی ہے، چناں چہ اولادِ جعفر کو نظر لگ جایا کرتی تھی لِحُسْنِ صُوْرَتِہٖ وَلِحُسْنِ سِیْرَتِہٖ کیوں کہ وہ صورتاً اور سیرتاً حسین تھے۔ ان کی والدہ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اولادِ جعفر کو نظر لگ جاتی ہے اَفَاَسْتَرْقِیْ؟ کیا مجھے جھاڑ پھونک کی اجازت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت عطا فرمائی کہ قرآنِ پاک یا حدیثِ پاک سے جو کلمات ثابت ہوں ان سے جھاڑ پھونک کر سکتی ہو۔[۱۶] تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے علمائے ندوہ! جب بُری نظر لگ جاتی ہے، اور اسلام اس کو تسلیم کرتا ہے تو کیا اللہ والوں کی اچھی نظر نہیں لگ سکتی؟ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت ہے:

فَکَیْفَ نَظْرُ الْعَارِفِیْنَ الَّذِیْ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ وَلِیًّا وَالْجَاھِلَ عَالِمًا وَالْکَلْبَ اِنْسَانًا[۱۷]

بس مولانا کی یہ بات سن کر علمائے ندوہ مولانا سے بیعت ہوگئے، یہاں تک کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ الٰہ آباد میں ”مصنّف عبد الرزاق“ کا عربی حاشیہ اور تخریج لکھنے والے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے دعا لینے آئے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ مولانا بڑے عالم نہیں تھے۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی کو بھی دیکھا۔ پوچھا: کیسے آئے؟ کہا: مولانا سے دعا لینے آیا ہوں۔ یہ ہے آہ و فغاں کا اثر۔ یہ ہے وہ راز کہ

---

۱۵ صحیح البخاری: ۲/۸۵۴ (۵۷۵۹)، باب العین حق، المکتبۃ المظھریۃ

۱۶ جامع الترمذی: ۲/۲۶، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین، ایج ایم سعید

۱۷ مرقاۃ المفاتیح: ۸/۳۶۴، کتاب الطب والرقی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ علم کے یہ آفتاب و مہتاب سب کے سب حاجی صاحب کی خدمت میں بیعت ہوئے، سلوک طے کیا اور جب صاحبِ نسبت ہوگئے تو پھر ان کے نورِ نسبت سے سارا ہندوستان چمک گیا۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ جب حکیم الامت کانپور میں صدر مدرس تھے، تقریباً پچیس سال کی عمر تھی۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بنایا بھی حسین و جمیل تھا۔ حضرت نے تقریر فرماتے فرماتے ایک نعرہ مارا ہائے امداد اللہ! اور بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ بعد میں ایک بیرسٹر نے جو فارسی داں بھی تھے، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اگر آپ بیرسٹر ہوتے تو آپ کے دلائل سے جج اور عدالتیں لرزہ براندام ہو جاتیں۔ یہ علوم آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ یہ سوال اس نے فارسی میں کیا۔

تو مکمل از کمال کیستی
تو مجمل از جمال کیستی

یہ کمال آپ کو کہاں سے نصیب ہوا؟ یہ جمال آپ کو کہاں سے عطا ہوا؟ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فارسی میں ہی جواب دیا۔

من مکمل از کمالِ حاجیم
من مجمل از جمالِ حاجیم

حاجی امداد اللہ صاحب کی صحبت اور ان کے فیض و برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ کمال عطا فرمایا ہے۔ ہمارے دلوں میں شیخ کی جو نسبت منتقل ہوئی ہے اسی کی برکت سے آج اُمت میں ہمارا نام روشن ہو رہا ہے۔ جو اپنے آپ کو اللہ کے لیے مٹاتا ہے اسی کو اللہ چمکاتا ہے۔

عورتوں کے لیے معیّتِ صادقین کا طریقہ

اسی بہانے سے مستورات کو پردوں سے آواز تو پہنچتی ہے، یہ بھی ایک قسم کی

صحبت ان کو حاصل ہے۔ یعنی مرد کا مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ نبی کو دیکھ لے تو صحابی ہو گیا، اگر اندھا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو بھی صحابی ہو گیا۔ حالاں کہ اس نے خود نہیں دیکھا۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن امِ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاں دیکھا تھا، نابینا تھے۔ لیکن حالتِ ایمان میں اگر خود نہ بھی دیکھ سکے لیکن نبی اس کو دیکھ لے تو وہ بھی صحابی ہو جاتا ہے۔ عورتیں اگرچہ اپنے شیخ کو نہ دیکھیں، کیوں کہ ان کے لیے پردہ کا حکم ہے، لیکن شیخ کی آواز سن لیں، اور اس مجلس میں ان کا موجود رہنا یہی ان کا صحبت یافتہ ہو جانا ہے۔ اس لیے وہ بھی صحابیات ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی بغیر دیکھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کی سماعت کی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ نبوت پایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی۔ نہ نبی نے ان کو دیکھا نہ انہوں نے نبی کو دیکھا، لیکن وہ صحابیات ہیں یا نہیں؟ تو یہ صحبت کا طریقہ جو ہمارے اکابر کا چلا آرہا ہے یہ میر اسفر ری یونین اور مولانا داؤد کا یہ سب انتظام کرنا، خانقاہ وغیرہ کا سب کا حاصل صحبت ہے کہ اپنے بزرگوں کی صحبت مل جائے، اکابر کی صحبت مل جائے، اگر اکابر نہ ہوں تو ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی کافی ہے۔

انسانوں کو شیطان کے دو سبق

پھر مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے بڑی عمدہ بات فرمائی کہ شیطان نے دو سبق دے دیے، شیطان مردود تو ہوا لیکن قیامت تک کے انسانوں کو دو سبق دے گیا۔ اور یہ سبق بھی قصداً نہیں دیے، ورنہ جو خود سراپا شر ہو اس سے خیر کی توقع کہاں مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تکوینی طور پر اس کا شر انسانوں کے لیے خیر بن جائے۔ جیسے کوئی آدمی سنکھیا کھا کر مر جائے تو دوسروں کو سبق مل جاتا ہے کہ بھئی! ہم سنکھیا نہ کھائیں گے۔ حالاں کہ کھایا اس نے، مرا وہ، لیکن جب وہ سنکھیا سے مر گیا تو سبق ملا کہ سنکھیا کھانا اچھا نہیں ہے، بُرا ہے، اسی طرح شیطان خود تو مردود ہوا لیکن اس سے انسانوں کو دو سبق مل گئے: ایک تو عبادت کرنے والوں کو سبق ملا کہ شیطان بہ زبانِ حال کہہ رہا ہے کہ دیکھو! عبادت کا نشہ اگر تمہیں آگیا تو مجھ سے زیادہ عبادت تمہاری نہیں ہو سکتی۔

شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی ہے۔ ہزاروں سال تو آپ سنتے ہی رہتے ہیں۔

ہزاروں سال گر سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

لیکن لاکھوں کا لفظ مولانا کے منہ سے نکلا ہے کہ اے عبادت کرنے والو! اشراق، اوّابین اور تہجد پڑھ کر اور زیادہ تسبیح پڑھ کر اپنے کو بڑا نہ سمجھ لینا۔ میں نے بڑی عبادت کی تھی لیکن تکبر کے نشہ سے مردود ہوا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سب کو سکھا دیا کہ پڑھو: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔ تو شیطان کا مردود ہونا ایک سبق تو عابدوں اور صوفیوں کو دے گیا، جو بڑی ضربیں لگاتے ہیں کہ اے عابدو! میں نے بڑی عبادت کی ہے لیکن مجھے مربیّ ومزکّی اور شیخ نہیں ملا اس لیے میں مردود ہوچکا ہوں۔ اور اے مولویو! تمہارے علم سے میرا علم زیادہ تھا لیکن میرے سرپر مربیّ نہیں تھا اس لیے میں مردود ہوگیا ہوں۔ فرمایا کہ عابدوں کو بھی سبق دے دیا، اور مولویوں کو بھی سبق دے دیا۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی نے یہ دو جملے فرمائے کہ شیطان عالم بھی تھا، عابد بھی تھا، اس کا علم بہت زیادہ تھا۔ ہم لوگوں کو تو اپنے ایک نبی ہی کا علم پورا حاصل نہیں ہے۔ اور اس کو تو تمام نبیوں کی شریعت کا علم ہے۔ پرانا پاپی ہے۔ بابا آدم سے لے کر آج بھی موجود ہے، اور قیامت تک کی چھٹی لی ہوئی ہے۔ اس کو تو تمام نبیوں کی کلیّات اور جزئیات سب زبانی یاد ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مربیّ ومزکّی نہ ہونے سے ''اَنَا'' نہیں گئی۔ تو فرمایا: نفس مٹتا ہے کسی شیخِ کامل کی صحبت سے، ورنہ عبادت سے اور نشہ آتا ہے۔ اور فرمایا کہ شراب کا نشہ تو حرام ہے ہی، لیکن تکبر کا نشہ اس سے زیادہ حرام ہے۔ کیوں کہ شراب کا نشہ چُھوٹ جاتا ہے۔ اس کو بُرا کہنے والے بہت لوگ ہوتے ہیں کہ بھئی! کیا کر رہے ہو؟ خاندان کی عزت ڈبو رہے ہو، مگر کبر پر کوئی طعن وتشنیع کرنے والا نہیں ہوتا۔ اندر ہی اندر اس کے کبر کا نشہ اسے مست رکھتا ہے، ہر بات میں وہ اپنے لیے دلیل گھڑ لیتا ہے۔ قرآن وحدیث کے رنگ میں اپنے کبر کو فِٹ کرلیتا ہے کہ یہ غیرتِ دینی ہے اس لیے مجھے غصہ آرہا ہے۔ ہر چیز پر اس کو آیت نظر، یاد آتی ہے، اپنی ہر نالائقی پر قرآن وحدیث سے دلیلیں لے کر آتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ سے علم و عمل میں فاصلے ختم ہوتے ہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک میں نے شمس الدین تبریزی کی صحبت اختیار نہیں کی میرے علم اور عمل میں فاصلے رہے، اور شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے میری روح کو اللہ کی محبت سے گرم کر دیا۔ پہلے تو انہوں نے بڑی تواضع برتی اور خود کو چھپانے کی کوشش کی، اور کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، میرے پیچھے کیوں لگے ہو؟ مولانا رومی نے عرض کیا۔

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند

اگر شرابی شراب کی بو کو الائچی یا لونگ کھا کر چھپا بھی لے اور یہ ثابت کرے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن۔

چشمِ مستِ خویشتن را چوں کند

لیکن ظالم اپنی مست آنکھوں کو کہاں لے جائے گا؟

معیتِ صالحین سے اللہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے

اللہ والوں کا ہاتھ پکڑنے سے اللہ کا راستہ کھلتا ہے۔ اس کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
تِرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغِ راہ کے جل گئے

اللہ والوں کا ہاتھ جب ہاتھ میں آتا ہے یعنی جب کسی اللہ والے سے اصلاح و تربیت کا تعلق کیا جاتا ہے تو اللہ کے راستے کے چراغ جل جاتے ہیں اور سنّت و شریعت پر عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے جب حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑا تو حاجی صاحب چمک گئے ورنہ حاجی صاحب کو کون جانتا تھا۔ مولانا تھانوی نے بڑے جوش

سے فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نادان لوگ ہیں۔ واللہ! ان سارے علماء سے پوچھ لو کہ حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑنے سے پہلے ان کا کیا حال تھا؟ حاجی صاحب کے فیضانِ صحبت سے پہلے ہمارے علوم تھے، لیکن بے جان تھے۔ ہمارے اندر ایمان تھا لیکن ایمانِ اعتقادی تھا، ایمانِ استدلالی تھا، ایمانِ عقلی تھا، معیّتِ عامّہ حاصل تھی **وَهُوَ مَعَكُمْ** کی معیّتِ اعتقادیہ حاصل تھی۔ لیکن حاجی صاحب کا جب ہاتھ پکڑا اور ذکر اللہ شروع کیا تو دل کے دروازے کھل گئے۔ اللہ کا نور قلب میں داخل ہوا۔ ایمانِ اعتقادی سے بڑھ کر ایمانِ حالی عطا ہوا۔ معیّتِ عامّہ بڑھ کر معیتِ خاصّہ سے تبدیل ہوئی۔ **وَهُوَ مَعَكُمْ** کی جو معیّتِ اعتقادیہ عقلیہ حاصل تھی وہ معیّتِ ذوقیہ حالیہ وجدانیہ سے تبدیل ہوگئی۔ یہاں تک کہ قلب محسوس کرنے لگا کہ ہمارے دل میں اللہ ہے۔

خواجہ صاحب نے جون پور میں حضرت حکیم الامت سے پوچھا تھا کہ جب کوئی اللہ والا ہو جاتا ہے اور نسبت عطا ہو جاتی ہے تو کیا اسے پتا چل جاتا ہے کہ میرے قلب میں اللہ آگیا اور میں صاحبِ نسبت ہوگیا؟ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب آپ بالغ ہوئے تھے تو کیا آپ کو پتا نہیں چلا تھا کہ میں بالغ ہوگیا ہوں یا آپ کو دوستوں سے پوچھنا پڑا تھا کہ یارو! بتانا کہ عزیز الحسن بالغ ہوا یا نہیں؟

بس! کیا عجیب مثال دی۔ فرمایا کہ ایسے ہی ایک مدت اہل اللہ کے فیضانِ صحبت سے، ذکر و فکر سے، گناہوں سے بچنے سے جب روح بالغ ہوتی ہے یعنی اللہ والی ہو جاتی ہے تو اس کے اندر کچھ جان ہی اور آ جاتی ہے۔ درد بھرا دل عطا ہو جاتا ہے۔ اور آدمی محسوس کر لیتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ کی معیتِ خاصہ عطا ہوگئی۔

اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب فرماتے ہیں ؎

نکالو یادِ حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

دل خدا کا گھر ہے۔ یہ بُت خانہ نہیں ہے کہ اس میں بتوں کو بسالو، اگر دل میں غیر اللہ کی

محبت آگئی تو یہ مٹی مٹی پر مٹی ہو کر مٹی ہو جائے گی۔ اور اگر اس مٹی کے اندر خدا کی محبت پیدا ہو گئی تو یہی مٹی قیمتی ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟ اس کا سب سے آسان طریقہ اہل اللہ سے تعلق ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کل کے لوگ کہتے ہیں کہ اب اہل اللہ نہیں رہے۔ اب حاجی امداد اللہ نہیں رہے۔ شمس الدین تبریزی نہیں رہے۔ بایزید بسطامی نہیں رہے۔ حالاں کہ حکیم الامت قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اس زمانے میں بھی بایزید بسطامی ہیں اور شمس الدین تبریزی اور جلال الدین رومی اور جنید بغدادی اور بابا فرید موجود ہیں، لیکن آنکھ چاہیے ؎

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

درد ہو، پیاس ہو، طلب ہو تو آج بھی قطب وابدال نظر آجائیں، کیوں؟ اس لیے کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی آیت قیامت تک کے لیے ہے۔ صالحین، متقین، کاملین کی صحبت میں خدا بیٹھنے کا حکم دے اور کاملین پیدا نہ کرے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی باپ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کہے کہ بیٹو! روزانہ آدھا سیر دودھ پیا کرو تاکہ طاقت ور ہو جاؤ اور دودھ کا انتظام نہ کرے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم قیامت تک کے لیے نازل فرمادیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ پس یہ کہنا کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے، یہ نفس کا بہت بڑا دھوکا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شیطان نے ہماری قیمت کو ہماری نگاہوں میں بہت کر رکھا ہے۔ اور یہ بہکار کھا ہے کہ تم بہت بڑے آدمی ہو۔ جب تک جنید بغدادی تمہیں نہ ملیں تمہارا علاج ہی نہیں ہو سکتا۔

صاحبِ نسبت بننے کا طریقہ

صاحبِ نسبت کس کو کہتے ہیں؟ صاحبِ نسبت کہتے ہیں مؤمن متقی کو۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ[۱۸] ایمان اور تقویٰ یہ دو جز عطا ہو جائیں تو انسان

[۱۸] یونس: ۶۳

صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان تو الحمد للہ! ہم کو حاصل ہی ہے، بس تقویٰ اگر اور حاصل کر لیں تو ہم صاحبِ نسبت یعنی اللہ والے ہو جائیں گے۔

صاحبِ نسبت بننے کا طریقہ جس پر ایک ہزار سال سے ہمارے تمام سلسلے چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ کے اولیاء کا اجماع ہے وہ تین طریقوں پر موقوف ہے کسی صاحبِ نسبت سے تعلق کیا جائے۔ چراغ ہی سے چراغ جلتے ہیں، بغیر چراغ کے نہیں جلتے؎

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اِک سینہ بہ سینہ ہے اِک خانہ بہ خانہ ہے

آگ گھر سے گھر میں لگتی ہے۔ اور اللہ کی محبت کی آگ دلوں سے دلوں میں لگتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُن دلوں کے ساتھ پیوند کر لیا جائے جو خدا کے عشق میں جل رہے ہیں۔

اصلاحِ نفس فرض ہے

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کا کسی بزرگ سے تعلق نہیں ہے اور پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے ان کو چاہیے کہ وہ کسی کو اپنا مشیر بنالیں۔ دین کے معاملے میں کسی بزرگ سے مشورہ کر کے عمل کرتے رہیں۔ نفس کی اصلاح کے بارے میں مشورہ لیتے رہیں اور عمل کریں۔ اصلاح کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ بیعت ہونا بھی کوئی ضروری نہیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمل پوری شیخ الحدیث تھے۔ مرید نہیں ہوئے تھے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت اشرف علی تھانوی سے اصلاح کا تعلق قائم

کیا، اور ایک مدت بعد جب حضرت شیخ تھانوی نے دیکھا کہ قلب مجلّٰی ہوگیا۔ نفس کی اصلاح ہوگئی۔ خلافت عطا فرمادی۔ مولانا کیمل پوری نے عرض کیا حضرت! میں تو آپ کا مرید بھی نہیں ہوں اور آپ مجھے خلافت عطا فرمارہے ہیں۔ فرمایا کہ اصلاحِ نفس تو فرض ہے اور بیعت سنت ہے۔ آپ نے تو فرض کام کیا ہے۔ لاؤ اب بیعت بھی کر لیتے ہیں۔ تو مریدی بعد میں ہوئی اور خلافت پہلے ملی۔ معلوم ہوا کہ اصلاحِ نفس فرض ہے جیسے نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، زکوٰۃ فرض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فرض کی اہمیت سنت سے زیادہ ہوتی ہے۔

کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنا ضروری کیوں؟

قاعدۂ نحو سے استدلال

ایک عالم کے سامنے حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ ہر شخص کو کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ صاحب! ضروری کیوں ہے؟ فرمایا کہ فرضِ عین ہے۔ اس لیے کہ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ یہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کا بدل ہے اور بدل کی چار قسموں میں سے بدل الکل ہے۔ اور بدل ہی مقصود ہوتا ہے۔ تو اللہ کا راستہ مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کا ہاتھ پکڑنے سے طے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا شعر ہے ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور فرمایا ؎

ان ہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمہاری روحانیت گناہ کرتے کرتے یا غفلت کی زندگی سے کمزور ہوگئی ہے۔ اور تمہاری روح نفس کے مقابلے میں خرگوش ہوگئی ہے۔

اور خرگوش کبھی شیر کا شکار نہیں کرسکتا۔ فرماتے ہیں ؎

شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

تمہارا نفس شیر ہے اور تم باعتبارِ ضعیف رُوحانیت کے خرگوش ہو اور خرگوش شیر پر غالب نہیں آسکتا۔ لہٰذا کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرو ؎

ہیں مپر الّا کہ باپرہائے شیخ

مولانا فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے کے پروں کے ساتھ اُڑو۔ اپنے نفس کے کرگسی پروں سے مت اُڑ، کیوں کہ نفس مِثل کرگس (گِدھ) کے مردہ خور ہے۔ یہ دنیائے مردار کی طرف اڑا کرلے جائے گا۔ تم کسی اللہ والے کے پروں سے وابستہ ہو جاؤ کہ ان کا تعلق عالمِ قدس سے ہوتا ہے۔ وہ تمہیں دنیائے مردار کی محبت سے نکال کر اللہ تک پہنچادیں گے۔ فرماتے ہیں ؎

ہیں مپر الّا کہ باپر ہائے شیخ
تا بہ بینی کرو فرّہائے شیخ

اللہ والوں کے پروں کے ساتھ اڑو کیوں کہ ان کے پَر کرگسیت سے پاک ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ تمہیں دنیائے فانی وناپاک پر نہیں گرنے دیں گے۔ تم ان کی برکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کروگے۔ اللہ والوں کی کیا شان ہے اور ان کے فیضانِ صحبت سے کیا ملتا ہے؟ مولانا ہی کی زبان سے سنیے۔

فرماتے ہیں ؎

بازِ سلطاں گشتم و نیکو پیم
فارغ از مردارم و کرگس نیم

میں بازِ سلطانی ہو چکا ہوں یعنی اللہ کا مقرب بن چکا ہوں۔ اب میں کرگس نہیں ہوں کہ مردہ خوری کروں۔ میں مردہ خوری سے باز آچکا ہوں یعنی جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اس کے اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حمیدہ سے بدل جاتے ہیں۔ اور دنیا کی محبت سے آزاد ہو جاتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ لوگ ہمیں مولوی صاحب، مولوی صاحب کہتے تھے۔ لیکن شمس الدین تبریزی کی چند دن کی غلامی سے کیا ہوا؟ فرماتے ہیں ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

شمس الدین تبریزی کی غلامی سے مولوی جلال الدین مولائے روم بن گیا۔ آج ساری دنیا اسے مولانا روم کہتی ہے۔

صحبتِ اہل اللہ سے قوتِ عمل کا حصول

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ حضرت! آپ تو بہت بڑے عالم ہیں۔ آپ تو بخاری پڑھاتے ہیں، آپ کیوں گئے تھے حاجی امداد اللہ صاحب کے پاس؟ فرمایا: حاجی صاحب کے پاس میں مسئلہ پوچھنے نہیں گیا تھا، بلکہ مسئلہ پر عمل کرنے میں جہاں جہاں نفس غفلت اور سستی کرتا تھا اور جہاں نفس ہم پر غالب آجاتا تھا حاجی صاحب کی برکت سے نفس کو مغلوب کرنے گئے تھے۔ ہم قوتِ عمل لینے کے لیے حاجی صاحب کے پاس گئے تھے، علم لینے نہیں گئے تھے۔

نفس پر غلبہ پانے کے لیے صرف علم کافی نہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاہے کتنے ہی بڑے مولانا بن جاؤ، اے دنیا والو! نفس سے مغلوب رہوگے جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اٹھاؤ گے ؎

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

فرماتے ہیں: کسی اللہ والے کی صحبت اٹھاؤ، جو اپنے نفس پر غالب ہو چکا ہے۔ اس کی برکت سے تم بھی اپنے نفس پر غالب ہو جاؤ گے اور علم پر عمل کی قوت عطا ہو جائے گی۔ اور اگر ایسے لوگوں کی صحبت میں رہو گے جو اپنے نفس سے مغلوب ہیں تو تم بھی ہمیشہ اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کے غلام رہو گے۔ کیوں کہ جو شخص خود غلام ہے وہ دوسرے کو کیسے

آزادی دلا سکتا ہے؟ ایک قیدی دوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا۔ جو قیدی قید خانہ سے چھوٹ چکا ہے وہ باہر سے آکر ضمانت لے گا اور وہی رہائی دلا سکتا ہے۔ اس سے مراد اللہ والے ہیں جو اپنے نفس کی قید سے آزاد ہوچکے۔

تو ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) علماء کو ایسے اللہ والوں سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب اپنے اس شعر میں دیتے ہیں۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

دستارِ فضیلت پر جو علماء کو ناز ہے اگر ان کی یہ دستارِ فضیلت کسی اللہ والے کی دستارِ محبت میں گم ہو جائے یعنی اگر یہ کسی اللہ والے کی جوتیاں کچھ دن اُٹھالیں تو نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو عالم میرے پاس لاؤ۔ ایک وہ جو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائے ہوئے ہے، ان کا تربیت یافتہ ہے، اور دوسرا وہ عالم جس نے اہل اللہ کی صحبت نہیں اٹھائی اور مجھے مت بتانا کہ کون سا عالم صحبت یافتہ ہے اور کون سا نہیں۔ میں پانچ منٹ میں بتادوں گا کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ نہیں ہے۔

ضرورتِ شیخ پر ایک صَرفی قاعدہ سے استدلال

حضرت حکیم الامت مجدّد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے بحث کی۔ اس نے کہا کہ تزکیۂ نفس کی فرضیت کو تو تسلیم کرتا ہوں لیکن مزکّی کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود کتاب پڑھ کے اپنا تزکیہ کرلوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! تزکیہ فعلِ لازم ہے یا فعلِ متعدی؟ کہا فعلِ متعدی ہے۔ فرمایا کہ کیا فعلِ متعدی بھی فعلِ لازم کی طرح اپنے فاعل پر تمام ہو جاتا ہے؟ اللہ اکبر! کیا علمی نکتہ بیان فرمایا۔

حضرت فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسائلِ شریعت وطریقت کو مجھ پر بالکل واضح کردیا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم لے آؤ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے کہ ان شاء اللہ!

میں اس کو تسلی بخش جواب دوں گا۔ وہ صاحب بھی بڑے مولانا تھے۔ سکتے میں پڑ گئے کہ واقعی فعل متعدی تو فاعل پر تمام نہیں ہوتا۔ جَاءَ زَیْدٌ، جَاءَ فعلِ لازم ہے فاعل پر تمام ہوگیا۔ لیکن تزکیہ تو فعل متعدی ہے اس کے لیے ایک مزکّی ہونا چاہیے اور ایک مزکّٰی ہونا چاہیے۔ دیکھیے! صحابہ بھی اپنے نفوس کا خود تزکیہ نہیں کرسکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُزَکِّیۡهِمۡ ہمارا نبی ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ شخصیتِ رسالت نے تزکیہ کیا صحابہ کے قلوب کا۔ آج بھی وہی نائبینِ رسول اولیاء کرام علیٰ سبیلِ نیابت اس گئے گزرے دور میں بھی تزکیہ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ارے! اللہ کے عاشقین کو تلاش کیجیے۔ شمس الدین تبریزی جگہ جگہ چھپے ہوئے ہیں۔ یہ مولانا روم کے زمانے کے لیے خاص نہیں ہیں، قیامت تک ایسے شمس تبریز پیدا ہوتے رہیں گے جو مولوی جلال الدین کو مولائے روم بناتے رہیں گے۔ میں نے ایک دعا کی ہے آپ بھی یہ دعا کرلیجیے کہ ؎

یارب ترے عشّاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سماوات

یہ میرا ہی شعر ہے۔ میں خدا کے عاشقوں سے ملاقات کی بہت دعا کرتا رہتا ہوں اور ایک دفعہ میں نے ایک شعر اور کہا تھا کہ ؎

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

جیسے حاجی امداد اللہ صاحب، جیسے شمس تبریز، جیسے مولانا رومی، جیسے مولانا تھانوی یعنی بڑے بڑے اولیاء اللہ کے درمیان اختر جینا چاہتا ہے، اور ان ہی کے درمیان مرنا چاہتا ہے۔ اس تمنّا کو احقر نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

اہل اللہ کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے بغیر اللہ نہیں ملتے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو نہیں دیکھا کہ میں کیا ہوں۔ جب شمس الدین تبریزی کا بستر شاہِ خوارزم کے نواسے نے سر پر رکھا تھا تو ایک شعر کہا تھا ؎

ایں چنیں شیخ گدائے کو بہ کو
عشق آمد لَا اُبَالِیْ فَاتَّقُوْا

میں اتنا بڑا شیخ اور عالم تھا۔ آج اللہ کے عشق نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ گلی در گلی شمس الدین تبریزی کی غلامی کر رہا ہوں۔ لیکن یہ ان کی غلامی نہیں تھی، اللہ ہی کی غلامی تھی۔ اللہ ہی کے لیے مٹایا تھا اپنے آپ کو۔ اہل اللہ کا اکرام وہی کرتا ہے جس کے دل میں اللہ کی طلب اور پیاس ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے، گریجویٹ تھے، الٰہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا تھا۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند دن کی صحبت سے اللہ کی نسبت پا گئے۔ تعلق مع اللہ سے مشرّف ہو گئے اور جب تھانہ بھون سے جانے لگے تو فرمایا ؎

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو میرے دل بنا دیا

آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنا دیا

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

اور پھر کیا ہوا، شیخ العلماء بنے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنا مصلح بنایا۔ ایک عالم نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کو اپنا مصلح اور شیخ تجویز کیا ہے۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ بے مثل

انتخاب کیا۔ کیوں صاحب ! یہ گریجویٹ ،بی۔ اے ،ڈپٹی کلکٹر، انگریزی داں مولانا لوگوں کا شیخ بن رہا ہے؟ کیوں صاحب! یہ علماء ایک انگریزی داں کے سامنے کیوں زانوئے ادب تہہ کررہے ہیں؟ مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور کا مفتی انہیں اپنا شیخ بنا رہا ہے، اور اصلاحی خط وکتابت ہو رہی ہے۔ خواجہ صاحب کو لکھتے ہیں کہ مجھے ایسی ترکیب بتادیجیے کہ تعلق مع اللہ نصیب ہو جائے۔ خواجہ صاحب جواب لکھتے ہیں کہ

"بغیر شیخ کے سامنے اپنے نفس کو مٹائے ہوئے اللہ نہیں ملا کرتا"

اور مفتی صاحب کو یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا۔

پیشِ مرشد ذلیل ہو جاؤ
متبعِ بے دلیل ہو جاؤ

پھر تو سچ مچ جمیل ہو جاؤ
یعنی حق کے خلیل ہو جاؤ

ایک صاحب نے کہا کہ حضرت! جو دولت آپ نے حکیم الامت سے پائی ہے، مجھے دے دیجیے، تو فرمایا۔

مے یہ ملی نہیں ہے یوں قلب و جگر ہوئے ہیں خوں
کیوں میں کسی کو مفت دوں مے مری مفت کی نہیں

فرمایا کہ یہ دولت یوں ہی مفت میں نہیں ملتی۔ پہلے رگڑے کھاؤ، نفس کو مٹاؤ، پھر دل، دل بنے گا۔ فرماتے ہیں۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بہت مشکل سے بن پاتا ہے دل

صحبتِ اہل اللہ کے ساتھ مجاہدہ کی ضرورت

اہل اللہ کی صرف صحبت ہی کافی نہیں مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ اور اس کی

ایک عجیب مثال ہے۔ جون پور (ہندوستان) میں تلّی کا تیل جب چنبیلی کا تیل بنایا جاتا ہے تو تلّی کو پہلے مجاہدہ کراتے ہیں۔ خوب رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تلّی پر ایک ہلکا غلاف رہ جاتا ہے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سوئی چبھو دیں تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ تلّی کو رگڑ رگڑ کر کرایا جاتا ہے۔ اب چنبیلی کے پھولوں کو پھیلاتے ہیں پھر ان پھولوں پر وہ مجاہدہ کرائی ہوئی تلّی رکھتے ہیں۔ اس کے اوپر پھر چنبیلی رکھتے ہیں اور کئی ہفتہ، عشرہ اسی طرح رہنے دیتے ہیں تاکہ خوشبو تلی میں جذب ہو جائے۔ پھر اس کو کولہو یا مشین میں پیل دیتے ہیں اور چنبیلی کی ساری خوشبو اس تلّی میں آجاتی ہے۔ اب وہ تلی کا تیل نہیں کہلاتا روغنِ چنبیلی کہلاتا ہے۔ بس یہی طریقہ اللہ والا بننے کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا [۱۹] پہلے مجاہدہ ہو جس سے نفس کی بھوسی چھوٹے اور جذبِ اخلاقِ اولیاء کی صلاحیت پیدا ہو۔ جس ولی اللہ سے جس کو نسبت ہو، اس کے اخلاق کو جذب کرنے کی صلاحیت مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور مجاہدہ کیا چیز ہے؟ ذکر اللہ کا اہتمام اور بدنگاہی، بدگمانی، غیبت جتنے گناہ ہیں ان سے بچنے کی کوشش اور اگر مغلوب ہو رہا ہو تو شیخ کو اس کی اطلاع۔

شیخِ کامل سے نفعِ کامل حاصل کرنے کی شرائط

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کے چار حق ہیں۔ جب تک ان کو ادا نہ کرو گے فیض یاب نہ ہو سکو گے اور نفعِ کامل نہیں ہوگا۔ جن کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں بیان کر دیا ؎

شیخ کے ہیں چار حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتّباع و اعتقاد و انقیاد

یہ چار حق جس نے ادا کر لیے ان شاء اللہ! کامل ہو جائے گا یعنی شیخ سے اطلاعِ حالات بذریعۂ مکاتبت (خط و کتابت) اور اگر موقع ملے تو کبھی کبھی اس کی خدمت میں حاضری۔

[۱۹] الروم: ٦٩

کسی صاحبِ نسبت سے استفادہ کے لیے پہلی شرط

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی صاحبِ نسبت سے استفادہ کے لیے شرط یہ ہے کہ اس سے مناسبت بھی ہو۔ اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور اصلاح کے لیے اس کو شیخ بنانا یعنی بیعت ہونا بھی ضروری نہیں، صرف اصلاحی تعلق بھی کافی ہے۔ کیوں کہ بیعت ہونا تو فرض نہیں لیکن اصلاحِ نفس فرض ہے۔ اور اس کے لیے اصلاحی مکاتبت اور زندگی میں ایک بار چالیس دن مسلسل اپنے مصلح کے پاس رہنے کی بزرگوں نے ہدایت فرمائی ہے۔ اور اس میں جو کچھ بھی خرچ ہوگا وہ اللہ کے راستے میں شمار ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ! اگر زمین و آسمان کے سارے خزانے دے کر اللہ مل جائیں تو بھی یہ سستا سودا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دونوں عالم دے چکا ہوں مے کشو
یہ گراں مے تم سے کیا لی جائے گی

صاحبِ نسبت کے تھوڑے سے علم میں خدا کی طرف سے برکت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ چند دن کی مشقت کے بعد آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔ پھر تھوڑے سے علم میں خدا برکت دے دیتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب کوئی بڑے عالم نہیں تھے۔ آج کل مولانا محمد احمد صاحب (افسوس! اب حضرت دارِ آخرت کی طرف کوچ فرما گئے) اس کی ایک مثال ہے۔ مولانا علی میاں ندوی، قاری محمد طیب صاحب، شیخ الحدیث صاحب تمام بڑے بڑے علماء ان کی بزرگی کے قائل ہیں۔ حالاں کہ وہ باضابطہ عالم نہیں ہیں، کہیں بخاری نہیں پڑھاتے مگر وہی کہ سینے میں ایک درد بھرا دل عطا ہو گیا۔

کتاب اللہ کو سمجھنے کے لیے رجال اللہ کی ضرورت

لوگ کہتے ہیں کہ بس بخاری شریف پڑھنے سے اصلاح ہو جائے گی۔ ارے

میاں! اگر صرف تلاوتِ قرآن سے اصلاح ہوجاتی تو نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا؟ اور تزکیہ کی نسبت نبی کی طرف کیوں کی گئی؟

وَيُزَكِّيهِمْ کہ ہمارے نبی تمہاری اصلاح کریں گے۔ اصلاح کی نسبت نبی کی طرف ہے، اور پھر نائبینِ انبیاء کی طرف ہے۔ آدمی آدمی بناتا ہے۔ کتاب خود سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کتابُ اللہ کے لیے رجالُ اللہ پیدا کیے جاتے ہیں۔ دیکھیے! سورۂ فاتحہ کی تفسیر ''معارف القرآن'' میں مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ کتاب اللہ کو سمجھنے کے لیے رجال اللہ کی ضرورت ہے۔ اور کتاب پر عمل کرنے کے لیے ہمت کا پیٹرول بھی ان ہی مردانِ خدا کے سینوں سے عطا ہوتا ہے۔ اگر نبی وقت زندہ ہے تو نبی کے سینے سے اور اگر نبی زندہ نہیں ہے دنیا سے تشریف لے گیا تو اس کے نائبین کے سینوں سے۔ اور جنہوں نے رجال اللہ کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو سمجھنا چاہا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ صراطِ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کو چھوڑ کر دین نہیں مل سکتا۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا تھا کہ ہم حاجی امداد اللہ صاحب سے جو مرید ہوئے ہیں تو ہم نے ان سے مسئلہ پوچھنے کے لیے مریدی نہیں کی۔ مسئلہ تو حاجی صاحب ہم سے پوچھیں گے۔ لیکن ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے توفیق اور ہمت کا پیٹرول حاجی صاحب سے ہم لینے گئے تھے۔

دیکھیے! اتنے بڑے بڑے علماء بھی اہل اللہ سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہوئے۔ بس سبق لینے کی بات ہے۔ تو میرے دوستو! اصلاح کے لیے کسی مصلح سے تعلق ضروری ہے۔ لیکن اللہ والوں کی دوستی ان کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اور ان کی صحبت میں رہنا ہی کافی نہیں، ان کو اپنے حالات بتانا پھر ان کے مشوروں کی اتباع بھی ضروری ہے۔ صحبت کے حقوق بھی تو ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کی مرغ کی دعوت کردی یا چائے پلادی اور اصلی مکھن کھلا دیا اور سمجھے کہ ان کی صحبت کا حق ادا ہوگیا۔

صحبتِ اہل اللہ کے حقوق میں ہے کہ اپنے حالات ان سے بیان کیے جائیں۔ پھر ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔ اطلاع اور اتباع ہو اخلاص کے ساتھ۔

نفس کو مٹانے کے لیے اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے

یہ (تکبر) بیماری بہت خطرناک ہے اور اس کے علاج کے لیے خانقاہوں کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اہل اللہ سے تعلق جوڑا کہ ہمارا نفس مٹ جائے۔ اور مٹنے سے جو پھر ان کو مقبولیت عطا ہوئی، ایسی شہرت و عزت اللہ نے دی کہ قیامت تک ان کا نام زندہ رہے گا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت صوفیا کے اندر خاص ہوتی ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کو مٹاتے چلے جاتے ہیں۔ بہت کچھ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے میرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مَسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

ہمارے بزرگوں نے اپنے کو مٹا کر دکھا دیا، اور ہم کو بندگی و عبدیت کا سبق دے گئے۔

اہل اللہ سے استغنا کا انجام

میں کہتا ہوں کہ سوائے عذاب و پریشانی و حیرانی کے اس شخص کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا جو بزرگوں سے مستغنی ہوتا ہے۔ ساری زندگی ناک رگڑ کر تسبیحات پڑھ لو لیکن جب تک کسی شیخ سے تعلق نہیں ہو گا، اس کے مشورہ کے مطابق عمل نہیں ہو گا کامیابی نہیں ملے گی۔ مگر بھائی! شرط یہ ہے کہ شیخ، شیخ ہو، متبعِ سنت و شریعت ہو، گنجیڑی بھنگیڑی، سٹہ باز نہ ہو۔ آج کل لوگ ایسے کو بھی شیخ بنا لیتے ہیں جو سمندر کے کنارے لنگوٹی باندھے راکھ ملے ہوئے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں۔ روزہ نماز کچھ نہیں۔ کیوں کہ نماز تو کعبہ شریف میں پڑھ لیتے ہیں پھر یہاں کیوں پڑھیں۔ ان سے کہو کہ جب نماز کعبہ

میں پڑھتے ہو تو کعبہ ہی میں زمزم پی لو۔ وہیں کھجور کھالو۔ ایسا مبارک کھانا چھوڑ کر یہاں کیوں کھاتے ہو؟ ہم اب کھانا نہیں دیں گے۔ تین دن کے بعد پھر کراچی ہی میں پڑھے گا نماز۔

اہل اللہ سے تعلق اللہ کے لیے ہو

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عزت پہلے قوم میں ایسی نہیں تھی جیسی بعد میں، حضرت حاجی صاحب کی نسبت سے اور حاجی صاحب کی غلامی کے صدقہ میں عطا ہوئی اور قوم میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو چمکایا۔ مگر عزت کی نیت سے اہل اللہ سے تعلق نہیں جوڑنا چاہیے بلکہ اللہ کے لیے جوڑنا چاہیے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ دے دیں ان کی مرضی۔ چاہے اسمِ باطن کی تجلّی ڈال دیں اور ہم کو گم نام کر دیں اور چاہے اسمِ ظاہر کی تجلی ہم پر کر کے ہمیں مشہور کر دیں۔

ترکِ گناہ کا آسان طریقہ

گناہ چھوڑنا جس کو مشکل معلوم ہو رہا ہو تو وہ کسی شیخ کی صحبت میں چالیس دن رہ لے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! سب کام بن جائے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے شیخ کے ساتھ چالیس دن رہ لے اس میں ایک حیاتِ ایمانی اور نسبت مع اللہ پیدا ہو جائے گی۔ جیسے اکیس دن مرغی کے پروں میں انڈا رہے تو اس میں جان آجاتی ہے یا نہیں؟ پھر وہ خود چھلکا توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ تو فرمایا کہ چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ لو۔ لیکن اس طرح سے کہ خانقاہ سے باہر نہ جاؤ۔ حتیٰ کہ پان کھانے بھی نہ جاؤ۔ حدودِ خانقاہ میں پڑے رہو۔ ان شاء اللہ! چالیس دن میں نسبت مع اللہ عطا ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قیامِ خانقاہ میں تسلسل بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ دس دن رہے، پھر گھر چلے آئے اور پھر جا کر دس دن لگا دیے۔ چار قسطوں میں چالیس دن پورے کیے۔ اس سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر مرغی اور انڈے میں

اکیس دن کا تسلسل نہ ہو۔ کبھی مرغی کو ہُش کر کے بھگا دیا یا انڈے کو مرغی کے نیچے سے نکال لیا اور دس گھنٹے کے بعد پھر رکھ دیا تو اس فصل سے اور تسلسل کی کمی سے انڈے میں جان نہیں آئے گی اور اس میں بچہ نہیں پیدا ہو گا۔ اسی طرح مسلسل چالیس دن شیخ کی صحبت میں رہے تو نفع کامل ہو گا۔

انوارِ یقین اہل اللہ کے قلوب سے ملتے ہیں

ایک شخص نے لکھا کہ حضرت! کیا شیخ سے صرف خط و کتابت سے ہم ولی اللہ نہیں ہو سکتے؟ فرمایا کہ اگر بیوی لاہور میں اور شوہر کراچی میں ہے اور دونوں عمر بھر خط و کتابت کرتے رہیں تو کیا بچہ پیدا ہو گا؟ اصل میں شیخ کی خدمت میں جسم کے ساتھ حاضر رہنے سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب میں انوارِ یقین و انوارِ نسبت منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کتابوں سے ہمیں شریعت کے کمیات ملتے ہیں یعنی مقادیرِ احکامِ شرعیہ کہ مغرب کی تین رکعات ہیں، عشاء کی چار، فجر کی دو ہیں وغیرہ، لیکن کس کیفیت سے ہم نماز پڑھیں؟ کس درد سے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کہیں؟ کس کیفیتِ ایمانی سے اللہ کا نام لیں؟ یہ کیفیات ملتی ہیں اللہ والوں کے سینوں سے۔

کمیّاتِ احکامِ شرعیہ کے ملتے ہیں کتابوں سے اور کیفیاتِ ایمانیہ ملتی ہیں اہل اللہ کے سینوں سے۔ ان کے دل کا نورِ یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے علمائے دین! میرے علم میں جو برکت آپ دیکھ رہے ہیں یہ خالی کتب بینی سے نہیں حاصل ہوئی، بلکہ قطب بینی سے حاصل ہوئی ہے۔ میں نے کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی کی ہے۔ میں نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی، مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی، مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ یہ حضرات اپنے وقت کے قطب تھے۔

اگر آج بھی وہ علمائے دین جن کا تعلق کسی سے نہ ہو اگر کسی اللہ والے سے جس سے مناسبت ہو تعلق قائم کر لیں تو زندگی کا مزہ آجائے۔

توفیقِ عمل اور عمل میں اخلاص اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے

صرف علم کافی نہیں ہے، یہ باتیں سن لینا کافی نہیں ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق بھی شامل نہ ہو۔ بہت سے باورچی یخنی پکاپکا کر پلارہے ہیں، دوکان کھولے ہوئے ہیں، سب کو یخنی پلاپلا کر تگڑا کررہے ہیں، لیکن ظالم خود نہیں پیتا۔ بس یہ حال ہے اس واعظ اور جامع الملفوظات کا جو اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ دوسرے لوگ اس کے ملفوظات پڑھ کر اور عمل کر کے صاحبِ نسبت ہورہے ہیں اور یہ خود اللہ سے محروم ہے، گناہوں کے بادلوں میں اس کی نسبت مع اللہ کا چاند پوشیدہ ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے اس پر عمل کر کے دیکھیے۔ بدنگاہی گناہ ہے یہ معلوم ہے لیکن یہ معلوم ہونا کافی نہیں بدنگاہی سے بچیے تب یہ معلوم معمول بنے گا۔ علم پر عمل اور عمل میں اخلاص ڈال دیجیے پھر دیکھیے کیا ملتا ہے۔ کیوں کہ اگر دکھاوا ہے تو بھی عمل قبول نہیں ہے۔ اور توفیقِ عمل اور عمل میں اخلاص اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔ لہٰذا اللہ والوں کی صحبت کے بغیر تو کام بنتا ہی نہیں۔

ولایت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! صرف نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے، بڑے سے بڑے اولیاء کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا تھا ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان است

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بادل اب بھی برس رہا ہے۔ اللہ کی رحمت کے خزانے اب بھی کھلے ہوئے ہیں۔ وہ رحمت کا بادل اب بھی موتی برسارہا ہے ؎

خم و خم خانہ با مہر و نشان است

اللہ کے خم خانے یعنی شرابِ معرفت و محبت کے مے خانے اب بھی اللہ تعالیٰ کے پاس بے شمار ہیں۔ عمل کر کے دیکھو۔ جو شخص کہتا ہے کہ اب پہلے زمانے کی طرح ولی اللہ نہیں ہوسکتے، وہ جاہل ہے، نادان ہے۔ قرآنِ پاک کی اس آیت سے ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ ولی اللہ بنو۔ لیکن ولی اللہ کہاں بنوگے؟ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ میرے اولیاء کی صحبت سے بنوگے۔ ان کے ساتھ رہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا تو بتاؤ کہ قرآنِ پاک چند صدیوں کے لیے ہے یا قیامت تک کے لیے ہے؟ تو ولی اللہ بننے کا دروازہ قیامت تک کے لیے اس آیت میں ہے یا چند زمانے کے لیے ہے؟ قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ بننے کا دروازہ کھولا ہوا ہے اور اسی درجہ کے اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ اللہ کے یہاں کوئی کمی نہیں بلکہ پہلے اولیاء اللہ سے بھی بڑے اولیاء اللہ پیدا کر سکتا ہے۔

اہل اللہ اسرافیلِ وقت ہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت کے اسرافیل ہیں۔ جیسے اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونکیں گے تو مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔

ہیں کہ اسرافیلِ وقت اند اولیاء
مردہ را زیں شاں حیات ست و نما

مُردوں کو جیسے اسرافیل علیہ السلام سے حیات ملے گی، مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت سے بھی مردے زندہ ہو جاتے ہیں یعنی غافل اللہ والا بن جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے فقہی مسئلہ سے صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر پر عجیب استدلال

جو اللہ والے مجاہدہ کیے ہوئے ہیں، ان کی صحبت کی برکت سے بہت جلد انسان ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال دیکھیے! آپ کے پاس دس ہزار روپے ہیں، اور ربیع الاوّل میں مثلاً آپ زکوٰۃ دیتے ہیں، تو صفر میں ایک رقم دس ہزار کی اور آگئی۔ تو ربیع الاوّل میں آپ پر بیس ہزار کی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ حالاں کہ اس دس ہزار پر ابھی پورا سال نہیں گزرا، لیکن پہلے دس ہزار پر گیارہ مہینے گزر چکے ہیں۔ اس رقم نے گیارہ مہینے مجاہدہ کیا ہے۔ لہٰذا اب جو رقم آئی وہ ایک ہی مہینہ میں بالغ ہو گئی یعنی ربیع الاوّل میں زکوٰۃ اس پر

بھی فرض ہو جائے گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ گیارہ مہینہ کی مجاہدہ کی ہوئی رقم کی صحبت اس کو مل گئی۔ اس صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس رقم کو جو سال بھر میں زکوٰۃ کے قابل ہوتی ایک ہی مہینہ میں اس قابل کر دیا کہ وہ زکوٰۃ کے قابل ہو گئی۔

اسی طرح جو اہل اللہ کے راستے میں پہلے سے بہت بڑے بڑے مجاہدات کیے ہوئے ہیں، ان کی صحبت کے صدقے میں اللہ تعالیٰ جلد اللہ والا بنا دیتا ہے۔

تو حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے اتنے بڑے واقعہ سے یہ سبق ملا کہ اللہ والوں کی صحبت سے اتنی جلد اللہ کا راستہ طے ہو جاتا ہے ؎

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اس طرف سے مسافت رہے گی کم

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حکیم اختر! یوں تو اللہ کا راستہ مشکل ہے، نفس سے مقابلہ مشکل ہے، مگر اللہ والوں کی صحبت سے اور ان کی دعاؤں سے اللہ کا راستہ نہ یہ کہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے۔

تجلیاتِ جذب کا مکان مجالسِ اہل اللہ

اللہ تعالیٰ نے تجلیاتِ جذب کا زمانہ بھی بتادیا اور مکان بھی بتادیا۔ ایک حدیثِ پاک میں زمانہ بتایا گیا کہ پورے زمانے میں قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تجلیات برستی رہیں گی اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِيْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَفَحَاتٍ[٢٠] تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے کے دن رات میں یہ تجلیات جن سے اللہ اپنے بندوں کو جذب کرتا ہے نازل ہوتی رہیں گی۔ ان کو تلاش کرتے رہو، اگر کوئی تجلی حاصل ہو گئی تو پھر تم کبھی شقی نہیں ہو سکتے۔ مگر ان کا مکان کہاں ہے، یہ کہاں ملیں گی؟ تو دوسری حدیثِ پاک لَا یَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ[٢١] میں بتادیا گیا کہ اللہ والوں کی صحبت میں ملیں گی۔ جہاں اللہ تعالیٰ بندوں کو

---

[٢٠] كنز العمال: ٧/٦٩، (٢١٣٢٤)، باب صلٰوة النوافل والفصل فى الترغيب فيها، مؤسسة الرسالة

[٢١] صحيح البخارى: ٢/٩٤٨، (٦٤٤٣)، باب فضل ذكر الله تعالى، المكتبة المظهرية

اپنی طرف جذب کرلیتا ہے، اور ان کا جلیس وہم نشین کبھی بد بخت و شقی نہیں رہ سکتا۔ معلوم ہوا کہ شقاوت سے محفوظ رکھنے والی تجلیاتِ جذب کا مکان اہل اللہ کی مجالس ہیں۔

صحبتِ شیخ میں رہنے کی مدت

سب سے پہلے تو کسی مربیؔ اور شیخِ کامل سے تعلق کامل ہونا چاہیے اور اس کی صحبت میں اس طرح رہے کہ کچھ دن تسلسل کے ساتھ اس کے ساتھ رہ لے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جیسے انڈا مسلسل اکیس دن جب مرغی کے پروں میں رہتا ہے تب اس میں جان آتی ہے۔ اگر کچھ دن مرغی کے پروں میں انڈا رکھ دو پھر یا مرغی کو بھگا دو یا انڈا اٹھا لو تو انڈے میں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ جس طرح انڈے میں جسمانی حیات کے لیے ایک مدت تک مرغی کے پروں میں رہنا ضروری ہے، یہاں تک کہ مردہ زردی حیات پاکر بچہ بن جائے اور پھر وہ چونچ سے چھلکے کی سیل توڑ کر باہر آجاتا ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کم سے کم چالیس دن مسلسل کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ لو مگر اس طرح کہ خانقاہ کی حدود سے پان کھانے کے لیے بھی نہ نکلو۔ چالیس دن بالکل اپنے کو خانقاہ میں محصور کرلو۔ تو اللہ تعالیٰ پھر ایک روحانی حیات عطا فرماتے ہیں جس کو ''نسبت'' کہتے ہیں۔ یہ بات چاہے ابھی سمجھ میں نہ آئے لیکن کر کے دیکھیے۔ جیسے زردی سے کہو کچھ دن مرغی کے پروں کی گرمی لے لو تو بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس زردی میں اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ سن سکے۔ اسے تو کوئی بس مرغی کے پروں میں رکھ دے یہاں تک کہ اکیس دن بعد بچہ انڈے کے چھلکوں کو توڑ کر بزبانِ حال یہ شعر پڑھتا ہوا نکلتا ہے ؎

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ تو گریباں نہیں رہا

اللہ والوں کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ ایسی روحانی حیات دیتا ہے کہ سالک غفلت کے تمام تعلقات کو خود بخود توڑ دیتا ہے۔

آیتِ قرآنیہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا مطلب

اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ فرمایا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ قیامت تک اہل اللہ کو پیدا فرماتے رہیں، کیوں کہ انہوں نے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسی زمانے میں قرآنِ پاک کی تعلیمات پر عمل محال ہوجائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل کیا کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرکے میرے دوست بن جاؤ۔ اور اپنی غلامی کے سر پر تاجِ ولایت رکھ لو۔ ابھی تو خالی مؤمن ہو لیکن ولی نہیں ہوسکتے جب تک تقویٰ اختیار نہیں کروگے۔ لیکن تقویٰ کہاں سے ملے گا؟

فرماتے ہیں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ تقویٰ متقین کی صحبت سے ملے گا۔ جس کی تفسیر علامہ آلوسی نے کی ہے خَالِطُوۡھُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَھُمۡ[۲۲] یعنی اتنا زیادہ ساتھ رہو اللہ والوں کے کہ ان ہی جیسے ہوجاؤ۔ جیسے ان کی اشکبار آنکھیں ہیں، ہمیں بھی وہ آنسو مل جائیں۔ جیسے درد بھرے دل سے ان کے سجدے ہوتے ہیں، ہم کو بھی نصیب ہوجائیں۔ جیسے وہ راتوں کو اُٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں، ہم کو بھی وہی توفیق مل جائے۔ وہ ساری نعمتیں ہم کو بھی مل جائیں جو اللہ والوں کو نصیب ہیں۔ یہ معنیٰ ہیں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے کہ اتنا رہو ان کی صحبت میں کہ ان جیسے ہی بن جاؤ۔ اسی لیے حکیم الامت نے فرمایا کہ کم از کم چالیس دن تسلسل کے ساتھ اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔ پہلے زمانے میں کم سے کم دو سال تک لوگ اللہ والوں کی خدمت میں رہتے تھے۔ پھر حاجی امداد اللہ صاحب نے یہ مدت چھ مہینے کردی، اور پھر حکیم الامت نے ہمارے ضعف و قلتِ طلب کو دیکھ کر چالیس دن کی مدت کردی کہ کم سے کم چالیس دن شیخ کے پاس رہے۔

کتاب اللہ اور صحبتِ نبی کے متعلق ایک علمِ عظیم

اب دو باتیں اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ[۲۳] نازل ہوئی۔

---

۲۲ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۳ العلق: ۱

یتیمے کہ نا کردہ قرآن درست
کتب خانۂ چند ملت بہ شست

وہ یتیم شخصیت جو نبوت سے آراستہ کی جارہی ہے اس پر صرف اِقْرَاْ نازل ہونے کے ساتھ ہی ساری آسمانی کتابیں منسوخ کردی گئیں۔ ابھی قرآنِ پاک مکمل نازل نہیں ہوا، لیکن اس وقت جو لوگ ایمان لائے وہ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ [۲۴] ہوئے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ صحبت بہت بڑی نعمت ہے۔ شرفِ صحابیت کو اللہ تعالیٰ نے مکمل قرآنِ نازل ہونے پر مشروط نہیں کیا بلکہ جو ابتدا میں ایمان لائے ان کا درجہ زیادہ فرمایا اور قرآنِ پاک مکمل نازل ہونے کے بعد جو ایمان لائے ان کو صحابیت کا وہ مقام نہیں ملا جو حضرت ابو بکر صدیق کو، جو حضرت عمر فاروق کو، جو حضرت عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملا۔ معلوم ہوا کہ صحبت بہت بڑی نعمت ہے۔ ایک آدمی آتا ہے اور حالتِ ایمان میں نبی کو دیکھ لیتا ہے اور فوراً ہی اس کا ہارٹ فیل ہوجاتا ہے، بتایئے! وہ صحابی ہوا یا نہیں؟ ابھی اس نے کوئی عمل نہیں کیا لیکن صحابی ہوگیا۔ اس کے بعد کوئی بہت بڑے بڑے اعمال کرے لیکن نبی کو نہ دیکھے تو ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اس کی ایک اور مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ سورج دیکھ لینے کے بعد پھر کوئی دوسرا لاکھ چاند اور ستارے دیکھے اسے سورج دیکھنے والے کا مقام نصیب نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ نبوت تھے۔ میرا ایک نعت کا شعر ہے ؎

آپ کا مرتبہ اس جہاں میں
جیسے خورشید ہو آسماں میں

دوستو! صحبتِ اہل اللہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس پر اگر کتابوں کی کتابیں لکھی جائیں تو حق ادا نہیں ہوسکتا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہم لوگ عالم نہیں تھے؟ لیکن آہ! دنیا میں ہمارا

۲۴؎ التوبۃ: ۱۰۰

کوئی مقام نہ تھا، لیکن جب حاجی صاحب کے پاس گئے نفس کی اصلاح کرائی، ذکر اللہ کیا، حضرت حاجی صاحب کی دعاؤں اور توجہات سے اللہ تعالیٰ نے ان علماء کو کیا مقام عطا فرمایا کہ علم و عمل کے آفتاب بن کر چمکے۔

صحبتِ اہل اللہ سے راہِ تقویٰ لذیذ ہوجاتی ہے

اب رہ گیا یہ سوال کہ تقویٰ کی راہ توبظاہر بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میاں حکیم اختر! اللہ کا راستہ بظاہر تو مشکل ہے، لیکن جب کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجاتا ہے تو یہ راستہ، تقویٰ کا راستہ، ولایت کا راستہ، سلوک کا راستہ نہ صرف یہ کہ آسان ہوجاتا ہے بلکہ لذیذ تر اور مزیدار ہوجاتا ہے۔ اور اس کے متعلق ایک شعر میں پیش کرتا ہوں ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے تو نفس و شیطان کے رخ بدل جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص پر وہ پھر قابو نہیں پاتے اور تقویٰ کا حصول آسان ہوجاتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نسخہ کیمیا بتادیا کہ اے دنیا والو! اے سائنس دانو! جس طرح تم دیسی آم کو لنگڑے آم کی قلم سے لنگڑا آم بناتے ہو اسی طرح اگر تم ہمارے خاص بندوں کی صحبت میں اپنے دیسی دل کی قلم لگالو تو ہم دیسی دل کو اللہ والا دل بنادیتے ہیں۔ اور جس طرح لنگڑے آم کی قلم سے جب دیسی آم لنگڑا آم بن جاتا ہے تو دیسی آم کا نام بدل جاتا ہے، دام بدل جاتا ہے، کام بدل جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے غافل اور نافرمان دل اللہ والا دل ہوجاتا ہے۔ پھر اس کی قیمت اور دام اور کام کا کیا پوچھنا! سینکڑوں دل اس کی برکت سے اللہ والے بن جاتے ہیں۔

صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر

صحبت سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ

نبوت کو ایمان کی حالت میں دیکھ لیا، ابھی کوئی نماز نہیں پڑھ سکا اور شہید ہو گیا۔ بعضے ایسے صحابی ہیں کہ ایمان لانے کے بعد ہی شہید ہو گئے۔ بتایئے! کیا سارے عالم کے اولیاء اللہ اور تہجد گزار ان کو پاسکتے ہیں؟ یہ ہے صحبت کا اثر۔ کیوں کہ اس نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لمحہ کی صحبت پالی اب قیامت تک کے اولیاء اللہ امام ابو حنیفہ اور امام بخاری، شیخ عبد القادر جیلانی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ البتہ اولیاء اللہ کی صحبت سے اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ اسی لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم ہے کہ صادقین متقین کی صحبت میں رہو۔ اور کل عرض کر چکا ہوں کہ کتنا ان کے ساتھ رہیں خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ اتنا ساتھ رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ۔

گناہ چھوڑنا نہیں پڑے گا بلکہ خود بخود چھوٹ جائے گا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ والوں کے پاس اس لیے نہیں جاتے کہ وی سی آر چھوڑنا پڑے گا، سینما چھوڑنا پڑے گا، عورتوں کی نظارہ بازی اور عشقِ حرام کی لذتوں کی درآمدات پر پابندی عائد کر دیں گے، ہر گناہ چھوڑنا پڑے گا، مگر حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ چھوڑنا نہیں پڑے گا خود بخود چھوٹ جائے گا۔ ایسا یقین ایسا ایمان اللہ والوں کی صحبت سے نصیب ہو گا کہ آپ گناہ چھوڑ کر خوشی منائیں گے، سجدۂ شکر بجا لائیں گے۔ اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ یا اللہ! گناہوں کی گٹر لائن، غلاظت اور نجاست کی نالیوں سے آپ نے ہم کو نکال کر تقویٰ والی زندگی نصیب فرما دی۔

اور حضرت نے عجیب و غریب مثال دی کہ ایک آدمی دس ہزار رشوت لے کر بھاگا جا رہا ہے اور دل میں سوچ رہا ہے کہ اپنی بیوی کے لیے فلاں فلاں چیز خریدوں گا اور زمین کا فلاں پلاٹ خریدوں گا کہ اتنے میں اس کا ایک گہرا دوست آتا ہے اور کہتا ہے کہ پیچھے پولیس آرہی ہے۔ تمہارے ان نوٹوں پر پولیس کے اور رشوت دینے والے کے دستخط بھی ہیں۔ تمہیں پھنسانے کے لیے یہ رشوت دی گئی ہے۔ وہ گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ ایک کھلا ہوا گٹر نظر آتا ہے۔ کہتا ہے کہ خدا اس ڈھکن چور کا بھلا کرے اور اس کو بھی اللہ والا بنا دے کہ آیندہ چوری نہ کرے اور دس ہزار کی رقم فوراً گٹر میں

پھینک دیتا ہے۔ بتائیے! یہ نوٹ چھوڑ کر وہ خوش ہو گا یا غمگین؟ خوش ہو گا کہ جان بچی تو لاکھوں پائے ورنہ دس سال کی قید ہوتی اور نہ جانے کتنا جرمانہ ہوتا۔ اب جتنا پولیس پر یقین ہے، جتنا حکومت کے ڈنڈوں پر یقین ہے، اللہ والوں کی صحبت سے جب اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم پر ایمان ویقین پیدا ہو جائے گا تو گناہ چھوڑنے نہیں پڑیں گے، خود بخود چھوٹ جائیں گے اور گناہ چھوڑ کر آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

صحبتِ اہل اللہ کی نافعیت کی ایک مثال

میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ایک مثال اور دیتے ہیں کہ دس لاکھ کی کار کسی نے خریدی اور اس کے خریدنے کے لیے کتنا مجاہدہ کیا۔ محنت سے دن رات کمایا، خون پسینہ بہا کر روپیہ روپیہ جمع کیا، پھر کار خریدی اور آپ نے اس سے دوستی کرلی۔ دوستی کی برکت سے کبھی آپ کو اپنی کار میں بٹھالے گا کہ کہاں جارہے ہو، آؤ بیٹھ جاؤ۔ محنت و مجاہدہ اس نے کیا اور آپ نے محنت نہیں کی لیکن دس لاکھ کی کار میں آپ کو کیوں بٹھالیا؟ محبت اور تعلق کی وجہ سے۔

دوستو! اسی طرح جو لوگ اللہ والوں سے محبت و تعلق رکھتے ہیں، ان اللہ والوں کے مجاہدات کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو بھی ولایت کے بلند مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہ اللہ والوں کی برکت ہوتی ہے کہ تھوڑے مجاہدہ پر ان کے تعلق کی برکت سے انعام بڑا مل جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کو ولایت کے لیے منتخب کر لیتے ہیں تو اعمالِ ولایت، جذباتِ ولایت، خیالاتِ ولایت، اخلاقِ ولایت خود عطا فرماتے ہیں۔ دیکھیے! حکومت کسی کو پہلے ڈپٹی کمشنری کے لیے منتخب کرتی ہے، پھر بنگلہ ملتا ہے، پھر سرکاری موٹر ملتی ہے، پھر سرکاری جھنڈا اس کی کار پر لگایا جاتا ہے، پھر پولیس اس کی حفاظت کے لیے دی جاتی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ آسمان پر فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس بندے کو مجھے اپنا ولی بنانا ہے۔ اس انتخاب کے بعد پھر اس کو اعمالِ اولیاء، اخلاقِ اولیاء، جذباتِ اولیاء، لذتِ مناجات، سجدہ کی لذت اور ایسی تمام نعمتیں خود عطا فرماتے ہیں۔ اور بندہ بزبانِ حال کہتا ہے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

ہمہ تن ہستیٔ خوابیدہ مری جاگ اٹھی
ہر بُنِ مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

جو بھی ولی ہوا کسی ولی کی صحبت سے ہوا

آپ اپنے اکابر کی تاریخ دیکھ لیجیے کہ جو بھی ولی اللہ بنے ہیں کسی ولی کی صحبت سے بنے ہیں۔ اگر شاذونادر کوئی واقعہ ہو تو اس میں بھی کسی ولی کی غائبانہ توجہ ہوئی ہے۔ ورنہ دستور یہی ہے کہ جو بھی ولی ہوا کسی ولی کی صحبت سے ہوا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کسی اللہ کے ولی سے دوستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کو ہر وقت لطف و کرم سے دیکھتے ہیں کہ اِنَّ اللهَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِ اَوْلِیَاءِہٖ بِاللُّطْفِ وَالْکَرَمِ فَمَنْ کَانَتْ مَحَبَّتُهٗ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جن جن کی محبت ان کے دلوں میں ہوتی ہے یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ بِاللُّطْفِ وَالْکَرَمِ [۲۵] اللہ کا کرم ان پر بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے آہستہ آہستہ وہ بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ جس کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں حکیم الامت کو خطاب کر کے کہ ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اور حکیم الامت کے متعلق فرما رہے ہیں ؎

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنا دیا

صحبتِ اہل اللہ سے تعلق مع اللہ اور توفیقِ اعمالِ صالحہ نصیب ہوئی

تیسرا نسخہ کیا ہے؟ خدا کے عاشقوں کی صحبت۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ

[۲۵] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۹۱ (۲۲۸۸)، باب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

تیسرا نسخہ دونوں نسخوں (حق تعالیٰ کے انعامات کا مراقبہ، ذکر اللہ کا التزام) کی روح ہے۔ اس لیے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں خدا کی محبت مانگی وہیں اللہ والوں کی محبت بھی مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۲۶]

اے خدا! مجھے اپنی محبت بھی دے اور اپنے عاشقوں کی محبت بھی دے اور ان اعمال کی محبت بھی دے جن سے تیرے عشق و محبت کی دولت ملتی ہے۔

علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیثِ پاک میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی؟ اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا کہ اللہ والوں کی محبت ایسی چیز ہے جو خدا کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ قائم کر دیتی ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ والوں سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت بھی دے دیتے ہیں اور اعمال کی توفیقات بھی دے دیتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو اے علماء حضرات! جو کچھ کتابوں میں پڑھتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ علمِ نبوت ہے۔ علمِ نبوت ایک تو ظاہری ہے، لیکن اگر چاہتے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ باطن بھی مل جائے تو ”از سینۂ درویشاں باید جست“ اللہ والوں کے سینوں سے حاصل کرو، یہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ اپنے وقت کا امام بیہقی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کا مصنّف۔ حضرت مظہر جانِ جاناں کا خلیفہ ہے، شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو امام بیہقی فرماتے تھے۔

تقویٰ عبادت سے نہیں صحبتِ صالحین سے نصیب ہوتا ہے

اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے اور تقویٰ کے لیے جب تک ہم اللہ والوں کی اور اہلِ تقویٰ کی صحبت اختیار نہیں کریں گے ہمت نہیں ہوگی۔ یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے بتایا

[۲۶] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایج ایم سعید

ہے۔ عبادت کرنا آسان ہے لیکن تقویٰ اختیار کرنا اور گناہ چھوڑنا جب تک تقویٰ والوں کے ساتھ نہ رہو گے گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں پاؤ گے۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں فرمائی ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تاکہ تقویٰ والے ہو جاؤ۔ عبادت سے ولی اللہ نہیں ہوسکتے جب تک تقویٰ نہ ہو۔

اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ

جب تک متقی نہیں بنو گے ہم تم کو ولی نہیں بنائیں گے۔ لاکھوں حج کرلو، لیکن جب تک گناہ نہیں چھوڑو گے ہمارے ولی نہیں ہوسکتے۔ ہماری ولایت حج، عمرہ اور تسبیحات سے نہیں، تقویٰ سے ملے گی، اور تقویٰ ملے گا اہلِ تقویٰ کی صحبت سے۔

ولی اللہ بننے کا نسخہ

بمبئی میں ایک شخص نے پوچھا کہ ولی اللہ بننے کا نسخہ بتایئے۔ میں نے کہا کہ ابھی ایئرپورٹ پر بتاتا ہوں۔ یہ ہوائی جہاز زمین سے بنتا ہے یا آسمان سے آتا ہے؟ سارا میٹیریل زمین کا ہوتا ہے۔ لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ سب زمین کا ہے، مگر یہ زمین سے ٹیک آف کیسے کرلیتا ہے؟ ایک اسٹیم، دوسرا پائلٹ آگے بیٹھا ہوتا ہے اور تیسری ایک اور وجہ ہے کہ اس کی اسٹیم میں کوئی ہتھوڑا نہ مار دے یعنی اسٹیم نہ نکالے۔ بس یہ تین کام کرلو دنیا میں رہتے ہوئے بھی ولی اللہ بن جاؤ گے۔ جس پر میرا ایک اردو میں شعر ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

ہم لوگ بھی زمین کے ہیں۔ تین کام کرلیں: ایک اللہ کی محبت کی اسٹیم ہو۔ دوسرے کوئی اللہ والا اپنا راہ نما ہو، مشیر وراہ بر ہو۔ تیسرے ہماری اسٹیم محبت میں کوئی ہتھوڑا نہ مارا جائے۔ مثلاً آنکھ سے بد نظری کرلی تو یہاں سے اسٹیم نکال دی۔ کان سے گانا سن لیا تو اسٹیم نکل گئی۔ یہ پانچ ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں (آنکھ، کان، ناک، زبان اور ہاتھ پیر کی) اسٹیم بھری ہو اور ٹونٹیاں بھی بند ہو تو جہاز چل پڑے گا۔

صحبتِ شیخ کی اہمیت پر آیتِ قرآنیہ سے استدلال

اللہ والوں کی صحبت سے دل میں محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ صحبت اگر ضروری نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں فرماتے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِیِّ آپ صبر کرکے صحابہ میں بیٹھیے اور اپنی صحبت کے شرف سے ان کا تزکیہ فرمائیے۔

صراطِ مستقیم صراطِ منعم علیہم ہے

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ

اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کا بدل صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ہے۔ یعنی اے اللہ! جن پر آپ نے انعام نازل کیا، جو آپ کے پیارے بندے ہیں ان کا راستہ دکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نازل فرمارہے ہیں کہ سیدھے راستے کا خواب مت دیکھنا خالی کتابوں سے، سیدھے راستے کا خواب مت دیکھنا اسبابِ دنیویہ سے۔ سیدھا راستہ ان کا ہے جن کو میں نے انعام سے نوازا ہے، جو میرے مقرب بندے ہیں۔

انعام یافتہ بندے کون ہیں؟

اب انعام کیا ہے؟ کلفٹن کے بنگلے؟ نہیں! کباب اور بریانیاں؟ نہیں! پھر انعام کیا ہے؟ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ میں نے جن پر انعام نازل کیا۔ وہ انعام کیا ہے؟ مِنَ النَّبِیّٖنَ جن کو نبوت عطا کی، وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ جن کو اپنا صدیق بنایا، وَالشُّهَدَآءِ جن کو جامِ شہادت نوش کرنے کا شرف بخشا، وَالصّٰلِحِیۡنَ جن کو نیک اور صالح بنایا۔ تو نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت چار نعمتیں جن کو حاصل ہیں سیدھے راستے سے ان کا راستہ مراد ہے ؎

مستند راستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

ان کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے جو اللہ تک پہنچتا ہے۔ جو ان کی راہ پر نہ چلے گا اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، واپس کر دیا جائے گا۔

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تا بہ منزل صرف دیوانے گئے

صراطِ مستقیم کے لیے مُنۡعَمۡ عَلَیۡهِمۡ بندوں کی رفاقت شرط ہے۔ ان سے تعلق قائم کرو وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بہترین رفیق ہیں۔ جملہ خبر یہ صورتِ امر میں ہے یعنی ہے تو خبر لیکن اندر انشاء پوشیدہ ہے، یعنی جب تم ان اللہ والوں کو، ان انعام یافتہ لوگوں کو اپنا رفیق، اپنا ساتھی بناؤ گے تب جا کر تم کو صراطِ مستقیم ملے گی اور تب خدا ملے گا۔ لہٰذا ان کو اپنا رفیق بنالو۔ علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ یہاں حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا معنیٰ میں افعالِ تعجب کے ہیں۔ یعنی مَا اَحۡسَنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا کیا ہی پیارے یہ رفیق ہیں۔ یہ حَسُنَ معنیٰ میں مَا اَحۡسَنَ کے ہیں مَا اَحۡسَنَ وَاَحۡسِنۡ بِهٖ، مَا اَفۡعَلَ وَاَفۡعِلۡ بِهٖ دو صیغے افعالِ تعجب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ سبحان اللہ! کتنے پیارے لوگ ہیں یہ اللہ والے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ خالی خبر ہے؟ یا اس میں انشاء پوشیدہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ آج میرے یہاں گرما گرم کباب تیار ہیں، تو کیا مہمان اس کو خالی خبر سمجھے گا یا دعوت بھی سمجھے گا؟ آہ! اللہ تعالیٰ دعوت دے رہے ہیں کہ اے لوگو! میں دعوت دیتا ہوں کہ میرے مقبول بندوں کو جلدی سے اپنا ساتھی بنالو۔ مگر اس رفاقت میں حسن ڈالنا وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا حسین رفاقت اختیار کرنا۔ حسین رفاقت جب ہوتی ہے جب اتباع بھی ہو۔ اپنے رفیق و مربی کے مشوروں پر عمل بھی کیا جائے۔ وہ شخص حسنِ رفاقت سے محروم ہے جو شیخ کے بتائے ہوئے طریقوں سے الگ نفس کے کہنے پر عمل کرتا ہے۔

صراطِ منعم علیہم صراطِ مستقیم کا بدل ہے

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جتنے اللہ والے ہیں یہ صراط مستقیم کے بدلُ الکل من الکل ہیں۔[۲۷] اس بدل کے تین نام ہیں بدلُ الکل من الکل، بدلُ المطابق،بدلُ الموافق۔یعنی صراطِ مستقیم پورا پورا اللہ والوں کا راستہ ہے۔ جس نے اللہ والوں کا راستہ اختیار نہ کیا وہ صراطِ مستقیم سے محروم ہے۔

اہل اللہ کی خدمت کا انعام

علم بھی عجیب چیز ہے۔ مگر ایک بات ہے، جب میں نے تفسیرِ مظہری وغیرہ کی بات پر تاب گڑھ میں بیان کی تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ فرمایا کہ بھئی! تم نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں۔ اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں تفسیر وغیرہ مگر ہمیں مزہ نہیں آتا۔ اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے کے بعد پھر تفسیر روح المعانی پیش کرو تو کچھ اور ہی مزہ آتا ہے۔ علّامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی مرید تھے۔ پیری مریدی کے قائل تھے۔ اب بتاتا ہوں کس کے مرید تھے؟ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کے خلیفہ تھے مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ جو شام میں رہتے تھے۔ علامہ ابنِ عابدین شامی "فتاویٰ شامی" کے مصنف اور مولانا سید محمود آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی کے مصنف دونوں مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ آج کل مولوی بھی مرید ہونے سے گھبراتا ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب! پابند ہو جاؤں گا۔ پابندی سے گھبراؤ مت! خواجہ صاحب کا ایک شعر ہے ؎

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کی پابندی ہے، اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے۔

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ و فنائیت

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر عمل کی توفیق اور ہمت نہیں ہوتی۔ آدمی کمزور

---

[۲۷] روح المعانی:۱/۱۲۷،الفاتحۃ(۷)،دار احیاء التراث،بیروت

اور بزدل رہتا ہے۔ خواجہ صاحب کے یہاں ایک مرغا تھا جو آدمیوں کو کاٹ لیتا تھا۔ خود ڈپٹی کلکٹر تھے۔ چپڑاسی کو بھیجا کہ مرغا بیچ آؤ اور اس سے کہا اس میں عیب ہے وہ خریدار کو بتا دینا، پھر یہ سوچا کہ پتا نہیں چپڑاسی عیب بتائے یا نہیں۔ قیامت کے دن اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے عیب بتایا تھا کہ نہیں؟ چپڑاسی سے نہیں پوچھے گا۔ اس لیے ہاتھ میں خود مرغا دبایا اور لکھنؤ کے نخاس بازار میں جہاں کبوتر، چڑیاں اور پرندے فروخت ہوتے ہیں پہنچ گئے ؎

نہ لو نام الفت جو خودداریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

مگر ؎

عشق کی ذلت بھی عزت ہو گئی
لی فقیری بادشاہت ہو گئی

ڈپٹی کلکٹر ہو کر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔ یہ تھا صحبتِ اہل اللہ کا کرشمہ کہ ڈپٹی کلکٹر اللہ کے خوف سے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب جو آتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ بھائی! اس مرغے میں عیب ہے۔ قیمت اس کی اتنی ہے مگر میں کم کر دوں گا۔ بیچ کر آ گئے۔ آج ان کے تذکرے عزت سے ہو رہے ہیں کہ اللہ کے نام پر اپنے آپ کو فدا کر دیا۔ عزت اللہ کے لیے ہے، جب اس پر عزت فدا کرو گے تو تمہیں بھی عزت مل جائے گی۔

اہل اللہ سے محبت اللہ سے محبت کی دلیل ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (جس کو میرے مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت نقل کیا کرتے تھے) کہ جب سے مجھے یہ خبر ملی کہ جنت میں دوستوں کی ملاقات ہو گی مجھے جنت کا شوق بڑھ گیا اور کیوں نہ ہو؟ دوستوں کی ملاقات کو اللہ تعالیٰ نے بھی جنت سے مقدم بیان فرمایا ہے۔ دیکھیے! قرآنِ پاک سے استدلال ہے۔ میرے شیخ اس کو بیان کر کے بہت مست ہو جاتے تھے کہ جو لوگ اہل اللہ کی

ملاقات کے حریص اور مشتاق ہوتے ہیں، حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے صحیح عاشق ہیں۔ اگر کوئی کباب والے سے عشق کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عاشقِ کباب بھی ہے۔ اگر کسی کو شامی کباب سے دلچسپی ہے تو جب گلی میں یا بازار میں آواز آئی کباب والا! تو اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ کیا کہتا ہے ؎

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

ارے! یہ میرے دوست کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ کباب دوست ہے اس کا۔ اسی طرح جو اللہ کا عاشق ہوتا ہے اس کو اللہ والوں سے عشق و محبت لازمی ہے۔

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیلِ منقول

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب جنت میں داخلہ ملے گا تو اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلے یہ حکم ہو گا کہ میرے خاص بندوں سے ملو۔ میرے عاشقوں سے ملو۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور جنت کا درجہ بعد میں ہے۔ پہلے اہل اللہ کا درجہ ہے۔ پہلے اللہ والوں سے ملو جو میرے خاص بندے ہیں۔

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ میں یائے تخصیصی کا راز

اور یائے تخصیصی کیوں لگائی؟ کیوں کہ دنیا میں یہ میرے خاص ہو کر رہے۔ نفس و شیطان کی غلامی سے نکل کر، معاشرہ اور سوسائٹی سے نکل کر، خاندانی اور صوبائی اور ملکی اور بین الاقوامی تہذیب اور روایات کو توڑ کر انہوں نے ہماری شریعت کے احکام پر اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر زندگی گزاری۔ اس لیے دنیا میں بھی یہ ہمارے خاص تھے، اور آج یہاں بھی یہ ہمارے خاص ہیں۔ اسی لیے ہم نے یاء خصوصیت کی لگادی۔

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کہ جاؤ وہ میرے خاص بندے ہیں پہلے ان سے ملو۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ جنت

سے زیادہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اہمیت دی۔ جو چیز پہلے بیان کی جاتی ہے اس کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ اللہ والوں کو درجۂ اوّلین میں رکھا اور جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھا۔

حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ علم

اس پر حضرت نے عجیب دلیل بیان فرمائی۔ حضرت بہت بڑے عالم تھے کہ دیوبند کی صدر مدرّسی کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا انتخاب فرمایا تھا، جب علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ حضرت کے علوم عجیب وغریب تھے۔

اہل اللہ کی فضیلت کی دلیلِ معقول

فرمایا کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کو جنت پر فضیلت کیوں دی؟ اس کا راز کیا ہے؟ اس کا استدلالِ عقلی کتنا عجیب وغریب فرمایا کہ عقلی دلیل یہ ہے کہ جنت مکان ہے، اللہ والے اس کے مکین ہیں، اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیا دلیل ہے سبحان اللہ! یہاں بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے ذوقِ سلیم عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ سے جن کو عشق و محبت ہے وہ اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ بھی دیوانہ ہے اللہ کا۔

اہل اللہ وصول الی اللہ کے لیے دروازے ہیں

میں دوستوں سے یہی کہتا ہوں کہ اللہ والے اللہ کے دروازے ہیں، آپ دروازوں کے سائز نہ ناپیے، ورنہ آپ اللہ سے محروم رہیں گے۔ یہ مت دیکھیے کہ حکیم الامت اور بڑے بڑے علماء اور اولیاء اللہ تو چلے گئے آج کل کے مرشدین تو سڑ پڑ، کنڈم ناقابلِ ریفرینڈم ہیں۔ ان کے پاس جانے سے کیا ملے گا۔ دروازوں کو مت دیکھو! دروازوں کا انتقال ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اللہ وہی زندہ حقیقی موجود ہے جو دروازوں کے ذریعے عطا فرماتا ہے، بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے دروازے سے ایک ایک ہزار روپیہ دیا، پچاس

پچاس پونڈ دیا اور چھوٹے دروازے سے کسی کو اشارہ کیا، اور اس چھوٹے دروازہ سے دس ہزار پونڈ دے دیا۔ بس جس کو جس دروازے سے خدائے تعالیٰ کو صاحبِ نسبت بنانا ہے اس دروازے سے ہی وہ چیز مل جائے گی۔ آپ دروازوں کو مت ناپیے، مشائخ میں تقابل اور تفاضل مت کیجیے۔ بس یہ دیکھیے اس دروازے کا رابطہ دینے والے سے ہے یا نہیں؟ یہ اللہ کا دروازہ ہے یا نہیں؟ اس دروازہ کو اللہ سے رابطہ ہے یا نہیں۔

شیخ کا فیض یافتہ ہونے کی علامات

اس لیے دوستو! اگر کسی مرید کو دیکھنا ہو کہ یہ اپنے شیخ کے ساتھ اتنے زمانے سے ہے، اس کو اپنے شیخ و مرشد سے کتنا فیض حاصل ہوا؟ تو اس کی تہجد اور اشراق مت دیکھو، اس کو سڑکوں پر دیکھو کہ جب یہ مخلوق میں مخلوط رہتا ہے تو پھر وہ کتنا اللہ کو یاد کرتا ہے؟ پھر اس کا ٹیسٹر دیکھو کہ حرام مزے تو نہیں ٹیسٹ کر رہا ہے؟ اس مسٹر کی ٹَرمِس ہوئی کہ نہیں؟ اور چسٹر پہنے ہو تو مانچسٹر میں اس کو آزماؤ کہ یہاں یہ نظر بچاتا ہے کہ نہیں؟ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنیادِ ولایت تقویٰ پر رکھی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تقویٰ حاصل کروگے تو میرے ولی بن جاؤ گے۔ اور تقویٰ نہیں پاسکتے ہو مگر صاحبِ تقویٰ کی صحبت سے۔

صادق اور متقی میں نسبتِ تساوی پر دلیلِ منصوص

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** صادقین بمعنیٰ متقین ہے، اور اس کی دلیل کیا ہے؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۲۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صادقون اور متقون بالکل ایک ہیں، کلی متساوی ہے۔ پھر صادقین کیوں نازل فرمایا جب مفہوم ایک ہی ہے، صادقین اور متقین دونوں مساوی ہیں، تو اللہ نے

۲۸؎ البقرۃ:۱۷۷

صادقین کیوں نازل فرمایا؟ اور متقین سے کیوں صرفِ نظر فرمایا؟ اس کا راز میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے عطا فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ متقی نہ ہو، کاذب ہو اور تم کاذبین کا دامن پکڑ لو۔ اس لیے صادقین نازل فرمایا کہ جو صادق فی التقویٰ ہو، تقویٰ میں سچا ہو، اس کی جلوت اور خلوت کو دیکھو۔ جس مرید کو دیکھنا ہو کہ اس نے اپنے شیخ سے کتنا فیض حاصل کیا؟ اس کو سڑکوں پر دیکھو کہ یہ اپنی نگاہوں کی کتنی حفاظت کرتا ہے۔ اگر اس کے قلب میں اللہ کی عظمت ہے تو ان شاء اللہ! غیر اللہ کو نہیں دیکھے گا۔ آپ بتائیے کہ اگر شیر ساتھ ہو تو کیا وہ لومڑیوں اور بندروں سے دل لگائے گا؟ جب کہ شیر راستے میں کہتا بھی ہو کہ دیکھو! بندر کو نہ دیکھنا۔

مصاحبتِ اہل اللہ کی نعمت کا شکر

دوستو! اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تو اور زیادہ محتاط رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں اتنی اچھی صحبتوں میں بھی یہ ظالم اپنی بدمعاشیوں سے باز نہیں آتا، نظر کی خباثتوں سے باز نہیں آتا۔ اس کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے کیوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی نعمت سے نوازا ہے۔ نعمت پا جانے کے بعد نعمت دینے والے کا شکریہ اور زیادہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس کو ایک نعمت حاصل ہے۔ وہ کیا ہے؟ صحبتِ صالحین۔

قرآنِ پاک کی رو سے حقیقی شکر

اس نعمت کا شکریہ کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شکریہ تو ادا کرتا ہوں کہ اللہ! تیرا شکر ہے، اللہ! تیرا شکر ہے۔ لیکن شکرِ حقیقی گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ

اے اصحابِ بدر! اے بدر کی جنگ لڑنے والے صحابہ! تمہاری مدد کی خدا تعالیٰ نے اور تم کو فتح عطا فرمائی۔ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یہ جملہ حالیہ ہے، حالاں کہ تم بہت کمزور تھے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم میری نافرمانی مت کرنا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[۲۹] تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ۔ بس اختر اس مسجد میں یہ اعلان کرتا ہے کہ اصلی شکر گزار وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دے، حرام کھانا چھوڑ دے، حرام نظر چھوڑ دے، جتنے بھی گناہ ہیں سب سے توبہ کرلے۔

سچا مرشد عظیم الشان نعمت ہے

اس زمانے میں جس کو اللہ تعالیٰ سچا مرشد عطا فرمادے سمجھ لو کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ میرے شیخ اس بات کو کہہ کر رونے لگتے تھے کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ عبد الغنی! ہم نے تجھے حکیم الامت مجدد الملت تھانوی جیسا پیر دیا تھا، تونے اس کا کیا شکر ادا کیا؟ تو یہی کہوں گا کہ اے اللہ! اس نعمت کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہوسکا، اور حضرت یہ کہہ کر رونے لگتے تھے۔ کسی کو سچا پیر مل جائے تو یہ عظیم الشان نعمت ہے۔ اور اصلی پیر وہ ہے جو دل کی پیرا نکال دے، اور پیرا کے معنیٰ ہیں درد، تکلیف، دُکھ یعنی اللہ سے غفلت کا کینسر اچھا کردے۔

اہل اللہ سے مناسبت علامتِ سعادت

اب مولانا رومی بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی گناہ گار بندہ چاہے وہ شراب پیتا ہو، داڑھی بھی نہ رکھتا ہو، بے نمازی بھی ہو، لیکن وہ کسی ولی اللہ کو دیکھ کر خوش ہوجائے، تو سمجھ لو کہ یہ کسی وقت ولی اللہ ہونے والا ہے۔ یہ اللہ کا کچھ عاشق ضرور ہے، اس کے اندر عشقِ الٰہی کے جراثیم موجود ہیں۔ اللہ والوں کو دیکھ کر جس شخص کا دل خوش ہوجائے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت موجود ہے۔

علمِ سماعی زیادہ مؤثر ہوتا ہے

کیا کہیں علمِ سماعی بھی عجیب نعمت ہے۔ صحابہ کی سنت یہی ہے کہ ان حضرات

[۲۹] اٰل عمرٰن: ۱۲۳

کے کان براہِ راست زبانِ نبوت سے علم حاصل کرتے تھے۔ بزرگوں کی باتیں سن کر جو علم آتا ہے وہ بڑا موٴثر ہوتا ہے، وہ دل ہوتا ہے زبانِ دل کا ترجمان اور کان دل کا ترجمان۔ دل سے جو بات نکلتی ہے دوسرا دل اس کو کان کے ذریعے سے کھینچ لیتا ہے۔ کان بھی قیف کی طرح سے ہے۔

دنیا پر غالب آنے کا طریقہ

ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا کو آخرت بنالیں۔ لیکن دنیا کو آخرت بنانے کے لیے ہمت اور توفیق کب ہوتی ہے؟ اور نوٹ کو اور پونڈ کو گن گن کر توند میں رکھنا اس سے نجات کب ملے گی؟ جب کسی اہلِ آخرت کی صحبت نصیب ہوگی کہ جن کے دل پر اللہ کی محبت چھاگئی ہو، تو ان کی صحبت کی برکت سے آپ کے دل پر بھی چھا جائے گی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! علم کتنا ہی حاصل کرلو دنیا تم پر غالب رہے گی، علم سے دنیا مغلوب نہیں ہوگی، لیکن کس سے مغلوب ہوگی؟ فرماتے ہیں کہ ؎

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

بھئی! میں مولانا رومی کا بچپن سے عاشق ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ان اللہ والوں کے پاس رہو کہ جو دنیا پر غالب آچکے ہیں۔ دنیا جن کے سامنے مثلِ کُتّی ہے، مغلوب ہے، ان کے ساتھ رہو تاکہ تم بھی غالب ہوجاؤ۔ جب غالب کے پاس رہوگے تو غالب ہوجاؤ گے۔ مگر غالب سے مراد وہ شاعر نہیں ہے دہلی کا، بلکہ غالب سے مراد وہ ہے کہ جس پر آخرت اور اللہ کی محبت غالب ہوجائے۔ جیسا کہ شاعر جگر مرادآبادی فرماتے ہیں ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھاگئے میں زمانے پہ چھا گیا

جس پر اللہ کی محبت چھاجاتی ہے، وہ جہاں جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! غالب رہے گا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اللہ والا جہاں بھی جائے گا غالب رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! سلاطین کی محفل میں بھی غالب رہے گا، مال داروں کے پاس بھی غالب

رہے گا، جہاں جائے گا چھا جائے گا۔ کوئی حال، کوئی ماحول، کوئی معاشرہ اس کو اللہ سے غافل نہیں کر سکتا، بلکہ غافلین کو بھی وہ اللہ کی یاد دلائے گا اور پھر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں
کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

حسنِ فانی سے اہل اللہ کے استغنا کی وجہ

کہاں جاتے ہو دوستو! اللہ پر مر کر دیکھو۔ یہ بتاؤ کہ ساری دنیا کی لیلاؤں کو نمک کون دیتا ہے؟ جلدی بتاؤ جوانو! اللہ۔ تو جس کے دل میں وہ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات آتا ہے، جس کے دل میں ساری لیلاؤں کا نمک دینے والا آتا ہے، وہ ان مرنے والی لاشوں کے چکر میں نہیں آتا۔

اولیاء کے قلوب کی لذتِ بے مثال

خود اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو وہ لذّت دیتے ہیں کہ ساری دنیا کے رومانٹک پاگل کیا جانیں اس نام کی لذّت کو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھو اور اللہ کے عاشقوں سے پوچھو۔ فرماتے ہیں کہ ؎

بالبِ یارم شکر را چہ خبر

میں جب اللہ کہتا ہوں تو اتنی مٹھاس معلوم ہوتی ہے کہ شکر ظالم کیا جانے اس مٹھاس کو۔ شکر تو مخلوق ہے اور اللہ کا کوئی ہمسر اور کفو نہیں ہے وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النفی ہے، اور فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو ؎

اے دوست شکر خوشتر یا آں کہ شکر سازد

اے دنیا والو! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے ؎

اے دوست قمر خوشتر یا آں کہ قمر سازد

اے دنیا والو! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔

اللہ والوں کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟

نفس کو مٹالو، اخلاص پیدا کرلو۔ پھر تمہارا سجدہ، سجدہ ہو گا اور تمہارا سجدہ کیسا ہو گا؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سجدہ اور اللہ والوں کے سجدہ میں کیا فرق ہے۔

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

اللہ والے جب اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ کرتے ہیں تو دو سو سلطنت سے زیادہ ان کو اس سجدہ میں مزے آتا ہے۔

اہل اللہ کی لذّتِ باطنی

مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ مولانا اشرف علی! سنو جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ نے ہمارا پیار لے لیا اور فرمایا کہ تلاوت میں اتنا مزہ آتا ہے کہ اگر آپ لوگوں کو مل جائے تو کپڑے پھاڑ کے جنگل بھاگ جاؤ۔ اور فرمایا کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی مجھ سے ملنے کے لیے، تو میں ان سے کہوں گا کہ بڑی بی! لیکن وہ بڑی نہیں ہوں گی، بُڈھی نہیں ہوں گی، آپ سمجھ لیجیے کہ جنت میں سب جوان ہوں گے، وہاں ہمیشہ سب جوان رہیں گے، مرد بھی بُڈھے نہیں ہوں گے، عورتیں بھی بُڈھی نہیں ہوں گی، وہاں بڑھاپا آئے گا نہیں۔ کیوں کہ بڑھاپا تو آتا ہے سورج کی وجہ سے۔ یہی ظالم ہفتہ بناکر، مہینہ بناکر سال بنا دیتا ہے کہ ستر سال کا ہو گیا ہے یہ بڈھا، وہاں سورج ہو گا نہیں، لہٰذا بڑھاپا آئے گا نہیں، تو فرمایا کہ جب جنت میں حوریں آئیں گی تو ان سے کہوں گا کہ بی بڑی! قرآن شریف سننا ہو تو بیٹھو، ورنہ اپنا راستہ لو، دیکھا آپ نے! یہ ان کا حال ہے۔

تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ

اللہ کی محبت جن پر غالب ہوگئی، ان کی صحبت میں رہو گے تو غالب ہو جاؤ گے۔ جن پر دنیا غالب ہے ان کے ساتھ دوستی مت رکھو، ورنہ تم بھی مغلوب ہو جاؤ گے۔ اور اس کا قصہ حضرت نے لکھا ہے کہ نواب واجد علی کے یہاں لکھنؤ میں ایک مرد صاحب عورت بن کر بیگمات کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دن محل سرا میں سانپ نکل آیا تو عورتوں نے کہا کہ کسی مرد کو بلاؤ، سانپ کو مارے، تو وہ مرد صاحب جو تھے انہوں نے بھی کہا کہ ہاں بھئی! کسی مرد کو بلاؤ، تو عورتوں نے کہا کہ جناب! آپ بھی تو مرد ہیں۔ کہا کہ اچھا! واللہ! میں بھی مرد ہوں یعنی وہ اپنا مرد ہونا بھی بھول گئے۔ تو صحبت کا یہ اثر ہوا۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جو بھی دنیا میں ولی اللہ ہوا ہے کسی ولی اللہ کی صحبت اور قلم سے ہوا ہے۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے
جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بہ خانہ ہے

صحابی کو صحابی اسی لیے کہا گیا ہے کہ انہوں نے صحبت پائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آج کوئی صحابی ہو سکتا ہے؟ سمجھ لیجیے اس بات کو۔

صحبتِ اہل اللہ کے اہتمام پر دوام ضروری ہے

میری الٰہ آباد میں تقریر تھی، جس میں، میں نے عرض کیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں ''کُوْنُوْا'' امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے، مضارع میں دو زمانہ ہوتا ہے، حال اور استقبال۔ لہٰذا کُوْنُوْا کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ حال میں بھی اللہ والوں کے ساتھ رہو اور اگر ان کا انتقال ہو جائے تو دوسرا مربّی تلاش کرو۔ ہمیشہ ساری زندگی استمراراً اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ مضارع میں تجدّد واستمرار کی شان ہوتی ہے

اور مضارع سے امر بنتا ہے اور ہر مشتق میں اپنے مصدر کی خاصیت ہوتی ہے۔

پس کُوْنُوْا میں بھی تجدّد و استمرار کی شان ہے۔ لٰہذا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا مطلب یہ ہوا کہ حال میں بھی اہل اللہ کے ساتھ رہو اور مستقبل میں بھی اہل اللہ کے ساتھ رہو، تمہاری زندگی کے ہر زمانے میں اہل اللہ کی معیت کا استمرار ہو۔

اس بات پر مولانا (قمر الزمان صاحب) کو اتنا وجد آیا کہ فرمایا کہ میں تو تمہاری تقریر سے مبہوت ہو گیا کہ ہمارے اکابر نے جو فرمایا کہ شیخِ اوّل کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ و مربّی کو تلاش کرو اس کا مقصد یہی ہے کہ اہل اللہ کی صحبتِ استمرار حاصل رہے جو کہ کُوْنُوْا سے ثابت ہو گیا، لیکن آج تک اس طرف ہمارا ذہن نہیں گیا تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اکابر کے ارشادات قرآن و حدیث سے مقتبس ہوتے ہیں۔

جب احقر نے اپنے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (افسوس! حضرت اب دارِ آخرت کی طرف کوچ فرما گئے) سے مولانا قمر الزمان صاحب کا یہ قول نقل کیا جو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں تو تمہاری تقریر سے مبہوت ہو گیا، تو حضرتِ والا نے مزاحاً فرمایا کہ شکر کرو کہ مبہوت ہی ہوئے، اگر مبہوت کا میم ہٹا دیتے تو کیا ہو جاتے؟ یہ ہیں ہمارے اکابر جو مزاح اور خوش طبعی بھی کرتے ہیں، جو عین مذاقِ سنت ہے۔ امرِ کُوْنُوْا سے معلوم ہوا کہ زندگی کے ہر دور میں صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے۔

شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق ضروری ہے

لٰہذا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور سات سو برس پہلے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخِ اول کے انتقال کے بعد دوسرا زندہ شیخ تلاش کرو، کیوں کہ مردہ شیر سے بہتر زندہ بلی ہے۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ چناں چہ شیخِ اوّل کے بعد جن لوگوں نے کسی دوسرے مربی کی صحبت اختیار نہیں کی، ان کے حالات میں زوال آگیا۔ آہستہ آہستہ وہ انوار و برکات ختم ہو گئے، اور وہ مصلح تو کیا رہتے صالح بھی نہ رہے۔

اصلاح زندہ شیخ سے ہوتی ہے اور اس کی مثال

جیسے خاندانی ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو کیا آپ اس ڈاکٹر کی قبر سے علاج کرائیں گے؟ وہ مردہ ڈاکٹر کیا قبر سے انجکشن لگائے گا؟ یا آپ زندہ ڈاکٹر کو تلاش کریں گے اس لیے تمام اکابر کا اس پر اجماع ہے کہ شیخِ اوّل کے انتقال کے بعد دوسرا شیخ تلاش کرنا ضروری ہے۔

زندہ شیخ سے اصلاح کی مثنوی میں عجیب مثال

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ سات سو برس پہلے فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی آدمی کنویں کے اوپر کھڑا ہوا اپنی ڈول سے کنویں میں گری ہوئی ڈولوں کو نکال رہا ہو، اس کی ڈول میں کانٹے لگے ہوئے ہیں، ان کانٹوں میں پھنسا پھنسا کر گری ہوئی ڈولوں کو کنویں کے باہر نکال رہا ہے لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔ تو اب اس کی ڈول بھی ان ہی ڈولوں میں گر گئی۔ اب اس ڈول میں یہ صلاحیت نہیں رہی کہ وہ دوسری ڈولوں کو اُٹھا کر کنویں کے باہر کردے، کیوں کہ اس کا رابطہ اس شخص سے منقطع ہو گیا جو اوپر کنویں کے باہر کھڑا تھا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ والا تربیت وارشاد کے منصب پر قائم رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے اندر دو خاصیت ہونا چاہیے:

۱۔ گری ہوئی ڈولوں کے اندر اس کا جسم ہو یعنی مرتبۂ جسم میں وہ عالمِ اجسام میں رہے۔

۲۔ مرتبۂ روح میں وہ دنیا کے کنویں سے اوپر ہو، اپنے قلب وجاں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا انتہائی قوی تعلق ہو اور جسم کے اعتبار سے وہ دنیا میں بھی ہو۔

اگر روح کا جسم سے تعلق منقطع ہو گیا تو اب اس جسم میں وہ خاصیت نہیں رہے گی کہ وہ تربیت وارشاد واصلاح کا کام کر سکے۔ لہٰذا اب دوسرے شیخ کی جستجو کرنا چاہیے۔

ضرورتِ شیخ پر مثنوی میں دوسری مثال

اور دوسری مثال مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دی ہے کہ ایک شخص قید خانہ میں ہے تو کیا ایک قیدی دوسرے قیدی کو چھڑا سکتا ہے؟ کیا اس کی ضمانت لے سکتا ہے؟

کے دہد زندانئے در اقتناص
مرد زندانی دیگر را خلاص

ایک قیدی دوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا، اس کی ضمانت نہیں لے سکتا۔ رہائی دلانے کے لیے کوئی قید خانہ کے باہر سے آنا چاہیے جو اس کی ضمانت لے گا۔ جن کے قلب وجان شہواتِ نفسانیہ سے اور بُری خواہشات کے قید وبند سے آزاد ہوچکے ہیں وہ ان لوگوں کی اصلاح کرسکتے ہیں جو شہوتوں اور بُری خواہشوں کے مقید اور گرفتار ہیں۔

خانقاہوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے

(آیت) **یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ** سے مکاتبِ قرآن، مدارسِ علمیہ کے قیام کا ثبوت ہے۔اور **وَيُزَكِّيهِمْ**[30] سے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت ہے۔ تزکیہ بھی مقصدِ بعثتِ نبوت ہے اور نبوت اب ختم ہوچکی، لہٰذا یہ کارِ نبوت آپ کے سچے نائبین وارثین کے ذریعے قیامت تک جاری رہے گا۔

خانقاہوں میں دلوں کی صفائی ہوتی ہے، دلوں کو غیر اللہ کے کباڑ خانے اور کچرے سے پاک کیا جاتا ہے۔ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک تبلیغی مرکز کے بہت بڑے اجتماع میں فرمایا کہ مدرسوں سے اور تبلیغی جماعتوں سے اعمال کا وجود ملتا ہے، غور سے سنیے! فرمایا کہ مدرسوں سے، تبلیغی جماعتوں سے اعمال کا وجود ملتا ہے اور خانقاہوں سے اعمال کا قبول ملتا ہے۔ اللہ والوں سے اخلاص ملتا ہے جس کی برکت سے اعمال قبول ہوتے ہیں ورنہ اعمال میں ریا اور دکھاوا ہوجائے گا۔

اسی لیے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغ سے واپس آتے تھے تو اپنے بزرگوں کی خدمت میں جاکر دل کی ٹیوننگ اور صفائی کراتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مخلوق میں زیادہ خلط ملط سے دل میں غبار سا آجاتا ہے جس کی صفائی میں

---

[30] البقرۃ:۱۲۹

خانقاہوں میں کراتا ہوں۔ جب موٹر زیادہ چلتی ہے تو پھر ٹیوننگ ضروری ہے یا نہیں؟ ورنہ گرد و غبار سے انجن خراب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دل میں ریا، دکھاوا اور بڑائی آجاتی ہے جس کی صفائی خانقاہوں میں ہوتی ہے۔ تو خانقاہوں کا ثبوت یُزَکِّیۡهِمۡ سے ہے۔

آیت کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے بعض عجیب لطائف

اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ نازل کر کے بتادیا کہ ابھی فوراً تم کو صادقین متقین بننا تو مشکل ہے، لہٰذا ابھی تم کسی صادق متقی اور ولی کے پاس رہ کر دیکھو، اتنا چین پاؤ گے کہ تمہاری عقل میں خود سلامتی و روشنی آجائے گی کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اتنا سکون ملا تو جب ہم خود اللہ والے ہو جائیں گے تو ہمارے سکون کے عالم کا کیا عالم ہو گا۔ ان کی صحبت سے تمہیں خود اللہ والا بننے کا، متقی بننے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے یہ عجیب لطائف اس وقت سمجھ میں آئے۔

اللہ والوں کی صحبت تمام امراض کی دوا

بس اللہ والے بننے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کے ساتھ رہو۔ کسی مرض کے علاج کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ شیخِ کامل کی صحبت ہر مرض کا علاج ہو جاتی ہے۔

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

سب امراض کی دوا اللہ والوں کی صحبت ہے۔ جیسے شملہ پہاڑی پر رہنے سے ہی پھیپھڑے کا زخم اچھا ہو جاتا ہے، کسی اللہ والے کے ساتھ رہو تو ریا و تکبر، غفلت و شہوت وغیرہ سارے امراض اچھے ہو جائیں گے۔

صحبتِ اہل اللہ کی نافعیّت کی دلیلِ منقول

قسمت بدل جاتی ہے کیوں کہ ساری بیماری کا سبب شقاوت ہے۔ اور بخاری

شریف کی حدیث ہے: لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ جو اللہ کے پیاروں کے ساتھ رہتا ہے اللہ اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں نصیب جاگ جاتے ہیں، بد قسمت خوش قسمت ہو جاتا ہے۔ جب قسمت اچھی ہو جائے گی تو کوئی روحانی بیماری کیسے رہے گی؟ جو بھی اللہ والوں کے ساتھ رہتا ہے آہستہ آہستہ اللہ والا بن جاتا ہے۔ لیکن اللہ والا بننے کا ارادہ بھی کرے کیوں کہ اگر پائلٹ کا لڑکا پائلٹ کے ساتھ تو رہتا ہے لیکن جہاز چلانا سیکھتا نہیں ہے، آنکھ بند کیے سوتا رہتا ہے، تو کیا وہ پائلٹ بن جائے گا؟ لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ رہو تو یہ ارادہ بھی کرو کہ ہمیں اللہ والا بننا ہے۔ کچھ محنت کرو، کچھ غم اٹھاؤ۔ اللہ قیمتی ہے، اللہ کا راستہ قیمتی ہے۔ اس راہ کا راہ بر یعنی شیخ قیمتی ہے، اس راستہ کا راہ رو قیمتی ہے، اس راستہ میں نظر بچانے میں جو غم آئے گا وہ قیمتی ہو گا یا نہیں؟

صحبتِ اہل اللہ کی تمثیل ایک جدید ایجاد سے

اس لیے جو لوگ نظر بچاتے رہتے ہیں اور گناہ سے بچنے کا شدید غم اُٹھاتے رہتے ہیں، جو سینے میں ایسا دل رکھتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے تو ایسے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قربِ الٰہیہ، متواترہ، مسلسلہ وافرہ، بازغہ عطا ہوتی ہیں۔ جن کے سینے ایسے دل کے حامل ہوں ان کے پاس بیٹھ کے دیکھو! ان کی شان ''کوکر'' کی ہو جاتی ہے۔ جو آج کل کی جدید ایجاد نے ثابت کر دیا کہ جو بریانی پانچ چھ گھنٹے میں تیار ہوتی تھی اب چند منٹ میں تیار ہو جاتی ہے۔ پس ایسے دلوں کی صحبت بھی ''کوکر'' کی شان رکھتی ہے کہ چند صحبتوں میں ان کے ساتھ رہنے والوں کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ غم اُٹھانے والے بندے اپنے سینے میں قلبِ شکستہ، ٹوٹا ہوا دل اور خونِ آرزو کا دریا کا دریا رکھتے ہیں۔ ان کی صحبتوں میں بیٹھو! پھر دیکھو گے کہ اللہ کے راستے کی جو مسافت دس سال میں طے ہوتی وہ چند گھنٹوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ! طے ہو جائے گی۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد میرے اس قول کی

تائید ہے کہ مولانا رومی کو سو برس کی تہجد سے جو قرب عطا ہو تا وہ شمس الدین تبریزی کی صحبت سے چند دنوں میں عطا ہو گیا۔

چودہ سو برس قدیم آسمانی ٹیکنالوجی

اب اختر کی زبان سے سائنس سنو! لوگ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ سائنس نہیں جانتے۔ ابھی بتاؤں گا کہ مولوی جو سائنس جانتا ہے اس کی خبر سائنس دانوں کو بھی نہیں ہے۔ دیسی آم کو لنگڑا آم بنانے کے لیے پیوند کاری سائنس نے اب ایجاد کی ہے لیکن ہمارے اللہ نے اپنے پیارے نبی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں چودہ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی نازل کی کہ اگر تم اپنے دیسی دل کی اللہ والوں کے دل سے پیوند کاری کر لو، اپنے دیسی دل کو اللہ والوں کے دل سے باندھ لو تو تمہارا دیسی دل اللہ والا ہو جائے گا۔ تمہارا نفسِ امّارہ اولیاء اللہ کا نفسِ مطمئنّہ ہو جائے گا۔ بس شرط یہ ہے کہ دیسی اور غافل دل کو کسی اللہ والے صاحبِ نسبت دل سے ملا دو۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی حیوانات و نباتات کی ٹیکنالوجی نہیں ہے، اشرف المخلوقات کی ٹیکنالوجی ہے۔ ان سائنس دانوں کی ٹیکنالوجی تو دیسی آم کو لنگڑا آم بناتی ہے، نباتِ ادنیٰ کو نباتِ اعلیٰ بناتی ہے۔ لیکن چودہ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی جو ٹیکنالوجی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی یہ انسانِ ادنیٰ کو انسانِ اعلیٰ بناتی ہے۔ یہ غافل اور نافرمان انسانوں کو اللہ والا بنا کر صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات بناتی ہے۔ ان سائنس دانوں کی ٹیکنالوجی حیوانات اور نباتات کے لیے ہے لیکن انبیاء (علیہم السلام) کیوں کہ اشرف الناس ہیں ان کی ٹیکنالوجی اشرف المخلوقات کے لیے ہے۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی پیوند کاری کا طریقہ

لیکن اس کا کیا طریقہ ہے؟ اگر کوئی شخص خالی دعا کرتا رہے کہ یا اللہ! مجھے

متقی بنادے، اور متقی بننے کی تدبیر نہ اختیار کرے تو خالی دعاؤں سے متقی نہیں بنو گے۔ اگر دیسی آم دس ہزار سال تک دعا کرتا رہے کہ اے خدا! مجھے لنگڑا آم بنادے لیکن جب تک لنگڑے آم کے ساتھ پیوند کاری کی ٹیکنالوجی اس کو نہیں ملے گی دیسی ہی رہے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس پہلے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی یہ سائنس اور ٹیکنالوجی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے امت کو عطا فرمائی کہ تمہارا گناہ گار قالب اور گناہوں کا خوگر قلب کیسے متقی بنے گا؟ کسی متقی سے متصل ہو جاؤ اور اس کے ساتھ رہ پڑو۔ اور کتنا رہو؟ تفسیر روح المعانی میں اس کی تفسیر ہے خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اتنا رہو کہ تم بھی اس اللہ والے جیسے بن جاؤ۔ یعنی جیسا وہ اللہ والا ہے تم بھی ویسے ہی بن جاؤ۔ اس کا تقویٰ، اس کی خشیت، اس کی محبت تمہارے اندر منتقل ہو جائے۔ اگر تم ویسے نہیں بن پارہے ہو تو پھر كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی ٹیکنالوجی پر تمہارا عمل کمزور ہے، تمہاری پیوند کاری صحیح نہیں اور تمہاری خیانت اس میں پوشیدہ ہے۔ تم نے اچھے دل سے، صاف دل سے اور پکے ارادے اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو اپنا مراد نہیں بنایا۔ اور اس اللہ والے سے تمہارا تعلق ڈھیلا ڈھالا ہے کہ اپنی رائے کو تم نے فنا نہیں کیا، اس کی تجویزات اور مشوروں کی اتباعِ کامل نہیں کی۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ تمہاری پیوند کاری صحیح نہیں ہے۔ ہمیں اللہ والوں کے ساتھ اس ارادے سے رہنا ہے کہ اللہ ہماری مراد ہو جائے اور وہ مراد مل بھی جائے۔ ایک ہے مراد ہونا، دل میں ارادہ ہونا کہ میری یہ مراد ہے اور ایک مراد مل جانا ہے، مراد کا پاجانا ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تو ہر مؤمن کا مراد ہے مگر دل میں مراد پا جاؤ، اللہ مل جائے، مولیٰ کا قربِ خاص دل محسوس کرنے لگے۔ یہ بغیر اس ٹیکنالوجی کے اور اس پیوند کاری کے یعنی صاف قلب سے اخلاص کے ساتھ کسی اللہ والے کے ساتھ رہے بغیر ممکن نہیں۔ اگر اللہ والے سے صحیح تعلق نصیب ہو جائے تو ایک دن ضرور بالضرور اللہ والے بن جاؤ گے۔ یہ قرآنِ پاک کا اعلان ہے، یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو تو صادقین کے ساتھ ہمارے سچے بندوں کے ساتھ رہو، اور صادقین سے مراد متقین ہیں۔ اور متقین

سے مراد اللہ کے اولیاء اور پیارے ہیں اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ لہٰذا پیاروں کے ساتھ رہو گے تو پیارے بن جاؤ گے۔

اہل اللہ کے فیوض کی منتقلی کے طریقے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا فیض طالبین اور مریدین میں، ان کے ہم نشینوں اور ساتھ رہنے والوں میں چار طریقے سے منتقل ہوتا ہے یعنی اللہ والوں کے اندر ولایت سازی کی جو خاصیت ہے ان کو جو اللہ کی محبت اور دوستی اور تقویٰ کی حیات حاصل ہے وہ چار طریقوں سے منتقل ہوتی ہے۔

نفس و شیطان کو مغلوب کرنے کے داؤ پیچ

۱۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی دین کی ایسی بات سنا دیں گے اور ایسا داؤ پیچ سکھا دیں گے کہ نفس کو پٹکنے میں آسانی ہو جائے گی۔ جیسا کہ دنیا کے اکھاڑے میں ہوتا ہے کہ داؤ پیچ جاننے والا دبلا پتلا چالیس کلو کا پہلوان تین من کے پہلوان کو گرا دیتا ہے۔ تو اللہ والے اپنے ملفوظات سے ہمیں نفس و شیطان کو پٹکنے کے داؤ پیچ سکھاتے ہیں جس سے نفس و شیطان غالب نہیں آتے۔

۲۔ ان کی صحبت سے ان کے قلب کا نور ہمارے قلب میں دو طرح سے داخل ہوتا ہے: ایک تو یہ کہ قلب سے قلب میں فاصلے نہیں ہیں۔ اجسام میں تو فاصلے ہوتے ہیں لیکن دلوں میں فاصلے نہیں ہیں۔ جیسے ایک بلب یہاں جل رہا ہے اور دوسرا وہاں جل رہا ہے تیسرا اور فاصلے پر جل رہا ہے، تو بلب کے اجسام میں تو فاصلے ہیں لیکن روشنی میں فاصلے نہیں ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بلب کی روشنی یہاں تک ہے اور فلاں کی وہاں تک ہے۔ نور کی کوئی حدِ فاصل نہیں ہوتی، نور مخلوط ہوتا ہے۔ پس جب ہم اللہ والے کے پاس بیٹھیں گے تو اس مجلس میں اس اللہ والے کا نور اور طالبین کا نور سب کی روشنیاں آپس میں مل جائیں گی اور نور میں اضافہ ہو جائے گا اور قوی النور شیخ کے نور سے مل کر ضعیف النور طالبین کا نور بھی قوی ہو جائے گا۔

اور نور منتقل ہونے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اللہ والے جب اپنے ارشادات سے اللہ کا راستہ بتاتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ اس کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

شیخِ نورانی ز رہ آگہ کند

اللہ والے صاحبِ نور اللہ کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور ؎

نور را بالفظہا ہمرہ کند

اپنے نورِ باطن کو اپنے لفظوں کے کیپسول میں رکھ کر طالبین کے کانوں کے قیف سے ان کے دلوں میں پہنچادیتے ہیں۔ یہ نورِ متعدی نورِ قلب کے متعدی ہونے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اپنے قالب کو ان کی مجلس میں لے جاؤ۔ ان کے پاس بیٹھو اور ان کی باتیں سنو۔ اور عورتوں کے لیے اہل اللہ کی صحبت ان کا وعظ سننا ہے۔ وہ کان کے ذریعے سے صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہوجائیں گی۔ کانوں سے سنتی رہیں، یا ان کے کیسٹ سنتی رہیں اور کیسٹ دستیاب نہ ہوں تو اللہ والوں کی کتابیں پڑھیں، لیکن وعظ سننے کا فائدہ زیادہ ہے کتاب سے، کیوں کہ وعظ میں ان کا دردِ دل براہِ راست شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا جہاں وعظ ہورہا ہو پہنچ جاؤ بشرطیکہ پردہ کا انتظام ہو۔ جس پیر کے یہاں دیکھو کہ عورتیں اور مرد مخلوط بیٹھے ہیں تو سمجھ لو یہ پیر نہیں ہے پَیر ہے۔ وہاں سے اپنے پَیر جلدی سے اٹھالو، اور ادھر کارخ بھی نہ کرو کیوں کہ یہ اللہ والا نہیں ہے شیطان ہے، شاہ صاحب نہیں ہے سیاہ صاحب ہے۔ اور اس کی خانقاہ نہیں ہے خوامخواہ ہے۔

۳۔ وہ راتوں میں اپنے پاس کے بیٹھنے والوں کے لیے اور اپنے صحبت یافتہ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا! جو بھی خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے۔ ان کی آہ کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا۔ دیکھیے! ایک بچہ کسی کے ابا سے لڈو مانگ رہا ہے۔ ابا اس کو لڈو نہیں دیتا کہ یہ میرا بیٹا تھوڑی ہے، لیکن اتنے میں اس کا بچہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ ابو! یہ میرا کلاس فیلو ہے میں اس کے ساتھ کھیلتا ہوں اور اسی کے ساتھ پڑھتا ہوں یہ میرا جگری دوست ہے۔ جب جگری دوست کہتا ہے تو ابا کا جگر ہل جاتا ہے کہ میرے بیٹے کا جگری دوست ہے اور فوراً اس کو بھی لڈو دے دیتا ہے۔ تو اللہ والوں سے جگری دوستی کرو، معمولی دوستی سے کام نہیں بنے گا۔ اتنی دوستی کرو کہ وہ آپ کو

دوست کہہ سکیں، اور اللہ سے بھی کہہ سکیں کہ یا اللہ! یہ میرا دوست ہے، تو اللہ جب ان کو اپنے قرب کا لڈو دے گا تو جس کو وہ اپنا دوست کہہ دیں گے اس کو بھی یہ لڈو مل جائے گا۔ بتاؤ اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہوگی۔

علّامہ ابنِ حجر عسقلانی "شرح بخاری" میں لکھتے ہیں کہ اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللّٰہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دوستوں کو اپنے اولیاء کے رجسٹر میں درج کرتے ہیں۔ اور ان پر وہ تمام افضال و مہربانیاں فرماتے ہیں جو اپنے اولیاء پر فرماتے ہیں۔ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ اِکْرَامًا لَّھُمْ[۳۱] بوجہ اپنے دوستوں کے اکرام کے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ آپ کا کوئی پیارا دوست آتا ہے تو آپ اس کے ساتھیوں کی بھی وہی خاطر مدارات کرتے ہیں جو اپنے اس خاص دوست کی کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ رہ پڑو اور اتنا ساتھ رہو کہ دنیا بھی سمجھے کہ یہ فلاں کے ساتھی ہیں۔ چناں چہ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جارہے تھے کہ ایک تابعی نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ھٰذَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔

صحابی کے اس واقعے سے اختر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ دنیا کی زبان پر قیامت تک یہ جاری ہو جائے کہ یہ فلاں کے ساتھ تھے۔ جو جتنا زیادہ ساتھ رہتا ہے اتنا ہی گہرا دوست ہوتا ہے۔ اور اگر دوستی کمزور ہو، مثل نہ ہونے کے ہو تو وہ کیسے کہے گا کہ یہ میرا دوست ہے۔ لیکن میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ! جو خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے۔ مدرسہ و مسجد و خانقاہ کے ایک ایک ذرّہ میں جذب کی کشش بھر دے کہ یہاں جس کا قدم آجائے وہ بھی دردِ دل، دردِ نسبت اور دردِ محبت پا جائے، نورِ تقویٰ پا جائے اور ولی اللہ بن جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پارس پتھر میں سونا سازی یعنی لوہے کو سونا بنانے کی خاصیت رکھی ہے، آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت رکھی ہے اور برف میں

۳۱؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

ٹھنڈا کرنے کی خاصیت رکھی ہے۔ اور ان کی خاصیت بلا دلیل تسلیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے اولیاء سازی کی کہ ان کی صحبت میں رہنے والے ولی اللہ ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ آگ جلائیں اور کوئی پوچھے کہ آگ میں گرمی کیوں ہے؟ اسی طرح کوئی کہے کہ چاند سے گرمی نہیں ملتی لیکن سورج میں کیوں گرمی ہے؟ تو آپ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ خاصیت رکھی ہے۔ اور سورج کا ایندھن جس سے سورج چمکتا ہے اس کا خرچہ کتنا ہے؟ سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ سارے عالم میں جتنا ایندھن خرچ ہوتا ہے، سورج میں آگ کا ایندھن ایک گھنٹے میں اس سے زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایندھن سورج کہاں سے پاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایندھن میں سورج کو خود کفیل بنایا ہے۔ اس کے اندر ہزاروں لاکھوں ہائیڈروجن بم ہر وقت پھٹتے رہتے ہیں جس سے خود بخود آگ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اگر سورج اپنے ایندھن میں خود کفیل نہ ہوتا تو اتنا ایندھن کہاں سے پاتا؟ جب کہ ساری دنیا کا ایندھن اس کے ایک گھنٹے کے ایندھن کے برابر ہے۔ ایسے ہی اللہ والے جو ہدایت کے سورج ہیں ان کے قلب دردِ دل کے ایندھن میں خود کفیل بنائے جاتے ہیں۔ ان کا یہ ایندھن کہاں سے آتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے قلب پر علومِ غیبیہ وارد کرتا ہے، ان کے دلوں کے اندر اپنے دردِ محبت کا ایندھن دیتا ہے، ان کے اندر ہمہ وقت دردِ دل کے ایسے دھماکے ہوتے رہتے ہیں جن سے وہ خود بھی گرما گرم رہتے ہیں اور ان کی برکت سے ان کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ایمانی گرمیاں مل جاتی ہیں اور ایک دن ان کے ہم نشینوں کے قلب بھی ہدایت کے سورج بن کر اپنے دردِ دل کی آگ میں خود کفیل ہو جاتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

نمازِ باجماعت کے وجوب کا ایک عاشقانہ راز

اور یہ نکتہ شاید پہلی دفعہ آپ مجھ ہی سے سنیں گے کہ عشق کو زندہ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت کی نماز کو واجب فرمایا۔ جماعت کے وجوب میں یہ راز چھپا ہوا ہے کہ چاہے تم کو تنہائی کی عبادت میں بڑا سکون مل رہا ہو مگر تم فاسقین کے رجسٹر سے

نہیں نکل سکو گے جب تک مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھو گے تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات تم پر اختیاری نہ رہے لازمی (Compulsory) اور ضروری ہو جائے۔ اگر عشق تنہا زندہ رہتا تو نمازیں تنہائی میں پڑھنے کا حکم ہوتا، جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی۔ لیکن چوں کہ عشق کی حقیقت یہ ہے کہ عشق تنہا زندہ نہیں رہ سکتا عاشقوں میں زندہ رہتا ہے، اور صرف زندہ ہی نہیں رہتا بڑھ جاتا ہے، ترقی بھی ہوتی ہے۔ پس عشق کی عطا اور بقاء اور ارتقاء موقوف ہے عاشقوں کی صحبت پر۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو واجب کر دیا تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات سے بندوں کو عشق عطا بھی ہو اور بقاء بھی ہو اور ارتقاء بھی ہو۔ تاکہ میرے عاشق ترقی کرتے رہیں۔ محبت کی کسی منزل پر نہ ٹھہریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہے ست

اللہ تعالیٰ کا راستہ غیر محدود راستہ ہے اس لیے جس منزل پر پہنچو اس سے آگے بڑھو۔

جمعہ و عیدین اور حج کے اجتماعات کا مقصد

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعتِ پنج گانہ کے وجوب پر ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ عاشقوں کی تعداد بڑھانے کے لیے جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع کو فرض کر دیا کہ جتنا عاشقوں سے ملاقات بڑھے گی تمہارے عشق میں اضافہ ہو گا۔ اور سال میں عید اور بقر عید کے اجتماع کا حکم دے دیا تاکہ عاشقوں کی تعداد اور زیادہ بڑھ جائے اور زیادہ عاشق ایک دوسرے سے ملیں۔ اور حکم دے دیا کہ ایک راستے سے جاؤ اور دوسرے راستے سے آؤ![۳۲] اس سنت کا راز ملّا علی قاری نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں لکھا ہے کہ راستہ بدلنے میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ راستے میں قبرستان پڑیں گے اور مُردوں کے لیے ایصالِ ثواب کی توفیق ہو جائے گی جس سے مُردوں کو فائدہ ہو گا۔ دوسرے یہودیوں، نصرانیوں کے گھر پڑیں گے تو مسلمانوں کی تعداد دیکھ کر ان پر دہشت اور رعب طاری ہو گا۔[۳۳]

۳۲۔ صحیح البخاری: ۱/۱۳۴ (۹۸۶)، باب من خالف الطریق اذا رجع، المکتبۃ المظھریۃ

۳۳۔ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۱۰۶۰، باب صلوٰۃ العیدین، دار الفکر بیروت

اور اس کے بعد اگر استطاعت ہو توحج کا اجتماع فرض کر دیا کہ حرمین شریفین میں حاضری دو مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَيۡهِ سَبِيۡلًا[۳۴] حج کی فرضیت کا ایک رازعشاق کی بین الاقوامی ملاقات بھی ہے کہ ہر ملک کے اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک تو کعبہ کا اپنا نور ہے مگر کعبہ میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کا نورِ باطن بھی اس فضا میں شامل ہوتا ہے۔ اس لیے کعبہ میں قدم رکھتے ہی نورِ ایمان بڑھ جاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

کعبہ راہر دم تجلّی می فزود

کعبہ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جو ہر لحظہ اضافہ کے ساتھ ہو رہی ہے جس سے کعبہ انوار سے معمور ہے اور دوسرے ؎

کیں ز اخلاصات ابراہیم بود

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی اس میں ہے۔

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نعمت دینے والے کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس حاملِ تجلیاتِ منعِم ہونے کے سبب اہل اللہ جنت سے افضل ہیں۔ اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فَاذۡكُرُوۡنِيۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِيۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ[۳۵] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیوں کیا اور شکر کو مؤخر کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ فَاِنَّ حَاصِلَ الذِّكۡرِ اَلۡاِشۡتِغَالُ بِالۡمُنۡعِمِ ذکر کی حالت میں آدمی نعمت دینے والے کے ساتھ مشتغل رہتا ہے۔ اور علامہ آلوسی نے بابِ افتعال استعمال کیا کہ ارادہ کر کے وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ ایسا وظیفہ بتایئے کہ ہر وقت بلا ارادہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہے۔ فرمایا کہ توبہ کرو اس بات سے اس لیے کہ بے ارادہ زبان سے اللہ نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجبور ہو گئے، اور ثواب

۳۴؎ اٰل عمرٰن:۹۷

۳۵؎ البقرة:۱۵۲

ملتا ہے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے۔ جب مجبوراً اللہ کہو گے اور تمہارا اختیار ہی نہ رہے گا تو ثواب کیا ملے گا ذکر کا؟ تو ذکر کا حاصل ہے نعمت دینے والے کے ساتھ مشغول ہونا فَاِنَّ حَاصِلَ الشُّکْرِ اَلْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ اور شکر کا حاصل ہے نعمت کے ساتھ مشغول ہونا فَالْمُشْتَغِلُ بِالْمُنْعِمِ اَفْضَلُ مِنَ لْمُشْتَغِلِ بِالنِّعْمَةِ[۳۶] جو منعِم کے ساتھ مشغول ہے وہ نعمتوں میں مشغول ہونے والے سے افضل ہے۔ اس لیے ذکر کو مقدم فرمایا۔ اسی لیے جنت میں مشغولی سے پہلے اللہ والوں سے ملنے کا حکم ہوا۔ یہ تفسیر روح المعانی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ والوں سے گھبراتے ہیں ان کے جنتی ہونے میں خطرہ ہے۔ ان کو ذوقِ جنت حاصل نہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔

صحبتِ اہل اللہ کے متعلق علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مولانا عبد اللہ صاحب شجاع آبادی کی جب ''بخاری شریف'' ختم ہوئی، تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مخاطب کر کے ''بخاری شریف'' پڑھنے والوں سے فرمایا کہ آج بخاری شریف ختم ہوگئی۔ آج تم عالم ہوگئے، مگر ''بخاری شریف'' کی روح جب حاصل ہوگی جب چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو گے۔ پھر تمہیں درد بھرا دل عطا ہوگا۔ اپنے علم پر عمل نصیب ہوگا اور علم کی حلاوت ملے گی، اور تمہارے منہ سے جو علم نکلے گا جادو بیانی کے ساتھ نکلے گا۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔ یہ جملہ علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر ایک عجیب تمثیل

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر ایک مثال اور دیا کرتا ہوں کہ مان لو! کسی چراغ

---

۳۶ روح المعانی: ۱۹/۲، البقرة (۱۵۲)، دار احیاء التراث، ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاته تعالیٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمته والاشتغال بذاته تعالیٰ اولیٰ من الاشتغال بنعمته

کا ظرف دس لاکھ ریال کا ہو اور اس میں تیل بھی ایک لاکھ ریال کا ہو اور اس کی بتی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی پیرس سے منگائی گئی ہو۔ لیکن یاد رکھو! روشن نہیں ہو سکتا جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ سے متصل نہ ہو گا۔ اسی طرح خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو، علم کا سمندر ہو لیکن جب تک کسی اللہ والے، صاحبِ نسبت سے متصل نہیں ہو گا نہ خود روشن ہو گا نہ دوسروں کو روشن کر سکے گا۔ نہ نسبتِ لازمہ ملے گی نہ نسبتِ متعدّیہ ملے گی۔ اس کے علم و عمل میں فاصلے ہوں گے۔

علم پر صحبتِ اہل اللہ کی فوقیت کی عجیب دلیل

علم بے شک سر آنکھوں پر ہے مگر صحبت کی قیمت زیادہ ہے۔ اور اس کی دلیل غارِ حرا سے دیتا ہوں۔ اسی غارِ حرا میں نبوت عطا ہوئی جس پر اختر کا شعر ہے؎

خلوت غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

نبوت کا آفتاب غارِ حرا سے طلوع ہوا، اور جس ویرانے میں اللہ مل جائے آہ! اس ویرانے کو کیا سمجھتے ہو۔ اس غارِ حرا میں ایک آیت نازل ہوئی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ [۳۷] اس وقت جو ایمان لائے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے ان کو اَلسَّابِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ قرار دیا گیا، اور جو تیس پارے نازل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کو متأخرین قرار دیا گیا۔ وہ بھی مقبول ہیں لیکن درجہ میں ان سے پیچھے ہیں جو اِقۡرَاۡ نازل ہوتے ہی ایمان لائے تھے۔ بتائیے! تیس پاروں کا علم زیادہ ہے یا ایک آیت کا؟ یہی دلیل ہے کہ صحبت کی قیمت علم سے زیادہ ہے، کیوں کہ جو پہلے ایمان لائے ان کو نبی کی صحبت زیادہ ملی، اس لیے ان کا درجہ ان سے بڑھ گیا جو تیس پاروں کے بعد ایمان لائے۔ یہ ہے صحبت کی اہمیت۔ اور جو شیخ اور مربی جتنا قوی النسبت ہو گا اس کے صحبت یافتہ بھی اتنے ہی قوی النسبت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ چوں کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسانہ

---

[۳۷] العلق:۱

کوئی پیدا ہوا اور نہ آیندہ پیدا ہو گا اس لیے آپ کے صحابہ بھی اُممِ سابقہ کے صحابہ سے افضل ہیں۔ اور اب قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا، لیکن نسبت قیامت تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔ اس لیے مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! جو ہم میں صاحبِ نسبت نہیں ہیں ان کو صاحبِ نسبت کر دے اور جو صاحبِ نسبت ہیں مگر ضعیف اور کمزور تعلق ہے ان کو قوی کر دے اور جو قوی النسبت ہیں ان کو اقویٰ کر دے یعنی ان کو اس قدر قوی النسبت کر دے کہ ان کی صحبتوں سے دوسرے ولی اللہ پیدا ہونے لگیں۔ اس لیے جس شیخ سے تعلق کریں پہلے خوب دیکھ لیں کہ وہ قوی النسبت ہے یا نہیں؟ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ میں صادقین سے مراد متقین ہیں۔ لیکن صادقین اس لیے نازل فرمایا کہ تم دیکھ لو کہ وہ صادق فی التقویٰ ہے یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ لباسِ تقویٰ ہے، ٹوپی بھی اہل اللہ والی ہے، وضع قطع بھی اہل اللہ والی ہے مگر اعمال ویسے نہیں ہیں مثلاً بد نظری کر رہا ہے۔

تلاش کرنے سے سچے اولیاء اللہ مل جاتے ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! میں نے اولیاء کو تلاش کیا مگر سب پاکٹ مار نکلے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو پھر بھی اللہ والے کی تلاش مت چھوڑو ایک نہ ایک دن ضرور خدا کو تم پر رحم آئے گا اور تمہیں سچا اللہ والا مل جائے گا۔ ایک بزرگ نے اس کی مثال دی کہ اگر آپ جوان اور بہت تندرست ہیں اور آپ کا شادی کو جی چاہ رہا ہے تو اگر کوئی آپ سے کہے کہ ہم تمہاری شادی کرا دیتے ہیں مگر پہلے ایک کلو لڈو اور پانچ سو ٹکہ دو اور پھر آپ سے ایک کلو لڈو اور پانچ سو ٹکہ لے کر کہا کہ میں تمہاری شادی کے لیے بیوی تلاش کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اِدھر اُدھر ہو گیا تو کیا پھر آپ ہمیشہ کے لیے کان پکڑ لیتے ہیں کہ اب شادی نہیں کرنی ہے؟ پھر اگر دوسرا دوست کہے کہ اچھا! ہم تمہاری شادی کرا دیتے ہیں مگر ہم ایک ہزار ٹکہ اور پانچ کلو لڈو لیں گے تو آپ شادی کی اُمید پر اس کو بھی دے دیں گے۔ اسی طرح تیسرا بھی دھوکا

دیتا ہے۔ تین دھوکے بازوں کے بعد اگر چوتھا بھی کوئی اُمید دلادے تو اس کے چکر میں بھی آجاتے ہیں۔ لہٰذا اگر اللہ والوں کے بھیس میں کچھ لوگ غلط مل گئے تو بھی اللہ کے لیے سچے اللہ والے کی تلاش مت چھوڑو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در تگِ دریا گہر باسنگ ہاست
فخرہا اندر میانِ ننگ ہاست

دریا کی گہرائی میں، اس کی مٹی میں اور بہت سے کنکروں، پتھروں میں موتی چھپا ہوتا ہے، بار بار غوطہ لگاؤ گے تو ایک دن ان شاء اللہ موتی ہاتھ آجائے گا۔ اسی طرح اللہ والوں کے لباس میں جعلی پیر مل گئے تو اللہ والوں کی تلاش نہ چھوڑو، اللہ کے لیے اللہ والوں کو تلاش کرتے رہو۔ اگر سچی طلب ہے تو اللہ تعالیٰ خود تمہیں اللہ والوں سے ملادیں گے۔

حضرت حافظ شیرازی کا واقعہ

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی تلاش میں جنگل میں رویا کرتے تھے (یہ سات بھائی تھے) ایک دن ایک بزرگ سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حافظ شیرازی نام کا میرا ایک بندہ جنگل میں میری یاد میں رو رہا ہے۔ جاؤ اس کو اللہ والا بنا دو، آپ ان کے والد سے ملے۔ ان کے والد دنیا دار تھے۔ سلطان نجم الدین کبریٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے کتنے لڑکے ہیں؟ انہوں نے کہا چھ اور حافظ شیرازی کے بارے میں نہیں بتایا۔ حضرت نجم الدین کبریٰ نے ان چھ لڑکوں کو دیکھا تو خواب میں جسے دیکھا تھا اس کی شکل کسی سے نہیں ملی۔ لہٰذا ان کے والد سے پوچھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ایک اور لڑکا ہے تو مگر وہ ذرا پاگل سا ہے، دنیا سے نکمّا، بے کار۔ جائیے جنگل میں دیکھ لیجیے وہیں کہیں روتا ہوگا۔ سلطان نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اسی دیوانے کی تو تلاش میں ہوں۔ تم دنیا کمانے والے لڑکوں کو اپنی اولاد سمجھتے ہو اور خدا کے خاص بندے کو اپنی اولاد نہیں سمجھتے۔ وہ تو اتنا قیمتی ہے کہ اللہ اس کو ولایت دینے کے لیے خود پیر کو مرید کے پاس بھیج رہا ہے ایسے قسمت والے مرید بھی ہوتے ہیں کہ خود اللہ والے ان کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر پیاسے پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا عہد

عالمِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ[۳۸] فرما کر ہم سب کی روحوں میں اللہ نے اپنی محبت کی چوٹ لگا دی تھی۔ اپنی ربوبیت کی تجلی کا مشاہدہ کرا کر ہم سے اقرار لیا تھا۔ ہم نے بَلٰی کہا تھا کہ بے شک! آپ ہمارے رب ہیں اور یہاں اس عالم میں آکر بھی وہ چوٹ موجود ہے مگر اس چوٹ کو ابھارنے کے لیے ایک مخصوص ہوا چاہیے جیسے پہلوان جب اکھاڑے میں چوٹ کھاتا ہے تو ہر ہوا اس چوٹ کو نہیں ابھار سکتی۔ پورب یعنی مشرق سے جو ہوا چلتی ہے جسے پوربی ہوا کہتے ہیں اس سے پرانی چوٹیں ابھر آتی ہیں۔ پھر پہلوان کہتا ہے اُف! اکھاڑے میں استاد نے گردن پر جو گھونسا مارا تھا وہ آج درد کر رہا ہے۔ آج پوربی ہوا چل رہی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے قرب کی ہوائیں، اللہ والوں کی آغوشِ محبت کی ہوائیں ہماری روح کی اُس چوٹ کو ابھار دیتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں لگائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے آدمی کے دل میں نور اور اللہ کی محبت کا درد بڑھتا جاتا ہے اور دنیا کی محبت گھٹتی جاتی ہے۔ دنیا اسے مردار نظر آنے لگتی ہے۔ دنیا کی صحیح حقیقت کھلنے لگتی ہے۔ آنکھوں کا پانی اور موتیا دور ہوتا جاتا ہے اور آنکھیں بنتی جاتی ہیں۔ آدمی روز بروز دل کی بصیرت سے دیکھتا ہے کہ میں پہلے کیا تھا اور اب کہاں سے کہاں پہنچ رہا ہوں۔

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے

محبت کے اسیروں کا یہی انجام ہوتا ہے

۳۸؎ الاعراف:۱۷۲

صحبتِ اہل اللہ روح کی کلیوں کے لیے نسیمِ سحری

تو میرے دوستو! اللہ والوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی پرانی چوٹ ابھر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اعظم گڑھ کی شبلی منزل میں تقریر کا شرف بخشا۔ اس وقت پرنسپل سٹی کالج اور سارے پروفیسر موجود تھے تو میں نے سوچا کہ شبلی کالج کے بانی علامہ شبلی نعمانی ہی کا شعر پیش کردوں۔ لہٰذا میں نے کہا کہ آپ لوگ اس کالج کے پرنسپل اور پروفیسر ہیں۔ آپ کے کالج کے بانی علامہ شبلی نعمانی جو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے انہوں نے ایک شعر کہا تھا۔

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے، آسیر کو چل

یعنی کلیوں میں جو خوشبو پنہاں ہے تو نسیمِ سحری یعنی صبح کی ہوا ان کلیوں سے کہتی ہے کہ تمہارے اندر جو خوشبو بند ہے وہ کب تک بند رہے گی، اب تیار ہوجاؤ اور میرے جھونکوں کی آغوش میں آجاؤ جو تمہاری مہر توڑ دیں گے اور پھر تم بھی ہمارے ساتھ سیر کو چلو، خود بھی مہکو اور سب کو مہکاؤ، ذاتی خوشبو کو متعدی کرلو۔ ہماری روح کی کلیوں میں اللہ کی محبت کی جو خوشبو پوشیدہ ہے اللہ والوں کی صحبتوں کی نسیمِ سحری کے جھونکوں سے وہ مہر ٹوٹ جاتی ہے۔ ورنہ لوگ اللہ کی محبت کی امانت کو لیے قبروں میں چلے جاتے اور وہ خوشبو اجاگر نہیں ہوتی۔ دل کے اندر ہی اندر دفن ہوکر رہ جاتی۔ نہ خود مہکتی سے نہ دوسروں کو مہکاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اس شعر میں سلوک کا بہت بڑا درس ہے۔ لہٰذا آج میں اسی شعر پر تقریر کروں گا کہ۔

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے، آسیر کو چل

اور کلی کی خوشبو سیر کو کب چلے گی؟ جب اس کی مہر ٹوٹ جائے گی۔ اور روح کی کلیوں کی یہ مہر اللہ والے توڑتے ہیں۔

اللہ کی محبت کے حصول کا واحد راستہ اہل اللہ کی محبت

آپ بھی نفس سے کہہ دیں کہ اے نفس! اگر تو اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آتا تو میں تیری سرکوبی کروں گا، تجھے قید کر دوں گا، مگر یہ ہمت و قوت آئے گی کیسے؟ گناہوں سے بچنے کے لیے جان دینے کی ہمت کیسے آئے گی؟ اور جان سے زیادہ اہل وعیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دل میں کیسے آئے گی؟ جب کہ یہ محبت مطلوب بھی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے کتنی محبت مانگی ہے؟ حدیث شریف میں ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

اے اللہ! مجھے اپنی اتنی محبت دے دیں کہ آپ مجھے میری جان اور میرے اہل وعیال سے زیادہ پیارے ہوں اور پیاس کی شدّت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہوں۔

مگر یہ محبت ملے گی کیسے؟ اس کا نسخہ بھی اسی حدیث کے پہلے جز میں موجود ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۳۹]

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور تیرے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو آپ کی محبت کا باعث ہو۔ ظالم ہے وہ مُلاّ جو اہل اللہ سے مستغنی ہوتا ہے۔ جو مولوی خدا کے عاشقوں سے اعراض کرتا ہے، استغنا کرتا ہے وہ نبی کی دعا کی رُو سے اپنا فیصلہ کرلے کہ نبیوں کا سردار خدا سے خدا کے عاشقوں کی محبت مانگ رہا ہے اور یہ ظالم ''شمسِ بازغہ'' اور ''صدرا'' پڑھا کر اپنے آپ کو اہل اللہ سے مستغنی سمجھ رہا ہے۔ ایسے مُلاّ کے لیے میرا شعر ہے۔

کہاں پاؤ گے صدرا، بازغہ میں
نہاں جو غم ہے دل کے حاشیہ میں

اور اللہ کی محبت کی یہ دولت کیسے ملتی ہے۔

۳۹؎ جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایج ایم سعید

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

اللہ تعالیٰ کے نبی نے اللہ والوں کی محبت درمیان میں مانگی ہے۔ اللہ کی محبت اور اعمالِ صالحہ کی محبت، ان دونوں محبتوں کے درمیان میں یہ جملہ رکھ دیا کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں۔ درمیان کا یہ جملہ دونوں محبتوں کے لیے رابطہ کا کام دے رہا ہے یعنی اس جملہ کا رابطہ اللہ کی محبت سے بھی ہے اور ان اعمالِ صالحہ کی محبت سے بھی ہے جو اللہ کی محبت کا سبب ہیں۔ چناں چہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اللہ تک پہنچنے کا اور اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنے کا راستہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ اللہ والوں کی محبت سے اللہ بھی ملے گا اور اعمالِ صالحہ بھی ملیں گے، اللہ والوں کی محبت سے عشقِ خدا ملے گا اور عشقِ اعمال بھی ملے گا۔ اور جب یہ چیزیں جمع ہو جائیں گی تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ جان سے زیادہ عزیز ہو جائیں گے۔

دین کیسے ملے گا؟

اور اکبر نے ایک شعر اور بھی کہا تھا۔

حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا

اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا۔

نہیں سیکھا انہوں نے دین رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

پھر دین کیسے ملے گا؟ فرمایا۔

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

کتنا ہی کوئی نالائق ہو ذرا اللہ والوں کے پاس رہ کر دیکھ لے، اگر صبح شام کہے کہ میں نالائق ہی رہوں گا لائق نہیں بنوں گا لیکن اللہ والوں کی صحبت کا اعلان رہے گا کہ تو نالائق ہے مگر تو اگر صحبت میں رہے تو تجھ کو لائق بننا پڑے گا جیسے لنگڑے آم سے دیسی آم کی قلم لگ جائے اور صحیح قلم ہو اور سائنس دان شاخیں کاٹتا رہے تو دیسی آم صبح سے شام تک تین دفعہ کہتا رہے کہ میں لنگڑا آم نہیں بنوں گا تو لنگڑے آم کی قلم کہے گی کہ بن کے رہے گا لنگڑا آم، بن کے رہے گا لنگڑا آم۔

بس سمجھ لو اللہ والوں کی صحبت سے ان شاء اللہ تعالیٰ! کتنا ہی نالائق، کمینہ نفس ہو ولی اللہ بن جائے گا۔ ولی کی قلم اور ولی اللہ کی صحبت سے انسان ولی بن جاتا ہے۔

آج ہم کو رونا یہی ہے کہ نیک صحبتیں کم ہو گئیں اس وجہ سے ہمارے اندر بے دینی پھیلی جارہی ہے ورنہ بڑے بڑے شرابی اللہ والوں کی صحبت سے ولی اللہ بن گئے۔

اللہ کا باوفا بندہ بننے کا طریقہ

تو یہ اہلِ وفا، اہلِ محبت کون ہیں؟ جو اہلِ محبت کے ساتھ رہے گا اہلِ وفا بننے کی نیت سے، سموسے پاپڑ کھانے کے لیے نہیں، طرح طرح کے پہاڑ اور مناظر کو دیکھنے کے لیے نہیں، جو خالقِ مناظرِ کائنات کے لیے سفر کرتا ہے اور جان کی بازی لگاتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنی جان پر اللہ کے راستے کا غم نہیں اٹھاتا اور اپنی جان کو اللہ پر فدا نہیں کرتا اس ظالم کو روٹیاں کھا کر جان بنانا جائز نہیں، کیوں کہ اس کی جان غیر اللہ پر فدا ہو رہی ہے۔ جان بنانا ان کے لیے جائز ہے، بلکہ مستحب ہے، بلکہ فرض ہے جو اللہ پر فدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو اللہ کی روزی کھا کر غیر اللہ پر مرتا ہے اور نظر بازی کرتا ہے یہ جان نالائق جان ہے۔ اور ایسے شخص کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا کی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۴۰]

---

[۴۰] مشکوۃ المصابیح: ۲۷۰/۱، باب النظر الی المخطوبة وبیان العورات، المکتبة القدیمیة

اے اللہ! لعنت فرما اس شخص پر جو نظر بازی کرتا ہے یعنی اسے اپنی رحمت سے دور کر دے جو حسینوں کو تانک جھانک کرتا ہے۔ تو نبی کی لعنت جس پر رہے گی وہ چین پائے گا؟ اس کو چین ملے گا؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ وَاللّٰہِ ثُمَّ وَاللّٰہِ ثُمَّ وَاللّٰہِ جتنے رومانٹک دنیا والے ہیں اور حسینوں کے چکر میں ہیں، وی سی آر دیکھتے ہیں یا سینما دیکھتے ہیں یا ننگی فلمیں دیکھتے ہیں ان کے سر پر قرآن شریف رکھ کر پوچھو کہ تم چین سے ہو یا پریشان ہو؟ اور اللہ والوں سے پوچھو، جو توبہ کرکے خانقاہوں میں آگئے ان سے پوچھو کہ خانقاہوں میں آکر تم کو کیا مزہ ملا؟ مولیٰ کے ملنے سے تم کو کیا مزہ ملا؟ اور لیلیٰ کے ملنے سے تم کو کیا سزا ملی؟ ایک طرف سزا ہے اور ایک طرف مزہ ہے۔

اس لیے دوستو! اللہ پر مرنا سیکھو۔ جو اللہ پر مر رہے ہوں اُن اہلِ وفا کی صحبت میں رہو۔ اللہ تعالیٰ نے بے وفاؤں کے مقابلے میں اہلِ محبت کی جو آیت نازل فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ محبت کبھی بے وفا نہیں ہوسکتے، اگر محبتِ کاملہ ہے خالی ناقص محبت نہیں۔ لہٰذا اہل محبت کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ اہلِ وفا ہو جائیں گے بشرطیکہ نیت بھی ہو اہلِ وفا بننے کی۔

تواضع کے معنیٰ اور اس کا طریقِ حصول

حدیثِ پاک ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ[41]

حدیث کی بلاغت دیکھیے! علومِ نبوت خود دلیلِ نبوت ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ تَوَاضَعَ اور اس کی جزا کے درمیان ایک لفظ اور عطا فرمایا تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ جزا یعنی بلندی کی لالچ میں تواضع کریں تو اخلاص نہیں رہے گا۔ اسی لیے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ فرمایا کہ اللہ کے لیے تواضع اختیار کرو اور تواضع بھی خود اختیار نہیں کرو بلکہ کسی اللہ والے سے تواضع سیکھو۔ کسی اللہ والے کی جوتیاں سیدھی کرو، پھر دیکھو اللہ کیوں نہیں ملتا۔

[41] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

صحبتِ اہل اللہ سے ایمان ویقین قوی ہوتا ہے

دنیا میں کوئی ولی اللہ ایسا نہیں گزرا جس نے کسی اللہ والے کی صحبت نہ اٹھائی ہو۔ جیسے دیسی آم لنگڑے آم کی پیوند کے بغیر لنگڑا آم نہیں بن سکتا، آپ دیسی آم کو لنگڑے آم سے متعلق ایک لاکھ کتابیں مع سند اور مصنفین کے نام کے ساتھ یاد کرادیں بلکہ سوانحِ مصنّفین کا بھی حافظ بنادیں، لیکن جب تک اسے لنگڑے آم کی قلم نہیں لگے گی اُس وقت تک دیسی آم لنگڑا آم نہیں بنے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جب میری اس مثال کو سنا تو ہنس کر فرمایا کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت اور قلم سے لنگڑا آم ہوتا ہے۔ لیکن دیسی دل، غفلت کا مارا دل، حبِّ جاہ اور دنیا کے مال کا مارا ہوا دل جب اللہ والوں کے دل سے پیوند کھاتا ہے تو لنگڑا دل نہیں بنتا تگڑا دل بن جاتا ہے۔ اور اس کے پاس جتنے بگڑے دل رہتے ہیں وہ بھی تگڑے دل بن جاتے ہیں۔ حضرت نے کیا عمدہ بات فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ہم اللہ والوں کے دل سے اپنا دل پیوند کریں گے تو کہیں ہمارا دل لنگڑا نہ ہوجائے۔ واہ رے شیخ! اس کو شیخ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ والوں کے دل سے جب تمہارا دل پیوند ہوگا تو تگڑا دل بنے گا اور اتنا تگڑا ہوگا کہ سارا معاشرہ، سارا زمانہ آپ کو مرعوب نہیں کرسکتا ان شاء اللہ! اور آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ صاحب! ہم زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہوگئے تھے۔ بلکہ اللہ والوں کی صحبت کے بعد وہ ایمان، وہ یقین عطا ہوگا کہ آپ اہلِ زمانے سے ببانگِ دُہل یہ اعلان کریں گے۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے

اگر آپ کو اللہ والا بننا ہے تو کسی اللہ والے کو اپنا خلیل بنالو تاکہ اس حدیث کے مصداق بن جاؤ:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ[۴۲]

لٰہذا کسی بُرے انسان کو دوست بناؤ گے تو بُرے بن جاؤ گے، اور اچھے انسان کو دوست بناؤ گے تو اچھے ہو جاؤ گے۔ جیسا خلیل ہو گا ویسے اخلاق ہو جائیں گے۔ ایک دیہاتی نے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور! میرے آم کے پیڑ سے نیم کی شاخ متصل ہو کر گزر گئی، میرا سارا آم کڑوا ہو گیا، تو دوستو! ذرا دائیں بائیں دیکھتے رہو کہ تمہارے قلب کے قریب سے کسی بد عقیدہ، بد عمل یا بد اخلاق انسان کے قلب کی شاخ تو نہیں گزر رہی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھو کہ جس کے اخلاق اچھے ہیں، جو اللہ والے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ چلو تو اللہ تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ ایک اللہ والے کا لکھنؤ میں علمائے ندوہ سے خطاب تھا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

نقوشِ کتب پر عمل کے لیے نفوسِ قطب کی اہمیت

جس وقت "مصنّف عبد الرزاق" کے محشی، ہندوستان کے سب سے بڑے محدث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب کو اپنے دار العلوم اعظم گڑھ میں بلایا تو حضرت نے فرمایا ؎

دار العلوم دل کے پگھلنے کا نام ہے
دار العلوم روح کے جلنے کا نام ہے

اگر دار العلوم میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں سکھائی جاتی، خدا کی یاد میں تڑپنا نہیں سکھایا جاتا، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کی مشق نہیں ہوتی، تو خالی نقوشِ کتب پڑھنے سے کتب بینی تو ہو جائے گی مگر نقوشِ کتب پر عمل کرنے کے لیے قطب بینی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر نقوشِ کتب سے نفوسِ قطب بنتے ہیں۔

---

[۴۲] جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے سہارنپور کے علماء نے پوچھا کہ آپ کے علم میں برکت کہاں سے آئی؟ کیا آپ بہت کتب بینی کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں اے میرے پیارے علماء حضرات! درس کی جو کتابیں آپ نے پڑھی ہیں وہی میں نے بھی پڑھی ہیں، لیکن میری ایک نعمت مستزاد ہے کہ میں نے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی کی قطب بینی بھی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ برکت اسی قطب بینی کی وجہ سے عطا فرماتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم صاحبِ نسبت ہو جاؤ گے تو تمہارے مٹکے کے علم کو سمندر اور دریا سے تعلق ہو جائے گا۔

خُم کہ از دریا در اوراہے شود
پیشِ او جیحون ہا زانو زند

جس مٹکے کو سمندر سے تعلق ہو تو اس کے علم کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد بن جاتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت پر اکابر کے اقوال

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے "بخاری شریف" پڑھ لی، عالم ہو گئے لیکن یاد رکھو کہ "بخاری شریف" کی روح تب ملے گی جب اہل اللہ کی جوتیاں اٹھاؤ گے۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ والوں کی جوتیوں کے خاک کے ذرات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں ختمِ "بخاری شریف" کے موقع پر فرمایا کہ اے طلبائے کرام! جاؤ کچھ دن کسی صاحبِ نسبت، صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں رہ لو تاکہ ان کے صدقے میں تم بھی متقی بن جاؤ۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

دردِ دل نے اور سب دردوں کا درماں کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، ورنہ یہ تھانہ بھون کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایک دن مولانا ظفر احمد عثمانی نے انہیں خط میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر لکھا ؎

قال را بگزار مردِ حال شو

پیشِ مردِ کاملے پامال شو

اے علامہ سید سلیمان ندوی! میں جانتا ہوں کہ شرقِ اوسط میں تمہارے نام کا غلغلہ ہے لیکن چند دن کسی اللہ والے کی صحبت میں بھی رہ کر دیکھ لو۔ حضرت سید سلیمان ندوی فوراً تھانہ بھون پہنچ گئے اور وہاں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کے ساتھ ایک مجلس میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی پھر فرمایا کہ آہ! ہم جس علم پر ناز کرتے تھے، آج معلوم ہوا کہ اصل علم تو اس بوریا نشین کے پاس ہے۔ ہمارا علم ان کے سامنے گرد ہے۔ پھر روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے یہ اشعار پڑھے ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی

پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ قرآن میں

جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

اور جب حضرت کے مشورے سے اللہ اللہ کیا تو فرمایا ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا

ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے

صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

پھر فرمایا کہ جس کی صحبت کو ہم حقیر سمجھتے تھے، جس کا ہم مذاق اڑاتے تھے اے دنیا والو! آج سید سلیمان ندوی ببانگِ دُہل یہ اعلان کرتا ہے کہ حکیم الامت تھانوی کی قدر کر لو۔

جی بھر کر دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز
پھر یہ جمالِ نور دکھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تیری محفل کا ہر چراغ
جلتا رہے گا یوں ہی بجھایا نہ جائے گا

اولیاء اللہ کی مثال

حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک چیونٹی نے درخواست کی کہ اے خدا! میں کعبہ حاضر ہونا چاہتی ہوں مگر میری رفتار اور میری کمزوریوں سے آپ باخبر ہیں۔ آپ ہی نے تو مجھے چیونٹی بنایا ہے بازِ شاہی بھی نہیں بنایا اور کبوتر بھی نہیں بنایا کہ میں اُڑ کر پہنچ جاؤں۔ آواز آئی کہ ایک کبوتر کعبہ شریف سے بھیج رہا ہوں، وہ کبوترِ حرم ہے، اُس کو عام کبوتر مت سمجھنا۔ بس اس کے قدموں سے لپٹ جانا۔ جب وہ حرم پہنچے گا تو تم بھی اس کے قدموں سے لپٹے رہنے کی برکت سے حرم پہنچ جاؤ گی۔ تو اولیاء اللہ بھی کبوترِ حرم ہوتے ہیں اگرچہ عجم میں ہوں مگر باعتبارِ قلب اور روح کے وہ کبوترِ حرم ہوتے ہیں۔ جسم اُن کا فرش پر ہوگا مگر اپنے قلب و جان سے وہ عرشِ اعظم پر رہتے ہیں اور صاحبِ عرش اعظم سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ اُن کا جسم یہیں آپ کے ساتھ ہوگا۔ اب کوئی کہے گا کہ اپنا جسم اُڑا کے دکھاؤ، اگر ان کے جسم اُڑ جاتے تو آپ کا جسم دنیا ہی میں دھرا رہتا۔

صحبتِ شیخ کی کرامت

ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی پڑھا رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ مولانا رومی شمس الدین تبریزی پر کیوں فدا ہوگئے؟ حاجی صاحب نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر شمس الدین تبریزی پر اس لیے عاشق ہوئے کہ سو برس کے تہجد اور ذکر اور فکر سے جس مقام پر پہنچتے شمس الدین تبریزی کی صحبت کی برکت سے چند ساعت میں اس مقام پر فائز ہوگئے۔ چناں چہ جس کی کھائی اس کی گائی۔ جب آدمی کو اللہ والوں سے کچھ ملتا ہے تو ضرور اس کی تعریف کرتا ہے اور دنیا

اور دنیا کی لذات اور سلطنت اور تخت و تاج اس کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔

تقویٰ سیکھنا نفلی عبادات سے زیادہ ضروری

آج کل بڑے بڑے لوگ نفلی حج اور عمرہ کرنے کے لیے ہر سال چلے جاتے ہیں مگر تقویٰ سیکھنے کے لیے ٹائم نہیں ہے۔ بتاؤ! نفلی حج ضروری ہے یا تقویٰ؟ اور اللہ کا خوف اور اللہ کا دوست بننا فرض ہے۔ حج نفلی، عمرہ نفلی کرنا یہ نفل ہے لیکن تقویٰ سیکھنا، گناہ سے بچنا اور اللہ کو خوش رکھنا یہ فرض عین ہے۔ لہٰذا ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہم ایں جاست بیائید بیائید

اے حاجیو! کہاں جارہے ہو؟ فرض حج کے لیے ضرور جاؤ مگر نفل حج کا زمانہ کسی اللہ والے کے پاس لگاؤ۔ ارے ظالمو! ادھر آؤ، اللہ تم کو ہم سے ملے گا، اللہ والوں سے ملے گا۔ تقویٰ فرضِ عین ہے، ہاں جب فرضِ عین حاصل ہو جائے، اللہ کے ولی ہو جاؤ اور اللہ سے محبت پیدا ہو جائے پھر اللہ کے گھر جاؤ گے تو کچھ اور مزہ پاؤ گے۔ جب تک گھر والے سے محبت نہ ہو گھر کا کیا مزہ ہے۔

سچے مرشد کی پہچان

تو دوستو! یہ کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اپنے مرشد سے اتنی ہی محبت ہوتی ہے، بشرطیکہ مرشد متبعِ سنت ہو اور شاہراہِ اولیاء پر ہو۔ میں اس کو خوب بار بار کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین اور علماء سے بھی پوچھ لو کہ میرا مرشد شاہراہِ اولیاء پر ہے یا نہیں؟ جس کو دوسرے علماء بھی مانتے ہوں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی کے ایک کروڑ جاہل مرید ہوں، کوئی سبزی بیچ رہا ہے، کوئی گوشت کاٹ رہا ہے، مگر کوئی عالم اس سے مرید نہ ہوتا ہو تو سمجھ لو دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ پس حکیم الامت مجددِ زمانہ کا جو تھرمامیٹر ہے اس سے جو ہٹے گا گمراہ ہو جائے گا۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شیخ سے کچھ علمائے دین

رجوع نہ ہوں اور سب اَن پڑھ اور جاہل ہوں، تو سمجھ لو کہ علم کی روشنی میں علماء نہیں آرہے ہیں۔ اور ضرور کوئی بات ہے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا اختر شکر ادا کرتا ہے وَلَا فَخْرَ یَاکَرِیْمُ کہ سارے عالم میں اتنی بڑی تعداد میں محدثین، مفسرین اور مفتی حضرات الحمد للہ! اس فقیر سے بیعت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حکیم الامت کے تھرمامیٹر پر حق تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اختر صراطِ مستقیم پر ہے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت صحبتِ اہل اللہ سے پیدا ہوتی ہے

اس لیے کہتا ہوں کہ شارٹ کٹ راستے سے اگر ولی اللہ بننا ہے تو اپنے مرشد سے محبت کو شدید کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اشد کرو اور اشد محبت کے لیے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے، اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانی پڑتی ہے، ورنہ کسی مسلمان سے پوچھ لو اللہ سے سب کو محبت شدید ہے۔ لیکن ضرورت اشد محبت کی ہے۔ اس لیے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سُن لو؎

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [۴۳]

اور جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشد ہیں۔ یہ خالی تصوف نہیں ہے، قرآنِ پاک سے اس کی دلیل ہے، اسی اشد محبت کا صدقہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور کائنات کے سب سے پہلے مرید حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہیں ہوا۔ کیوں؟ ان کی وفاداری، ان کے ایثار، ان کی قربانی کے سبب کہ جان کو جان نہیں سمجھا، مال کو مال نہیں سمجھا۔ غارِ ثور میں جب اپنے کپڑے پھاڑ کر سب سوراخ بھر دیے تو ایک سوراخ رہ گیا اس میں اپنا انگوٹھا لگا دیا کہ میرے نبی کو سانپ، بچھو نہ کاٹے۔ اس انگوٹھے کو سانپ نے ڈس لیا اور تکلیف سے آپ کے آنسو بہنے

۴۳؎ البقرۃ:۱۶۵

لگے لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا نہیں کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سانپ نے ڈس لیا ہے لیکن جب آنسو غیر اختیاری طور پر آپ کے چہرہ مبارک پر گر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھے اور فرمایا: صدیق! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا: حضور! مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن لگادیا اور وہ زخم ٹھیک ہو گیا، مگر انہوں نے جان کی بازی تو لگادی۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سانپ نہیں تھا، جنات میں سے تھا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اس لیے کاٹا کہ انگوٹھا ہٹ جائے اور اسے زیارت نصیب ہو جائے۔ بہر حال جتنی جس کی قربانی اتنی خدا کی مہربانی۔ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ اللہ نے مرد پیدا کیا ہے۔ اگر عورت بن کر مرے تو یاد رکھو! اس پر بھی مقدمہ چلے گا کہ میں نے تم کو مرد پیدا کیا تھا۔ کھانے میں، پینے میں، ہر چیز میں تم جواں مردی دکھاتے تھے، صرف میری راہ میں تم ہیجڑے اور بزدل بنے ہوئے تھے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ جتنی زیادہ مرشد کی محبت ہوتی ہے اور محبت بھی ہو اتباع کے ساتھ، تب ساتھ رہنا مفید ہوتا ہے۔ بعض لوگ شیخ کے پاس آئے اور دس دن میں خلیفہ ہو گئے۔ پہلے ہی سے جلے بھنے تھے، خشک لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی شوں شاں کرتی رہتی ہے، جلتی نہیں، بعضے لوگ خشک لکڑی ہوتے ہیں، اور بعض گیلی لکڑی ہوتے ہیں ان کو جلاتے رہو لیکن جل کے نہیں دیتے۔

صحبتِ اہل اللہ سے مزاجِ فاسد کی تبدیلی

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ ٹھنڈک لگ رہی ہے، سردی سے کانپ رہے ہو لیکن ایک پیالی گرم گرم چائے پیتے ہو تو ٹھنڈک دور ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ جب ایک پیالی چائے مزاج بدل سکتی ہے تو کیا اللہ والوں کی صحبت سے مزاج نہیں بدلے گا؟ اگر اللہ والوں کے ساتھ رہ کر بھی مزاج نہیں بدلا تو یہ شخص چور ہے۔ یہ بظاہر بھنگی پاڑے سے نکل آیا اور پھولوں میں رہتا ہے لیکن کبھی کبھی بھنگی پاڑے سے پاخانے کی ڈبیہ لاکر سونگھتا رہتا ہے۔ یہ خفیہ طور پر کسی گناہ میں مبتلا ہے یا تو اس کی آنکھیں پلید ہیں اور یہ حسینوں کو تاک جھانک کرتا ہے یا پھر اس کا قلب پلید ہے کہ گندے خیالات

پکاتا ہے اور تنہائیوں میں چادر اوڑھے ہوئے، ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے ماضی کے گناہوں کا تصور کرتا ہے اور کالج کے فرسٹ ایئر (1st year) کے ایئر (year) یاد کرتا ہے۔

اہل اللہ کی غلامی اور اتباع کی برکات

لیکن آہ! لوگوں نے اللہ والوں کو نہیں پہچانا کہ اللہ والوں کی غلامی سے کیا ملتا ہے؟ میرا مطالعہ زیادہ وسیع نہیں ہے لیکن بڑے بڑے علمائے دین اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس وقت میری بات سن کر حیران ہیں اور افریقہ، برطانیہ، امریکا، بنگلہ دیش، کشمیر، ہندوستان ساری دنیا کے علماء میں میری کتابیں پڑھی جارہی ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ اللہ والوں کی غلامی کا صدقہ ہے۔ اللہ والوں کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور آپ کو بہت پیارا ہو اور اس کی خدمت میں کوئی رہتا ہو۔ باپ دوسرے ملازمین کی استعداد اور نالج (knowledge) پوچھے گا لیکن اپنے پیارے بیٹے کے خادم کی قابلیت نہیں پوچھے گا۔ باپ یہی کہے گا کہ جو میرا بیٹا کھائے گا وہی میرے بیٹے کا خادم بھی کھائے گا۔ یہ جگری دوست ہے میرے بیٹے کا۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں۔ اللہ والوں کی دوستی سے آپ کو بلا قابلیت وہ مقام ملے گا کہ بڑے بڑے قابل اس مقام سے حیران رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی برکت سے حق تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ بندہ ابھی خود محبوبیت کے اس مقام پر نہیں ہے، مگر میرے نہایت پیارے اور نہایت محبوب اولیاء کا خادم ہے۔ اس کو کیسے میں اپنی رحمت سے محروم کردوں؟ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے عاشقوں اور اولیاء کی خدمت کو رائیگاں نہیں کرتا۔ آج میں نے راز ظاہر کردیا کہ آپ لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟ ہماری کوئی محنت نہیں۔ صرف اللہ والوں کی صحبت میں، ان کی خدمت میں اختر نے جان کی بازی لگائی ہے اور جان لڑائی ہے۔

حصولِ ولایت کے پانچ اعمال

اب میں متن پیش کرتا ہوں یعنی پانچ اعمال جن سے آپ کو ولایت کا اسٹرکچر (structure) اور فنشنگ (Finishing) معلوم ہوجائے گا۔

۱۔ اہل اللہ کی مصاحبت

روئے زمین پر جس کسی اللہ والے سے مناسبت ہو اس کی صحبت میں رہا کرو، اور خواتین اس کی باتیں اور تقریر سنتی رہیں اور اس کی کتابیں پڑھتی رہیں۔ مرد آنکھوں سے صحبت یافتہ ہوں گے اور عورتیں کانوں سے صحبت یافتہ ہو جائیں گی۔ اس اللہ والے کا فیضِ نسبت اور دردِ دل الفاظ کے ذریعے کانوں سے ان کے دل میں اُتر جائے گا۔ رابعہ بصریہ ہو جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۔ ذکر اللہ پر مداومت

شیخ جو ذکر بتادے اس پر مداومت کرو، ہمیشگی کرو، کبھی ناغہ نہ کرو، تھک جاؤ تو تعداد کم کر دو مثلاً اگر سو دفعہ ذکر کرتے ہو تو دس مرتبہ کرلو مگر ناغہ نہ کرو۔

۳۔ گناہوں سے محافظت

بابِ مفاعلہ کیوں استعمال کر رہا ہوں؟ کہ بابِ مفاعلہ میں فعل دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ میں قتال دونوں طرف سے ہوتا ہے تو محافظت کے معنٰی یہ ہوئے کہ آپ گناہ سے اپنے کو دور رکھیے اور گناہ کو بھی اپنے سے دور رکھیے، بھاگیے بھی اور بھگایئے بھی۔ تب محافظت ہو گی۔ بھاگو اور بھگاؤ۔

۴۔ اسبابِ گناہ سے مباعدت

گناہ کے جو اسباب ہیں ان سے آپ دور رہیے اور ان کو دور رکھیے مثلاً لڑکیاں پی۔ اے (P-A) مت رکھو ورنہ بے پیے ہر وقت پیے رہو گے۔ دنیا کا نقصان برداشت کرلو لیکن اللہ کو ناراض نہ کرو۔

۵۔ طریقِ سنت پر مواظبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ سنت پر قائم رہنا، یہ شریعت و طریقت کی جان ہے، اور اللہ تعالیٰ کا پیارا بننے کا قریب ترین راستہ ہے۔

نورِ نبوت اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے قلبِ نبوت میں قربِ الٰہی کی جتنی مچھلیاں تھیں صحابہ نے اس قلبِ مبارک سے اپنے دل ملا دیے۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

صحابۂ کرام نے اپنے دل پیش کر دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے قلبِ نبوت کی معرفت و محبت اور خشیت کی تمام مچھلیاں صحابہ کے قلوب میں داخل ہوگئیں اور وہ مچھلیاں آج تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہو رہی ہیں۔ یہ کتابوں سے منتقل نہیں ہو رہی ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ اپنے زمانے کے امام بیہقی اور مفسرِ اعظم، تفسیرِ مظہری کے مصنف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمِ نبوت تو مدرسوں سے اور کتابوں سے پاجاؤ گے لیکن نورِ نبوت اوراقِ کتب سے حاصل نہیں ہو سکتا کیوں کہ کسی کاغذ میں دَم نہیں ہے جو حق تعالیٰ کے نور کا حامل ہوسکے، کاغذ میں طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے نور کو برداشت کرلے۔ یہ اللہ والوں کے دل ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے نور کو برداشت کر لیتے ہیں۔ اس لیے عہدِ نبوت سے یہ نور سینوں سے سینوں میں، قلوب سے قلوب میں منتقل ہو رہا ہے۔ مدارسِ دینیہ سے تم لوگوں نے جو علمِ نبوت حاصل کیا یہ ابھی آدھا علم ہے۔ جب نورِ نبوت ملے گا تب نور کامل ہوگا اور علم پر عمل کی ہمت آئے گی اور نورِ نبوت صرف سینۂ اہل اللہ سے ملتا ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

”علمِ ظاہر صلی اللہ علیہ وسلم از مدارسِ دینیہ بجوید، واما نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم از سینۂ درویشاں باید جست۔“

علمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم تو مدارسِ دینیہ سے حاصل کرو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ باطن درویشوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

رمضان شریف میں صحبتِ اہل اللہ کا فائدہ

تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اور ان کی خدمت کی، تو اس خدمت کی برکت سے اللہ نے ان کو اپنا ولی بنالیا اور مخلوق نے ان کو پیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی نظر میں کرامت رکھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے کسی اللہ والے کے پاس رمضان گزارلو تو ڈبل انجن لگ جائے گا۔ جب ریل کوئٹہ جاتی ہے تو چڑھائی بہت ہے اس لیے ایک انجن آگے لگتا ہے اور ایک انجن پیچھے لگتا ہے۔ ایک پیچھے سے دھکا دیتا ہے اور ایک آگے سے کھینچتا ہے۔ جیسے بکرا قربانی کے لیے جب خریدا جاتا ہے تو آگے سے سبزہ ہرا لُوسن دکھایا جاتا ہے اور پیچھے سے ایک چھوٹی سی چھڑی سے آدمی اسے آہستہ آہستہ مارتا رہتا ہے۔ جس سے وہ بکرا جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہے۔ ایک لوسن سے اور دوسرے چھڑی سے۔ ایسے ہی ریل کے دو انجن ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں دو انجن دیے کہ پردیس میں جارہے ہو، ممکن ہے کہ پردیس کی رنگینیوں میں تم غفلت میں مبتلا ہوجاؤ تو دوزخ کا مراقبہ کرو تاکہ دل پر ایک طرف سے دوزخ کے خوف کی چھڑی لگے اور جنت کا مراقبہ کرو تاکہ جنت کی نعمتوں کا لوسن ملے۔ اسی لیے جنت کی نعمتوں کو تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ وہاں حوریں ہوں گی، دریا ہوں گے، شہد کی نہریں ہوں گی، دودھ کا دریا ہو گا، پانی کا دریا ہو گا اور حوروں کا ڈیزائن تک پیش کیا کہ ان کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی تاکہ یہ ہمارے نالائق بندے دنیا میں کسی غیر محرم عورت کے ڈیزائن کو دیکھ کر اپنے اصلی وطن کی ڈیزائن کو نہ بھول جائیں، تاکہ ان کو یاد رہے کہ چند دن کی بات ہے یہ چند دن کا مجاہدہ ہے پھر ہمیشہ کے لیے عیش ہے، اور جس کو جنت میں دائمی عیش ملنے والا ہے اس دائمی عیش کا عکس اور فیضان دنیا ہی میں نظر آتا ہے جیسے چڑیا ایک ہزار میل پر ہے مگر اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ تو جن کے لیے جنت مقدر ہے تو جنت کا سایہ دل پر کروڑوں میل سے پڑتا ہے جس کی وجہ سے اللہ والوں کو آپ دیکھیں کہ کیسے مسکراتے رہتے ہیں، کیسے ہنستے رہتے ہیں ان کے دل میں کیسا اطمینان رہتا ہے کہ پریشان بھی ان کے پاس جاتا

ہے تو کہتا ہے کہ میری پریشانی خود بخود بلا کسی دوا کے غائب ہوگئی۔ امریکا سے ایک صاحب آتے ہیں ان کو ڈپریشن ہے، وہ کیپسول اور ٹکیہ کھاتے ہیں لیکن خانقاہ میں قدم رکھتے ہیں تو کہتے ہیں سب کیپسول اور ٹکیہ ختم۔ دواؤں کی ٹکیہ ختم مگر انڈے کی ٹکیہ کھلا دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ والوں کی صحبت نعمتِ مکانی ہے اور رمضان شریف نعمتِ زمانی ہے۔ اللہ والوں کے ساتھ رہائش ہو اور رمضان کا مہینہ ہو تو جب زمان اور مکان کے دو دو انجن لگ جائیں گے تو اللہ کے قرب کا راستہ جلد طے ہو گا۔ اسی لیے اکثر بزرگوں نے مریدوں کو رمضان المبارک میں اپنے ہاں اکھٹا کیا۔

دل کس کو دینا چاہیے؟

دل دینا ہے تو اللہ والوں کو دے دو، ان پر اپنا دل فدا کر دو۔ یہ مشورہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ دل سوائے اللہ والوں کے کسی کو مت دو کیوں کہ اللہ والے تمہارا دل لے کر تمہیں اللہ سے ملا دیں گے۔ وہ تمہارا دل لے کر چاٹیں گے نہیں اور نہ تم سے کچھ لیں گے۔ وہ کیا کریں گے تمہارا دل لے کر؟ لیکن اگر تم نے ان کو دل دے دیا تو وہ اپنے ساتھ تمہارے دل کو ملا کر جب اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو تمہارا دل بھی حاضر ہو جائے گا۔ ان کی حضوری آپ کے دل کی حضوری کا سبب بن جائے گی کیوں کہ آپ نے ان کے دل کے ساتھ اپنے دل کو نتّھی کر دیا، پیوند کر دیا۔ جب ان کا دل اللہ کے حضور میں ہو گا تو تمہارا دل بھی حاضر ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ آپ صاحبِ نسبت ہو جائیں گے۔ آپ اپنے ایمان ویقین میں فرق محسوس کریں گے۔ عبادت کی لذت میں فرق محسوس کریں گے۔ آپ بتائیے! جب آپ لوگ پہلے پہلے آئے تھے تو اس وقت کی حالت میں اور آج کی حالت میں کچھ فرق محسوس کر رہے ہیں یا نہیں؟

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کی عجیب مثال

مگر ان تمام علوم کے باوجود ایک چیز اپنی جگہ پر ہے اور وہ ہے بزرگوں کی صحبت۔ ان ہی کی برکت سے آدمی سنبھلا رہتا ہے۔ اور صحبت کب تک چاہیے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس وقت تک صحبت اختیار کرو جب تک کہ تم شیخ

جیسے نہ ہو جاؤ۔ تمہارا مربی جیسا اللہ والا ہے ویسے ہی تم بھی ہو جاؤ۔ اتنے دن ساتھ رہو کہ تم بھی اس مقام پر پہنچ جاؤ جس پر تمہارا شیخ ہے۔اس کی وضاحت اختر کرتا ہے کہ ایک درخت ہے جس کا تنہ کمزور ہے تو اس کے ساتھ ایک ڈنڈا باندھ دیتے ہیں اور ڈنڈے کو زمین میں گاڑ دیتے ہیں، تو ڈنڈا کھڑا ہوتا ہے۔ جو مسٹنڈا بھی ہوتا ہے، مضبوط بھی ہوتا ہے یعنی اس لمبے درخت کو جو سیدھا جارہا ہے اس ڈنڈے کے سہارے سے وہ قائم رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کا تنہ مضبوط ہو گیا تو اب ڈنڈا ہٹا لیتے ہیں۔ اس درخت کے ذمہ صرف ڈنڈے کا شکریہ باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو شیخ کی پھر ضرورت نہیں رہتی مگر شیخ کا شکریہ ہمیشہ ادا کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ مثال بھی پہلی دفعہ بیان ہوئی ہے کہ جو درخت کمزور ہوتے ہیں اگر ان کو اکیلا چھوڑ دو تو جب ہوا چلے گی تو وہ زمین پر گر جائیں گے۔ آپ نے صبح جا کر دیکھا تو زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ کہتے ہیں کہ بھائی! ابھی تو سجدہ کا حکم نہیں تھا ابھی تو قیام کرنا چاہیے تھا۔

لہٰذا آپ نے لا کر ایک ڈنڈا لگا دیا۔ شیخ وہی ہے جو مریدین کو ابتدائی زمانے میں سہارا دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ کرے وہ دن آئے کہ اللہ سے ان کی نسبت بالکل قوی ہو جائے پھر ہر شخص دوسروں کو سہارا دے گا۔ وہ درخت بھی دوسروں کے لیے سہارا بن جاتا ہے، اس کی ایک شاخ کاٹ کر دوسرے کمزور درختوں کے لیے سہارا بنا کر لگا دیتے ہیں۔ یہ شاخیں اصل ہی سے تو ہیں۔ جو درخت کبھی ایک ڈنڈے کے سہارے پر تھا وہ اتنا مضبوط ہو گیا کہ اس کی ایک شاخ کاٹ کر لگا دو تو دوسرے کمزور درخت اس سے سہارا لیں گے۔ اسی طرح دین پھیلا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہارا پا کر قوی ہوئے، پھر ان کے صدقے میں تابعین قوی ہوئے، اور ان کے صدقے میں تبع تابعین قوی ہوئے۔ وہی سلسلہ آج تک چلا آرہا ہے۔

اہل اللہ کی بصیرت

حکیم الامت مجدّد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ

فرماتے ہیں کہ کسی مرشدِ کامل سے اصلاح کرانا یعنی اصلاح کے لیے شیخ سے تعلق قائم کرنا اس کو میں فرض عین قرار دیتا ہوں، کیوں کہ عادت اللہ یہی ہے کہ بغیر شیخ کے اصلاح نہیں ہوتی، خواہ تفسیر پڑھا رہا ہو، خواہ بخاری پڑھا رہا ہو، مگر اپنی اصلاح خود سے نہیں ہوتی، اپنا عیب خود سے نظر نہیں آتا۔ اپنے چہرے میں کہیں روشنائی لگ جائے تو کیسے نظر آئے گا؟ جب تک آئینہ نہیں ہو گا۔

بس شیخ آئینہ ہوتا ہے، وہ بتا دیتا ہے کہ تمہارا یہ راستہ خطرناک ہے، اس میں تمہارے لیے ضرر ہے۔ آدمی تو اپنی عقل سے سوچتا ہے کہ میں جان دے دوں گا۔ یہ بہت عمدہ راستہ ہے اور اس میں دین کی حفاظت ہے، امت کی خدمت ہے اور اس طریقے سے دین غالب ہو جائے گا۔ لیکن سنیے! مدرسہ بیت العلوم کے استاذِ حدیث جن کی خلافت چھینی گئی تھی وہ اعظم گڑھ میں مدرسہ بیت العلوم میں پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ان کی خلافت کس وجہ سے چھینی گئی؟ تو فرمایا کہ انہوں نے ایک سیاسی تحریک کو امت کے لیے مفید سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے اتنا جوش آرہا ہے کہ میں اس تحریک پر جان دے دوں۔ حکیم الامت نے تحریر فرمایا کہ آپ کے اندر حبِّ دنیا ہے اور آپ کی خلافت سلب کی جاتی ہے۔ حالاں کہ ان کی تحریر یہ تھی کہ خدا کے راستے میں میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس پر اپنی جان فدا کر دوں، جان قربان کر دوں۔ جان کی قربانی پر انعام ملنا چاہیے، مگر بجائے انعام کے سزا مل رہی ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ آپ کے اندر حبِّ دنیا ہے، حبِّ جاہ ہے۔ اور میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ واقعی

قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید

اللہ والوں کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ بالکل صحیح ہوتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھا کہ حبِّ دنیا کے آثار تھے۔ پانچ روپے کا شربت بنایا اور غلط بیانی کر کے پچاس روپے لے لیے اور شربت بھی کھٹا ہو گیا۔ خراب ہو گیا۔ لوگوں سے گالیاں مل رہی ہیں۔ یہ سب حبِّ دنیا کے اثرات موجود تھے۔

اپنے بزرگوں کے طریقے پر رہو

تزکیۂ نفس بغیر شیخ کے نہیں ہو سکتا۔ اپنی سمجھ میں اپنا مرض نہیں آتا۔ شیخ بتاتا ہے کہ اس میں یہ مرض ہے۔ وہ باطن کا ایکسرے (X-Ray) کر لیتا ہے۔ مریض تو یہی کہتا ہے کہ صاحب! ہم کو بخار نہیں ہے لیکن حکیم یا ڈاکٹر تھرمامیٹر لگا کر پتا لگا لیتا ہے۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک چیز کو دین سمجھیں اور وہ غیر دین ہو۔ اکابر اگر انتقال کر گئے ہیں تو اکابر کے صحبت یافتہ لوگوں سے مشورہ کیا جائے۔ تزکیۂ نفس اور اللہ کی محبت اور خالص دینی محبت کے لیے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر عمل کر کے دیکھو ان شاء اللہ! دین کی حلاوت مل جائے گی۔ غرض اپنے بزرگوں کے طریقے پر رہو۔ تبلیغ سے، تصنیف سے، تالیف سے، اللہ کے بندوں پر محنت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک دلوں پر محنت کی۔ کوئی جلسے جلوس نہیں نکالے۔ اس لیے دلوں پر محنت کیجیے۔ لوگوں کو اللہ والا بنائیے۔

مؤمنینِ کاملین کا ایک خاص اعزاز

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ والا بن کر دنیا سے چلا جائے اور اس کی اولاد صرف فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ ادا کرے، زیادہ تہجد اور نوافل اپنی نالائقی، غفلت اور سستی سے نہ کر سکے لیکن پھر بھی وہ ان ہی کے ساتھ لاحق کر دی جائے گی۔ یہ اس اللہ والے کا دل خوش کرنے کے لیے ہوگا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ''بیان القرآن'' میں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح المعانی'' میں یہ تفسیر کی ہے:

اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَآ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ[۴۴]

کہ یہ ذرّیت کیا ہے؟ یہ ان کی اولاد ہے۔ کون سی اولاد؟ جو بڑی ہو چکی۔ اور چھوٹی اولاد کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ اپنے اللہ والے آباء سے ملا دی جائے گی۔

---

[۴۴] الطور: ۲۱

وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ

اور ان کے عمل میں بھی کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ یہ نہیں کہ ان کا عمل تہجد و نوافل وغیرہ کاٹ کر ان سُستوں اور کاہلوں کو دے دیا جائے۔ نہیں! کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔ محض ان کے اعزاز و اکرام کے لیے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ لاحق کر دیں گے۔ لِتَسۡلِيَتِهِمۡ وَلِسُرُوۡرِهِمۡ تاکہ ان کو تسلی ہو اور ان کا دل خوش ہو جائے۔[۴۵]

الحاق مع الکاملین کے متعلق ایک مسئلۂ سلوک

یہاں ایک بڑی خوشی اور بشارت کی بات سناتا ہوں۔ حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر میں جو احادیث ہیں ان میں ایک حدیث میں ذرّیات کے بعد اولاد کو عطف کیا گیا ہے۔ تو حضرت ''بیان القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے علاوہ بھی کوئی ذریات ہے یعنی ذریت سے مراد مطلق توابع ہیں۔ لہٰذا اس میں ان شاء اللہ شاگرد، مریدین اور احباب بھی شامل ہو جائیں گے۔ تلامذہ اور مریدین یہ دونوں محبت اور اطاعت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے بھی داخلے کی گنجایش ہے۔ تو مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی۔ حضرت نے تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا ہے کہ اس میں تلامذہ اور مریدین بھی شامل ہیں، یہ بھی ذریات ہیں، روحانی اولاد ہیں۔

روحانی ڈاکٹر اور ان کا طریقۂ علاج

جس کو گناہ کرنے کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کی اصلاح کروائے، اس کے لیے روحانی ڈاکٹر موجود ہیں۔ اللہ والے صالحین موجود ہیں۔ ان سے ملو۔ دیکھیے دو سال ہو جانے کے بعد بچے پر ماں کا دودھ پینا حرام ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی بچہ پھر بھی دودھ پینے کے لیے ماں سے لڑ رہا ہو، چلاّ رہا ہو، تو ماں اس کا علاج کرتی ہے اور نیم کی پتی پیس کر

۴۵؎ روح المعانی: ۲۷/۳۳، الطور (۲۱)، دار احیاء التراث، بیروت

چھاتی پر لگا لیتی ہے۔ اب جب صاحب زادہ صاحب منہ لگاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اماں کا دودھ بہت کڑوا ہے، حالاں کہ دودھ کڑوا نہیں ہے۔ اس نے علاج کیا ہے۔ تاکہ اس نالائق کی حرام عادت چھوٹے۔ ایسے ہی اللہ والے گناہوں کی چھاتیوں پر اللہ کے خوف کے نیم کی پتیاں لگادیتے ہیں۔ ذکر اللہ کی برکت سے، اللہ اللہ کی برکت سے اور اللہ والوں کی صحبت سے دل میں ایسا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ گناہ خود بخود چھوٹ جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ والوں کے پاس اس لیے نہیں جاتے کہ پھر سینما چھوڑنا پڑے گا، گناہ چھوڑنا پڑیں گے اور تمام مزے داری کی زندگی چھوڑنا پڑے گی۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ یہ شخص بے وقوف ہے، اللہ والوں کے پاس جانے سے گناہ چھوڑنا نہیں پڑتے خود بخود چھوٹ جاتے ہیں۔ اور چھوٹنے کے بعد وہ پچھتاتا بھی نہیں بلکہ کہتا ہے کہ اللہ! تیرا شکر ہے کہ دنیا میں ہی جنت کی زندگی حاصل ہو گئی۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ**[۴۶] کی صوفیا کے نزدیک ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اللہ والوں کو دنیا ہی میں ایک جنت گناہ چھوڑنے پر بھی ملتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی حضوری **جَنَّۃٌ فِی الدُّنۡیَا بِالۡحُضُوۡرِ مَعَ الۡمَوۡلٰی** کیوں کہ گناہ میں رہنا دوزخ کی زندگی ہے، آدمی ہر وقت بے چین اور پریشان رہتا ہے، جب گناہ چھوٹ گیا تو آدمی سکون سے جیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ ہے **جَنَّۃٌ لِتَرۡکِ الۡمَعۡصِیَۃِ**[۴۷] یہ جنت ترکِ معصیت سے ملتی ہے۔

تقویٰ کی مشق کیسے اور کہاں ہو؟

اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ کی مشق کیسے ہو؟ آنکھوں پر، کانوں پر غرض سارے اعضا پر تقویٰ نافذ کرنے کی مشق کیسے ہو گی؟ تو یہ مشق خانقاہیں کرائیں گی بشرطیکہ وہ خانقاہ کسی سچے اللہ والے کی ہو، حلوے مانڈے والی خانقاہ نہ ہو۔ دیکھو لو حکیم الامت

۴۶؎ الرحمٰن:۴۶

۴۷؎ مرقاۃ المفاتیح:۵/۱۶۱، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، باب رحمۃ اللہ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

کے صدقے میں لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ جامعہ ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن امر تسری رحمۃ اللہ علیہ سراپا اس بات کی ہدایت ہیں کہ اتنے بڑے عالم ہو کر تھانہ بھون گئے۔ اپنے نفس کو مٹایا، صاحبِ نسبت ہوئے اور پھر ایک عَالم ان سے فیض یاب ہوا۔

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی محنت کرلو نفس کو اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر مٹالو، نفس کی حرام خواہشات کا خون کرنے کی مشق کرلو یعنی حرام خواہشوں پر عمل نہ کرو تو ایک جہاں تم سے زندہ ہو گا۔ یہ مت سمجھو کہ خواہشات مٹ جائیں گی تو ہم بھی مٹ جائیں گے۔ نہیں، اے دوستو! نفس کو مٹا کر تو دیکھو تم خود زندہ ہو جاؤ گے اور ایک جہاں تم سے زندہ ہو گا یعنی تم خود ولی اللہ ہو جاؤ گے اور تمہاری برکت سے لاکھوں ولی اللہ پیدا ہوں گے۔ اے سالکین! اگر تم اپنے نفس کی جاہ اور باہ کو مٹالو تو تم مٹو گے نہیں، ایک عالَم تم سے زندہ ہو گا۔ مولانا رومی کا ذرا اسلوبِ بیان تو دیکھو۔ فرماتے ہیں ؎

نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن

اپنے نفس کو قتل کردو، تو ایک جہاں تم سے زندہ ہو گا۔

اللہ والوں کی صحبت اور غلامی کے معنیٰ

اللہ والوں کی غلامی اور صحبت کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ ان کے مال دار مریدوں کو دیکھتے رہو۔ اللہ والوں کے پاس اللہ کو حاصل کرو، واللہ کہتا ہوں دنیا دار تمہاری جوتیاں اٹھانے کے لیے دوڑیں گے۔ انگور کے کیڑے مت بنو۔ انگور کا کیڑا انگور کھانے چلا تھا کہ ہرے ہرے پتے دیکھ کر دھوکے میں آگیا اور اسی کو انگور سمجھ کر ساری زندگی اسی پتّے پر چپٹا رہا اور اسی پتے پر اس کا قبرستان بن گیا اور انگور سے محروم رہا۔ اسی طرح بعضے مرید اللہ کو حاصل کرنے چلے لیکن دنیا کی رنگینیوں میں گم ہو گئے اور اللہ سے محروم دنیا سے گئے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

اصلی پیر اور اصلی مرید

آج صبح صبح اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں ایک عظیم الشان مضمون عطا فرمایا، وہ یہ ہے کہ اصلی مرید کون ہے؟ جس کی مراد اللہ ہو۔ اور اصلی پیر کون ہے؟ جو مرید کو اس کے مراد، اس کی منزلِ مراد یعنی اللہ تک رسائی کے لیے رہنمائی کرتا ہے اور اس کے لیے اللہ سے آہ وفغاں کرتا ہے اور دردِ دل سے اشکبار ہوتا ہے۔ اصلی پیری مریدی یہ ہے۔ بس اصلی مرید وہی ہے جس کی مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہو۔

یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ قرآنِ پاک کی یہ آیت اعلان کررہی ہے کہ اللہ کے سچے عاشقوں کی حقیقی مراد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ اصلی مرید کون ہے؟ جو اللہ کی ذات کو مراد بناتے ہیں۔ سب مریدین جائزہ لیں کہ قرآنِ پاک کی اس آیت کے مطابق ہم مرید ہیں یا نہیں؟ اگر ہماری مراد اللہ کی ذات ہوتی تو ہم غیر اللہ پر نظر نہ ڈالتے۔ جو مرید بد نظری کرتا ہے غیر اللہ سے آنکھیں لڑاتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اس کا ارادہ خام ہے یہ مرید خام ہے، کچا ہے، اس کی نسبت کا کباب ابھی کچا ہے، جو کچا کباب کھائے گا خود بھی بے مزہ رہے گا اور دوسرے بھی بے مزہ رہیں گے۔

اصلی اللہ والا دنیا اور غیر اللہ کا عاشق نہیں ہوسکتا۔ اور اصلی اللہ والا کون ہے؟ جو منزلِ مراد یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے خود بھی جان دے رہا ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اللہ تک پہنچانے کے لیے جان کھپا رہا ہو، اکیلا نہ بھاگا جارہا ہو، جو راہ بر اکیلا اڑتا ہو اور مریدوں کو نظر انداز کرتا ہو وہ کامل راہ بر نہیں ہے۔ کامل راہ بر وہ ہے جو خود بھی اللہ کے راستے پر چلے اور اپنے ساتھ چلنے والوں کا بھی خیال کرے کہ میرے ساتھی کہاں ہیں؟ کہیں راستے سے بھٹک تو نہیں گئے؟ اصلی ساتھی وہی ہے جو اپنے ساتھیوں کا بھی خیال رکھے۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت کی دلیل

قرآنِ پاک کی آیت وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ اپنے نفس پر تکلیف برداشت کیجیے کی

تفسیر فرماتے ہوئے میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی تو سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا کہ خلوتوں میں اپنی آہ وزاریوں سے صحابہ کو اللہ تک پہنچادیجیے۔ مگر آیت نازل ہوئی **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ** اے ہمارے محبوب! اپنے نفس پر تکلیف برداشت کیجیے، گھر سے بے گھر ہو جایئے، گھر کا آرام چھوڑ کر صحابہ میں بیٹھ جایئے۔ صبر کیجیے تکلیف اٹھایئے، ہم آپ کو غیروں میں بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے ہیں۔ **وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ**[۴۸] اپنے عاشقوں میں بیٹھنے کے لیے کہہ رہے ہیں جو ہماری یاد میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ بھی میرے عاشق، صحابہ بھی میرے عاشق۔ عاشق کو عاشقوں کی تربیت کے لیے بھیج رہا ہوں۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت اتنی ضروری چیز ہے کہ سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانِ پاک کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ صبر کیجیے، اپنے نفس پر تکلیف اٹھایئے۔ بے شک آپ کو خلوت میں میرے نام میں مزہ آرہا ہے لیکن اگر آپ خلوت میں رہیں گے تو صحابہ کیسے آپ کی ذات سے فیض یاب ہوں گے؟ لہٰذا آپ ان کے پاس تشریف لے جایئے، گھر سے بے گھر ہو جایئے اور مسجدِ نبوی میں جو صحابہ ہمیں یاد کررہے ہیں ان کے پاس جاکر بیٹھ جایئے اور نسبت مع اللہ **عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ** جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے اس اعلیٰ ترین درجہ کی نسبت مع اللہ کے فیضانِ نبوت سے صحابہ کو صاحبِ نسبت بنایئے۔ کیوں کہ ہمیں ان ہی سے آگے اسلام پھیلانا ہے۔

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی تو کیا اللہ اپنے پیارے نبی کو اپنے نفس پر مشقت برداشت کراتا، صبر کراتا؟ کیا صبر کرنے میں آرام ملتا ہے؟ صبر کرنے میں تو تکلیف ہوتی ہے، مگر اس عنوان سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کو شیریں کردیا کہ ہم آپ کو غیروں میں نہیں بھیج رہے ہیں بلکہ اپنے عاشقوں میں بھیج کر ہم آپ کے صبر کو لذیذ کررہے ہیں۔

۴۸؎ الکھف: ۲۸

مِری زندگی کا حاصل مِری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

دین کس سے سیکھیں؟

دنیا میں اپنا سامان قُلی کو دینے سے پہلے بیلٹ کے ساتھ پٹّہ دیکھتے ہو کہ نمبر ہے یا نہیں؟ قُلی سرکاری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کتنے ہی قیمتی لباس میں ہو، اور کہے کہ صاحب! مجھے سامان دے دیجیے تو آپ دیکھتے ہی کھٹک جائیں گے کہ پتا نہیں یہ کون ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارا مال لے کر بھاگ جائے۔ تو دنیائے حقیر کا ایک معمولی بستر آپ بغیر سمجھے بوجھے کسی کو نہیں دیتے تو بتایئے کیا یہ جائز ہے کہ جس کو چاہو اپنا ایمان دے دو؟ جس کو چاہو پیر بنالو؟ چاہے جو گنجیڑی بھنگیڑی، بیڑی پیتا ہو، داڑھی منڈائے ہوئے آجائے بغیر سوچے سمجھے اس کو پیر بنالو۔ ایک بستر کے لیے قلی کا نمبر دیکھتے ہو ایمان کی حفاظت کے لیے بھی دیکھا کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہے ہو یہ بھی سرکاری آدمی ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے آثار اس میں ہیں یا نہیں؟ اتباعِ سنت کا سرکاری نمبر اس کے پاس ہے یا نہیں؟ ایک نقلی پیر کو دیکھ کر میزبان کا چھوٹا سا بچہ سمجھ گیا، وہ اپنے ابا سے کہہ رہا تھا کہ یہ کیسا پیر ہے کہ داڑھی منڈی ہوئی ہے اور بیڑی پیتے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ اگر ایسے کسی گمراہ پیر سے بیعت ہوگئے تو شرعاً اس بیعت کا توڑنا واجب ہے۔

اللہ والے کون ہیں؟

ارے اللہ والوں کا بڑا مقام ہے بھائی! اولیاء اللہ بڑے درجے کے ہوتے ہیں۔ تہجد پڑھتے ہیں، راتوں کو جاگتے ہیں، اشراق پڑھتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں، قرآن و حدیث کا ضروری علم ان کے سینوں میں ہوتا ہے، شریعت و سنت پر دل وجان سے عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ان کو علم ہوتا ہے کہ کیا سنت ہے کیا نہیں؟ پیر بننا ایسا آسان تھوڑی ہے کہ پیر کا بچہ پیر ہوجائے۔ کیا پائلٹ کا بچہ پائلٹ ہوسکتا ہے اگر جہاز اڑانا نہ سیکھے؟ کیا حافظ کا بچہ حافظ ہوسکتا ہے اگر قرآن حفظ نہ کرے؟ اسی طرح ولی کا بچہ بھی ولی نہیں ہو

سکتا جب تک اعمالِ ولایت اس کے اندر نہ ہوں۔ ہم اس کو کیسے ولی مان لیں جو نہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، نہ گناہوں سے بچتا ہے، چرس پیتا ہے، داڑھی منڈاتا ہے، اور عورتوں سے پاؤں دبواتا ہے۔ وہ ولی نہیں شیطان ہے، لاکھ کسی بزرگ کی اولاد ہو۔ ولی ہونے کے لیے صرف ولی کی اولاد ہونا کافی نہیں، اولیاء اللہ کے اعمال اور اولیاء کے اخلاق ہونا بھی ضروری ہے اور سنت و شریعت کا پابند ہونا بھی ضروری ہے۔

بخاری شریف کی پہلی حدیث کی عاشقانہ تشریح

اسی لیے ''بخاری شریف'' کی جو پہلی حدیث ہے اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَنۡ کَانَتۡ ھِجۡرَتُہٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوۡلِہٖ میں فَھِجۡرَتُہٗ اِلَی اللہِ وَرَسُوۡلِہٖ[۴۹] فرمایا، حالاں کہ مرجع اور ضمائر قریب تھے یعنی فَھِجۡرَتُہٗ اِلَیۡھِمَا نہیں فرمایا اور اس قریب مرجع کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول کا دوبارہ نام لیا۔ سوال یہ ہے کہ یہ دوبارہ نام کیوں لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ضمیر پر اکتفا کیوں نہیں کیا؟ محدثین اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ جانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عاشقانہ ذوق ظاہر فرمایا اِسۡتِلۡذَاذًا بِتَکۡرِیۡرِ اِسۡمِھِمَا یعنی جانِ نبوت نے اپنی لسانِ نبوت سے دوبارہ اللہ اور رسول کا نام لے کر مزہ حاصل کیا۔ یہاں اِسۡتِلۡذَاذًا مفعول لہ بیان ہو رہا ہے یہ متن اور یہ شرح دلالت کرتی ہے کہ دین نام ہے عشق و محبت کا۔ اگر روح کو اللہ کی محبت حاصل نہ ہوئی، اہلِ عشق و محبت سے آپ نے محبت حاصل نہیں کی تو خالی علمِ دین کا جسم ملے گا، دین کی روح نہیں ملے گی۔ اور خالی منبروں سے کبھی کچھ نہیں ہو گا جب تک کچھ دن اللہ والوں کی صحبت سے ہم لوگ دردِ دل حاصل نہ کر لیں۔ واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر ان شاء اللہ! آپ کو کبھی کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ خود اللہ تعالیٰ امیروں کو آپ کے دروازے پر بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ذلیل نہیں کرتا۔ دیکھ لو یہ جامعہ بھی اس کی دلیل ہے۔ حضرت مفتی صاحب کیا دروازے دروازے قربانی کی کھال کے لیے جاتے تھے؟ وہ امیروں کے پاس جاتے تھے یا

---

[۴۹] صحیح البخاری: ۲/۱(۱)، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، المکتبۃ المظھریۃ

امراء اُن کے پاس آتے تھے؟ لیکن دل میں درد ہونا چاہیے۔ مُشک ہو گا تو عاشقانِ خوشبو آپ کے پاس خود پہنچیں گے اور جب دل میں کچھ نہیں ہو گا خالی زبان پر اللہ ہو گا، علمِ دین زبان پر ہو گا تو ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا زید سے عمرو کو ہمیشہ پٹواتے رہو گے لیکن اپنے نفس کو مارنے کی توفیق نہیں ہو گی۔

حوالۂ کتب اور حوالۂ قطب کا فرق

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (آہ! اپنے بزرگوں کی صحبتیں یاد آتی ہیں) فرمایا کرتے تھے۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

دیکھا آپ نے! صحبت کا یہ فائدہ ہے کہ بزرگوں کی بات یاد آجاتی ہے۔ ہم حوالۂ کتب سے زیادہ حوالۂ قطب دیتے ہیں۔ ہم نے قطب اور بزرگوں کی صحبت زیادہ اٹھائی ہے اس لیے ہمارے پاس حوالۂ کتب کم اور حوالۂ قطب زیادہ ہے اور حوالۂ کتب اور حوالۂ قطب میں کیا فرق ہے؟ حوالۂ کتب میں نورِ ولایت اور نسبتِ ولایت کا درد نہیں ہوتا، کتابیں حاملِ دردِ نسبت اولیاء نہیں ہیں، اللہ والوں کے سینے اس کے حامل ہوتے ہیں۔ تو ہم نے بزرگوں کے اُن سینوں سے جو ترجمانِ دردِ دل تھے، وہ درد ان کی زبانوں سے سنا جس میں نورِ علم بھی ہے اور مستزاد نورِ دردِ دل بھی ہے۔ یہ مستزاد نور اختر پیش کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے حیات مانگتا ہوں۔

روحانی غذا

تو شیخ کے ہاں یہ روحانی غذا دی جاتی ہے یعنی اللہ کا نام لینا سکھایا جاتا ہے تاکہ اپنے سب سے بڑے دشمن کا مقابلہ کریں اور نفس کے غلام نہ بنیں، ہمت سے کام لیں اور حفاظتِ نظر کا اہتمام کریں اور جملہ معاصی اور نافرمانی سے بچیں، چاہے وہ ڈش انٹینا ہو، چاہے ٹیلی ویژن ہو، چاہے خلافِ شریعت گانے باجے ہوں، کسی کی پروانہ رہے۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

جو رشتہ دار منہ پھلائیں کہ آپ ہمارے ڈش انٹینا، ٹیلی ویژن اور مووی (Movie) والے شادی بیاہ میں نہیں آئے تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ چوں کہ وہاں سب سے بڑے سرکار کے ناراض ہونے کا خطرہ تھا جن کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے، تمہارا مقابلہ کر سکتے ہیں، بس اللہ خوش ہو جائے چاہے تم ناراض ہو جاؤ کچھ فکر نہیں۔ اللہ نے چاہا تو تم ہی آؤ گے ایک دن دعائیں کرانے۔

اہل اللہ سے محبت مرادِ نبوت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری امت میں اس درجہ کے اولیاء پیدا کیے کہ ان کے پاس بیٹھنے کا اپنے رسول کو حکم دیا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں آرام فرماتے تھے۔

كَانَ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ اَبْيَاتِهٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروں میں سے کسی گھر میں آرام فرماتے تھے بس آیت نازل ہوتے ہی خَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور ان کو تلاش کرنے لگے اور صحابہ کے پاس پہنچ کر ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ کی جو نشانی آپ کو اللہ نے بتائی تھی اس کے مصداق یہی لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تمہارا اللہ کو یاد کرنے کے سوا کوئی اور مقصد تو نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں! بس ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی اور فرمایا کہ مجھ کو تم لوگوں

سے اتنی محبت ہے کہ میرا مرنا جینا تمہارے ہی ساتھ ہو گا۔[۵۰] لہٰذا عاشقوں کے پاس بیٹھنا، ان کی صحبت میں رہنا یہ مرادِ نبوت ہے۔ اور جس کو یہ ذوق وشوق نہ ہو وہ مرادِ نبوت سے محروم ہے۔ جس کو اہل اللہ سے بغض اور نفرت ہو یا ان کے پاس بیٹھنے کو اس کا دل نہ چاہے تو وہ نبی کی اس مراد اور مقصد سے دور ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ نبوت یہ اعلان کر رہا ہے کہ اے خدا کے عاشقو! میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہی ہو گا۔ چناں چہ جو مُلا اپنے علم پر ناز کرے اور کہے کہ مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں، تو ایسا شخص مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوت سے محروم ہے۔ کیوں کہ نبی خدا کے عاشقوں کے لیے فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ اور اب میرا جینا مرنا بھی تمہارے ساتھ ہی ہو گا۔ لہٰذا اہل اللہ کے پاس رہنے اور صالحین کی صحبت اختیار کرنے کو اتنی بڑی نعمت سمجھنا چاہیے کہ گویا جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید

اللہ والوں کی محبت اس حدیث کی رو سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ نبوت کی رو سے نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوتی ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو کر خدا کے عاشقوں کے لیے فرما رہے ہیں کہ میرا مرنا جینا ان کے ساتھ ہو گا۔ اس کو غور سے سمجھیے کہ اہل اللہ کی صحبت کتنی قیمتی چیز ہے! حدیث کے اس مضمون کو میں نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا
مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

---

[۵۰] روح المعانی: ۱۵/۲۶۲، الانعام (۵۲)، دار احیاء التراث، بیروت/الدر المنثور: ۵/۳۳۴

یعنی ہم نے اللہ پر مرنا کہاں سے سیکھا ہے؟ جو اللہ پر فدا تھے ان کی صحبتوں سے ہمیں اللہ پر مرنا آیا۔

اہل اللہ، اللہ کی محبت کے باغ ہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیب کی منڈی میں سیب مت خریدو، باغ میں چلے جاؤ۔ منڈی میں خراب سیب بھی ہوتے ہیں لیکن باغ میں تازہ سیب ملیں گے۔ باغ میں سوتے بھی رہوگے تو سیب کی خوشبو سے ہی دماغ تازہ ہو جائے گا۔ یہ اللہ والے اللہ کی محبت کے باغ ہیں۔ اللہ والوں کے یہاں پڑے ہوئے سوتے بھی رہو تو اللہ والوں کا نور ہوا کے ذریعے تمہارے اندر جاتا رہے گا۔ اس لیے بڑے بڑے عبادت گزار اس مقام تک نہیں پہنچے جو اللہ والوں کی صحبت میں رہنے والوں کو مل گیا۔

کمیتِ علمیہ اور کیفیتِ احسانیہ کا فرق

اس لیے میں کہتا ہوں کہ چہرہ ترجمانِ قلب ہے۔ اگر قلب میں مولیٰ ہے تو چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ مولیٰ ہے۔ اور اگر قلب میں معشوق یا معشوقہ ہے تو اس کا قلب ترجمانِ مقاعد الرجال یا ترجمانِ فروج النساء ہوتا ہے۔ کٹا پھٹا منحوس چہرہ ہوتا ہے، کٹی پھٹی بندر گاہ کی طرح، کیوں کہ بندروں جیسا کام کرتا ہے۔ ایسا شخص نہ تو قسمت کا سکندر ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ کا قلندر ہوتا ہے بلکہ نفس کا بندر ہوتا ہے۔

اس لیے کسی عالم میں خالی یہ مت دیکھو کہ وہ بہت بڑا علم کا سمندر ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ قلندر بھی ہے یا نہیں؟ اور قلندر وہی ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک کسی قلندر کا غلام یا خادم رہا ہو۔ کتب بینی سے کوئی قلندر نہیں بنتا، قلندر بنتا ہے قلندر کی خدمت اور صحبت سے۔ جیسے دیسی آم لنگڑا آم بنتا ہے لنگڑے آم کی قلم سے۔ کتاب پڑھ کے کوئی دیسی آم لنگڑا آم نہیں بنتا۔ اس لیے بعضوں کا ایک لاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہنا کسی درد بھرے دل کے ایک بار اللہ کہنے کے برابر نہیں ہوتا۔ اللہ کے خاص بندوں کا آہ کے ساتھ ایک مرتبہ اللہ کہنا سارے عالم کے اللہ کہنے سے فوق تر ہوتا ہے کیوں کہ اس میں درد اور رس زیادہ ہوتا

ہے۔ جیسے جہاز کے منزل تک جلد پہنچنے کی وجہ اس کی اسٹیم ہوتی ہے، کمیت نہیں، اس کی کمیت توریل سے بھی کمتر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقبول بندوں کی صحبت سے محبت کی اسٹیم تیز کر دی جاتی ہے۔ اس لیے ان کی دو رکعت دوسروں کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا جب اللہ والوں کے پاس بیٹھو تو کمیاتِ علمیہ کی نیت مت کرو کیفیاتِ احسانیہ کی نیت کرو کہ ان کے سینے میں جو درد بھرا دل ہے وہ درد ہمارے سینوں میں آجائے تاکہ ہمارا سجدہ، سجدہ ہو جائے، ہماری آہ، آہ ہو جائے، ہمارے آنسو، آنسو ہو جائیں، مناجات کی لذت اور اللہ پر فدا ہونے کی کیفیتِ قائمہ دائمہ حاصل ہو جائے، ہر لمحۂ حیات اپنے مالک پر فدا کرنے کی کیفیتِ قائمہ دائمہ غیر فانیہ رہے۔

اکابر علماء کی تصوف سے وابستگی

اب اس مضمون کو تفسیرِ روح المعانی سے ثابت کرتا ہوں جس کے مصنف علامہ آلوسی سید محمود بغدادی، مفتیٔ بغداد جو مرید تھے علامہ خالد کردی کے۔ روح المعانی روح المعانی چلّانے والو! سوچو اس کو کہ یہ شخص بھی مرید ہوا تھا علامہ خالد کردی سے۔ اور مولانا خالد کردی مرید اور خلیفہ تھے شاہ غلام علی کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے۔ یہ ہمارے دہلی کے بزرگوں کا فیض ملکِ شام تک پہنچا تھا۔

علامہ شامی ''فتاویٰ شامی'' کے مصنف اور علامہ آلوسی سید محمود بغدادی ''روح المعانی'' کے مفسر یہ دونوں جا کر مرید ہوئے مولانا خالد کردی کے ہاتھ پر۔ یہ ہمارا سلسلہ ہے حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا۔

اتنے بڑے بڑے علماء مرید ہوئے ہیں اور ہمیشہ علماء اہل اللہ سے وابستہ رہے ہیں۔ مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے لکھا ہے کہ تاریخ میں ان ہی علماء کے علمی کارنامے، تصانیف و تالیف وغیرہ زندہ ہیں جو اہل اللہ سے وابستہ تھے، اور جو کسی اللہ والے سے وابستہ نہ ہوئے وہ کچھ دن تو چمکے اور پھر مع اپنی تصانیف کے ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئے۔ جعلی پیری مریدی کو ''میڈ اِن ڈالڈا'' کہو یا جو چاہے کہو لیکن سچی پیری مریدی والے متبعِ سنت اہل اللہ کو بُرا کہنے والا جمہور امت سے الگ ہو گیا۔

اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ والوں کے فیض اور ان کی برکتوں کا انکار کر رہا ہو شیخ پر لازم ہے کہ اپنے مریدوں کو اس سے ملنے بھی نہ دے۔ اب تفسیرِ روح المعانی کی عبارت بھی سن لیں کہ منکرینِ تصوف اور منکرینِ فیضانِ اولیاء کی ملاقات کو بھی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ منع کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: فَنَهَى الْمَشَايِخُ الْمُرِيْدِيْنَ مِنْ مُّوَالَاتِ الْمُنْكِرِيْنَ[۵۱] یعنی مشایخ اور بزرگانِ دین کی عظمتوں کو نقصان پہنچانے والی زبان والوں سے ملنا بھی جائز نہیں کہ تمہارے قلب میں اپنے بزرگوں کی عظمت نہیں رہے گی اور جب اپنے بزرگوں کی عظمت بھی گئی تو ہمارے پاس کیا بچا؟ کچھ نہیں رہا، پھر ہم نِل (Nil) ہوگئے۔ یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ تفسیر روح المعانی والا خود مرید ہے۔ جو علم کے سمندر تھے وہ تو اہل اللہ کے غلام بن گئے لیکن آج چار حرف پڑھ کر کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ کی ضرورت نہیں، ہمارا علم ہماری اصلاح کے لیے کافی ہے۔ لیکن سمجھ لو کہ یہ نفس کا بہت بڑا چور ہے، علم کے پندار کا بہت بڑا حجاب ہے جو کہتا ہے کہ مجھے شیخ اور مصلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قرآن شریف اصلاح کر سکتا، اگر کتابوں سے اصلاح ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نہ بھیجتے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يُزَكِّيْهِمْ قرآن کی روشنی میں تزکیہ میرا نبی کرے گا، اس لیے شخصیت ہونی چاہیے۔ يُزَكِّيْهِمْ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہی ہے کہ میرا نبی صحابہ کے دلوں کا تزکیہ کرتا ہے یعنی يُطَهِّرُ قُلُوْبَهُمْ مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَمِنَ الْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِ اللهِ میرا نبی صحابہ کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پاک کرتا ہے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے پاک کرتا ہے۔

وَيُطَهِّرُ نُفُوْسَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْاَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ

اور ان کے نفوس کو بُرے اخلاق سے پاک کرتا ہے۔

وَيُطَهِّرُ اَبْدَانَهُمْ مِنَ الْاَنْجَاسِ وَ الْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ[۵۲]

---

۵۱ روح المعانی: ۱۴۲/۳، اٰل عمرٰن (۳۸)، دار احیاء التراث، بیروت

۵۲ التفسیر المظہری: ۱۲۶/۲، بلوجستان بك دبو

اور ان کے اجسام کو نجاستوں سے اور برے اعمال سے پاک کرتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سکھایا۔ بُرے اعمال سے جسموں کو بچانا بھی سکھایا اور نجاستوں سے پاک کرنا بھی سکھایا یہاں تک کہ استنجا کا طریقہ بھی سکھایا۔

ولایت علمیت پر نہیں، صحبتِ اہلِ محبت پر موقوف ہے

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کو جو تعلق عطا فرماتے ہیں وہ تعلقِ خاص موقوف ہے صحبت پر۔ کوئی کتنا ہی علامہ اور قابل ہو لیکن اگر اس کو اہل اللہ کی صحبت نہ ملے تو اہل اللہ نہیں ہو سکتا۔ علم کے باوجود کہیں نہ کہیں نفس کی شرارت داخل ہو جائے گی۔ اس لیے دین کو اللہ تعالیٰ نے صحبت پر موقوف رکھا ہے۔ ایک لاکھ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بھی پیدا ہو جائیں لیکن قیامت تک صحابی نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب اور بلب جتنے کروڑ ملین پاور کا تھا اب اس پاور کا کوئی بلب دنیا میں قیامت تک نہیں مل سکتا لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہمارے اکابر کا یہ جو سلسلہ ہے کہ مختلف شہروں میں اور ملکوں میں جانا، کچھ دن وہاں قیام کرنا، مجلسیں کرنا یہ حقیقت میں اسی صحبت پر عمل ہے۔

اصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ صحبتِ صالحین ہو، اہل اللہ کی صحبت خصوصاً کسی صاحبِ سلسلہ شیخ کی صحبت ہو جو بیعت ہو کسی کے ہاتھ پر تو اس کی صحبت کا کیا کہنا! کیوں کہ شیخ کی عظمت ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے کہ میرا شیخ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنا پیر پیر، دوسرے کا پیر آدمی۔ عظمت کی وجہ سے اس کی اتباع آسان ہوتی ہے۔ اسی لیے اکابر نے صحبتِ شیخ کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے۔ اسی لیے اپنے مشائخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے شیخ کا انتخاب کیا تاکہ سر پر بڑے کا سایہ رہے کیوں کہ مقصود اللہ کی ذات ہے، شیخ ذریعۂ مقصود ہے۔ پس شیخ کو اتنا زیادہ مقصود بنالینا کہ صاحب! ان کے بعد کسی سے دل ہی نہیں لگتا یہ شرک فی الطریق ہے۔ اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں شخصیت

کو ترجیح دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ فرمایا ہے۔ اور ''کُوۡنُوۡا'' امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے جس میں تجدد استمراری کی شان ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ معیتِ صادقین میں استمرار ہو، ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ ایسا نہ ہو کہ معیتِ صادقین تمہیں حاصل نہ ہو اور جب شیخ کا انتقال ہوگیا تو اس کا ساتھ تو ختم ہوگیا لہٰذا دوسرا شیخ تلاش کرو کیوں کہ اب اس کا فیض بند ہوگیا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی، زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔

شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں

دوسری بات یہ کہ بعض لوگ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت کے لیے بیان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بیان ہوگا یا نہیں؟ آہ نکل جاتی ہے کہ کیا ملاقات اور صحبت کے لیے بیان لازم ہے؟ کہیں صحبت کے معنیٰ دکھلا دو کہ صحبت کے لیے بیان لازم ہے؟ اگر ایک شخص حالتِ ایمان میں نبی کو دیکھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولیں تو صحابی ہوا یا نہیں؟ تو صحبت کے لیے بولنا ضروری نہیں خاموشی سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن یہ پوچھنا کہ آج بیان ہوگا یا نہیں؟ معلوم ہوا لذتِ دیدار ولذتِ ملاقات سے یہ ظالم ناآشنا ہے۔ بولو بھائی! کیا خالی ملاقات نعمت نہیں؟ آپ بتلائیے! یہ عاشقِ بیان ہے، عاشقِ تقریر ہے یہ ظالم، عاشقِ مقرر ہوتا تو یہ نہ پوچھتا بلکہ کہتا کہ بھئی! ملاقات ہوجائے گی یا نہیں؟ بس ملاقات ہوجائے یہی کافی ہے۔

مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت

یہ مجلس جو میں نے آپ کے ساتھ اس وقت کی ہے پوری امت کے اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ ان مجالس سے ہی دین پھیلا ہے۔ یہ مجلس ان مجالس کی نقل ہے۔ اب حقیقت کہاں سے لاؤ گے؟ اب نقل ہی کو غنیمت سمجھو ورنہ وہ بھی کہاں ملے گی۔ اب اولیائے سابقین کہاں ملیں گے؟ جو موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھ لو۔ میرے شیخ فرماتے تھے: ''گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است'' گندم اگر نہ ملے تو بھوسی کی روٹی کھالو۔

لیکن شیخ اپنے کو ایسا سمجھے، طالبین نہ سمجھیں کہ میرا شیخ بھوسی ہے ورنہ مرید پُھوسی ہو جائے گا، پُھوسی کہتے ہیں بلی کو یعنی شیخ کو حقیر سمجھنے والا محروم ہو جائے گا۔

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ تو یہی سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں، مگر مریدین سمجھیں کہ روئے زمین پر میرے لیے ان سے بہتر کوئی مربی نہیں۔ یہ عقیدہ لازم ہے ورنہ فائدہ نہیں ہو گا۔ اور مولانا گنگوہی نے اس کو سکھا دیا۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس ہو اور اس میں ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب تشریف فرما ہوں اور اسی مجلس میں امام غزالی، جنید بغدادی، بابا فرید الدین عطار، شیخ عبد القادر جیلانی ہوں تو میں کسی کی طرف رخ نہیں کروں گا۔ اپنے حاجی صاحب کو دیکھتا رہوں گا۔ مرید کو یہ محبت ہونی چاہیے۔ آج کل تو ایسا ہے کہ اولیاء اللہ تو درکنار دنیادار کو دیکھ کر شیخ کو بھول جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے شیخ سے ملنے آئے تھے۔ اتنے میں ایک نواب صاحب آگئے تو شیخ صاحب کو بھول گئے۔ بس نواب صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب ہنسے اور مجھ سے کہا اس مخلص کو دیکھا؟ آیا تھا ہم سے ملنے اور ایک نواب آگیا تو اب نواب کی طرف منہ کیے ہوئے ہے ہماری طرف پیٹھ کیے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر شیخ سے صحیح عقیدت اور محبت ہے تو چاہے بادشاہ اور وزیر اعظم بھی آجائے تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا کہ ہمارا بادشاہ تو ہمارا شیخ ہے۔ اللہ کا شکر ہے جب میرے شیخ پاکستان آتے ہیں تو میں اعلان کر دیتا ہوں کہ میرا بادشاہ، میرا وزیر اعظم آرہا ہے۔ سب کام بند کرو اور شیخ کے استقبال اور خدمت کی فکر کرو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے مگر اے حکیم اختر! سن لے کہ اگر سچا اللہ والا شیخ مل جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا مزے دار ہو جاتا ہے۔

شیخ بنانا کیوں ضروری ہے

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تخلص ہی آہ رکھا تھا۔ حضرت کا ایک شعر ہے۔

تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ
یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام علمی و عملی کمالات کی نسبت اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی۔ مطلب یہ کہ مجددِ زمانہ، ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، بڑے بڑے علماء کے شیخ نے اپنی نفی کر کے اپنے کمالات کو اپنے شیخ کی طرف منسوب کیا۔ یہی چیز انسان کو عجب و کبر سے اور اپنے کو بڑا سمجھنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ اور جس کا شیخ نہ ہو تو پھر وہ اپنی طرف نسبت کرتا ہے کہ میں نے یہ کیا، میں نے وہ کیا۔ اور جہاں ''میں میں'' ہو وہیں انسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہی ''میں'' والی بیماری شیطان کو تھی جس نے ''أَنَا'' کہا تھا۔ اسی انانیت کو ختم کرنے کے لیے بڑے بڑے علماء نے بھی اللہ والوں کو اپنا شیخ بنایا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے علماء جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے ان حضرات نے بھی اپنے نفس کو مٹانے کے لیے اور اپنی تربیت کے لیے مربی اور شیخ کا انتخاب کیا۔

شیخِ کامل کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ (تبلیغی جماعت میں) لاکھوں چلّے لگا لو لیکن اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کسی شیخ کامل سے تعلق نہیں ہو گا، جب تک کسی شیخ کامل کے ساتھ نہیں رہو گے۔

صحبتِ اہل اللہ کا انعام

ایک شعر سناتا ہوں جو انگلینڈ میں موزوں ہوا ؎

مانا کہ میر گلشن جنت تو دور ہے
عارف ہے دل میں خالقِ جنت لیے ہوئے

اللہ والوں کے دل میں خالقِ جنت ہوتا ہے، اس لیے ان کے پاس بیٹھ کے دیکھ لو، تجارت دماغ سے نکل جائے گی، ان شاء اللہ۔ بادشاہت کے تاج و تخت نیلام ہوتے

نظر آئیں گے، اور سورج اور چاند کی روشنی میں لوڈ شیڈنگ معلوم ہوگی۔ ساری لیلاؤں کا نمک بھول جاؤ گے۔ کسی اللہ والے کے پاس کچھ دن رہ کے دیکھو اور کوئی اللہ والا نہ ملے تو ان کے غلاموں کے پاس رہ لو جس میں اختر بھی شامل ہے۔ کیوں بھئی! اللہ والوں کی غلامی پر آپ کو اعتقاد ہے یا نہیں؟ سب سے پہلے مولانا ایوب گواہی دیں گے۔ کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خود کہے کہ میں اللہ والا ہوں۔ اپنی غلامی اور صحبت کی نسبت کرے کہ میں فلاں اللہ والے کا خادم ہوں۔ مگر جو لوگ مرید ہیں جتنا نیک گمان کریں کم ہے اور ان کے لیے اتنا ہی مفید ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی نعمت

اور دوستو! پانچواں نسخہ بڑا مزے دار ہے، اس میں کوئی محنت بھی نہیں ہے اور بہت پُر لطف بھی ہے، وہ کیا ہے؟ جس اللہ والے سے آپ کو محبت ہو، مناسبت ہو، اس کی صحبت میں جانا اور بیٹھنا ہو، اس سے اصلاحی تعلق قائم کر لیں۔ آپ بتایئے! جس کو کسی دینی مربی سے محبت ہے اس کو دیکھنے میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ ارے! اتنا مزہ آتا ہے کہ مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی، بہت بڑے حافظ عالم اور مفتی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ اے میرے شیخ! اگر میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں اور اس کے بعد ہزار سال سجدۂ شکر میں سر رکھوں تو بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ تو یہ پانچواں نمبر جو ہے یعنی صحبت اہل اللہ یہ دین کی روح ہے، دین اسی سے پھیلا ہے۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

سن لیجیے! اسلام پھیلا ہی نظرِ نبوت سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر سے دین پھیلا۔ اس کے بعد تابعین کی نظر سے دین پھیلا، اس کے بعد آج تک اولیاء اللہ کی نگاہوں سے دین پھیل رہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اصلاح کے لیے صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے

تو میرے دوستو! اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے اور اس کو باقی رکھنے کے لیے تقویٰ کی ضرورت ہے اور تقویٰ کے لیے صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت ہے، ان کی برکت سے سمجھ ملتی ہے۔ یہ بات حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اس لیے ان کی بات نقل کر رہا ہوں۔ یہ مال ابھی ملا ہے۔ لاہور میں تین دن کا اجتماع تھا، میں جمعہ کی شام کو گیا تھا اور کل گیارہ بجے آیا ہوں۔ تو وہاں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی جلال آباد سے تشریف لائے تھے، جلال آباد تھانہ بھون سے قریب ہے، حضرت کو میں نے تھانہ بھون میں بھی دیکھا تھا، یہ وہاں آئے اور تھانہ بھون میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اللہ والے کیسے برکت لوٹتے ہیں کہ بزرگوں کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا بھی اپنے لیے برکت سمجھتے ہیں۔

تکبر کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ خطرناک ہے

تو حضرت نے فرمایا کہ اصلاح بغیر شیخ کے نہیں ہوتی۔ نہ عبادت سے ہوتی ہے نہ علم سے ہوتی ہے۔ شراب چھوڑنا آسان ہے کیوں کہ خاندان بھی طعنہ دے رہا ہے، محلے والے بھی طعنہ دے رہے ہیں، برادری بھی بائیکاٹ کیے ہوئے ہے کہ یہ شرابی ہے۔ لہٰذا شراب چھوڑنا آسان ہے۔ کبھی مخلوق کے ڈر سے یا خاندانی شرافت اور بدنامی کے خوف سے آدمی ظاہری گناہ چھوڑ دیتا ہے لیکن تکبر کا نشہ، اپنے کو بڑا سمجھنے کا نشہ شراب سے زیادہ حرام ہے۔ لیکن اس کا پتا خود اس کو نہیں ہوتا وہ تو اہل اللہ ایکسرے کرتے ہیں۔ تب پتا چلتا ہے کہ اس کے اندر بڑائی کا نشہ آگیا ہے۔ یہ بات مسیح اللہ خان صاحب نے فرمائی کہ شراب حرام ہے مگر تکبر اس سے زیادہ حرام ہے کیوں کہ شرابی اپنے کو حقیر سمجھتا ہے، اس کو کبھی شراب سے توبہ نصیب ہو سکتی ہے لیکن تکبر والا مریض جب تک اہل اللہ کی صحبت نہیں پاتا اسے اپنے مرض کا بھی پتا نہیں چلتا۔ وہ اپنے

ہر قدم کو بالکل صحیح سمجھتا ہے، جتنا بھی ظلم کرے وہ سمجھتا ہے کہ سب صحیح ہے، جھوٹ بولو وہ بھی صحیح، کسی کی پٹائی کردو وہ بھی صحیح، کسی کے مال پر قبضہ کرلو سب جائز۔ لہٰذا تکبر کا نشہ شراب کے نشہ سے زیادہ خطرناک ہے۔

ایمان کے تحفظ کے لیے صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے

جنہوں نے اللہ والوں کی جوتیوں میں اپنے نفس کو مٹایا۔ خدائے تعالیٰ نے ان کی تقریر میں، تحریر میں، ہر بات میں اثر رکھ دیا۔ مولانا گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی اور حکیم الامت کو کیا ہو گیا تھا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے؟ حالاں کہ یہ خود بہت بڑے عالم تھے۔ کم علم نہیں تھا ان کا۔ دوستو! اسی لیے کہتا ہوں کہ شیطان بہت بڑا عابد بھی تھا اور بہت بڑا عالم بھی تھا لیکن شیطان دو طبقوں کو سبق دے گیا، ایک عابدوں کو کہ عابدو! عبادت کا نشہ تم کو اللہ سے مردود کر سکتا ہے اور ایک سبق عالموں کو دے گیا کہ عالمو! علم کا نشہ بھی تم کو اللہ سے مردود کر سکتا ہے کیوں کہ شیطان کا علم سب سے زیادہ تھا، شیطان بہت بڑا عالم تھا اور اب بھی ہے۔

مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ ہم کو تو اپنے نبی ہی کی ساری شریعت یاد نہیں اور اس کو تمام نبیوں کی شریعت یاد ہے کیوں کہ اس نے ہر نبی کا زمانہ دیکھا ہے۔ اس لیے بڑے بڑے علماء کو اس نے پٹک دیا۔

امام فخر الدین رازی کے انتقال کے وقت شیطان آیا۔ اور توحید پر اشکال قائم کرنے لگا۔ امام فخر الدین رازی نے توحید پر ننانوے (۹۹) دلائل دیے لیکن شیطان نے سب کی کاٹ کر دی۔ ان کے سارے دلائل کو اپنے دلائل سے رد کر دیا۔ آخر کار ان کے شیخ سلطان نجم الدین کبریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت سے مطلع فرمادیا۔ وہ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے وضو کا لوٹا پھینکا اور کہا: اے فخر الدین رازی! شیطان سے مت بحث کر، اس سے کہہ دے کہ میں بِلا دلیل اللہ کو ایک مانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کی آواز امام رازی کے کانوں تک پہنچا دی اور انہوں

نے شیطان سے کہا کہ میں بے دلیل خدا کو ایک مانتا ہوں۔ تب جا کر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ شیخ کا تعلق اور شیخ کی دُعا کام آئی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے بحث کرنے کو نہیں فرمایا۔

راہ بر کے بغیر راستہ طے نہیں ہو سکتا

بس کسی اللہ والے کے مشورے سے اللہ کا نام لینا شروع کر دو، کیوں کہ جو لوگ مشورے کے بغیر ذکر کرتے ہیں تو اللہ کے نام کا مزہ پا کر بعض وقت زیادہ ذکر کر لیتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر کہے کہ بھئی! آپ آدھا سیر دودھ پینا اور وہ ڈیڑھ کلو پی جائے تو دست لگ جائیں گے کہ نہیں؟ چناں چہ کل ایک صاحب آئے۔ کہنے لگے کہ میرا ایک عزیز ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کا سالانہ امتحان دے رہا ہے۔ امتحان میں تین مہینے رہ گئے ہیں لیکن زیادہ ذکر وظیفہ اور تلاوت کرتے کرتے اس کا دماغی توازن غیر معتدل ہو گیا، نعرے مارتا ہے اور ایک مرتبہ امام صاحب کے مصلیٰ پر بیٹھ گیا اور کہتا تھا کہ اب میں نماز پڑھاؤں گا۔ بڑی مشکل سے اس کو کھینچ کر ہٹایا گیا تو دماغی اعتدال از حد لازم ہے۔

جو لوگ بلا راہ بر، بغیر راہ نما، بغیر مشائخ اور بزرگوں کے اس راہ میں سفر کرتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے، زیادہ وظیفے پڑھ کر ان کو جلال آتا ہے اور ان کی پاگل پن کی باتوں سے سارا گھر ان سے پریشان رہتا ہے اور دین سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ دین اس کا نام تھوڑی ہے کہ ہر وقت غصے اور چڑچڑاہٹ میں رہو اور دین کو ایسا دکھاؤ کہ معلوم ہوتا ہے جیسے دین ایک بھیڑیا ہے۔ دین کوئی بھیڑیا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے دین سے نفرت پھیلتی ہے۔ لوگ ان کو مجذوب سمجھتے ہیں حالاں کہ یہ مجذوب نہیں پاگل ہیں۔ زیادہ وظیفہ پڑھنے سے دماغ گرم ہو جاتا ہے اور یہ پاگل ہو جاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم کو جلال آرہا ہے۔ جلال ولال کچھ نہیں ہے یہ سب پاگل ہیں۔ اعتدال اہل اللہ کی صحبت ہی سے نصیب ہوتا ہے۔

جیسے کار کتنی ہی عمدہ ہو مگر ڈرائیور کا ہونا ضروری ہے اور وہ ڈرائیور بوٹ پہنے گا

اور بوٹ بریک پر رکھے گا، بریک لاکھ قیمتی ہو، خواہ سونے کی ہو اور وہ لاکھ کہے کہ صاحب! مجھ پر یہ بوٹ نہ رکھیے، میری توہین ہورہی ہے، میری گردن سے اپنا بوٹ ہٹا لیجیے، لیکن ڈرائیور کہے گا کہ اے بریک! اگر میں تیری گردن سے بوٹ ہٹالوں تو کار کا ایکسیڈنٹ ہوجائے گا۔ پھر نہ تیری خیر ہوگی نہ میری، اور میری کار پر جو بیٹھیں گے ان کی بھی خیر نہیں ہے۔ تو شیخ مثل ڈرائیور کے ہوتا ہے، اپنے مرید کی رفتار دیکھتا رہتا ہے۔

اللہ والوں کی عظمت میں کمی کا سبب اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کمی ہے

بندگی سے اللہ ملتا ہے۔ ورنہ آدمی کتنی ہی کتب بینی کرلے، ایک لاکھ کتابیں پڑھ لے، دس دس گھنٹے تقریر کرلے اور ساری کائنات میں ٹی وی پر، اخبارات میں اس کی شہرت ہوجائے لیکن اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درد سے آشنا نہیں ہوسکتا جب تک وہ کسی اہل اللہ کی جوتیاں نہیں اٹھائے گا۔ کیوں کہ کتابوں سے مقادیرِ علم عطا ہوتے ہیں یعنی مقادیرِ اعمال مثلاً مغرب کی تین رکعات، فجر کی دو رکعات، اس کو مقادیرِ اعمال کہتے ہیں۔ اور اہل اللہ کے سینوں سے، ان کی صحبتوں سے، ان کے ساتھ حسنِ ظن سے، ان سے اخلاص کے ساتھ محبت، عقیدت اور عظمت سے کیفیاتِ اعمال عطا ہوتی ہیں۔ اور جو اللہ والوں کی عظمت نہیں کرتا دراصل یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کوتاہ ہے۔ کیوں کہ اللہ والوں کی عزت و عظمت و تعظیم و تکریم کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم و تکریم ہے۔ اسی لیے اُن لوگوں کو زیادہ فیض ہوا ہے جنہوں نے اپنے مربی سے زیادہ تعلق قائم کیا۔

اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے

جس کو تمنا ہو کہ میں تھوڑی دیر اللہ کے پاس بیٹھ جاؤں، اس کو کہہ دو کہ وہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔ اب اس کی دلیل عرض کرتا ہوں، اہلِ علم ہر بات کی دلیل مانگتے ہیں کہ صاحب! اس کی دلیل پیش کیجیے۔ میں حدیث پیش کرتا ہوں کہ اللہ والے ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ کبھی قلباً، کبھی قالباً، کبھی دل میں، کبھی جسم سے اور کبھی زبان سے۔ لہٰذا وہ اللہ کے جلیس ہیں کیوں کہ حدیثِ قدسی ہے:

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ[۵۳]

مجھے جو لوگ یاد کرتے ہیں میں ان کے پاس ہوتا ہوں، ان کا ہم نشین ہوتا ہوں۔ تو پھر ایسے لوگوں کے پاس جو بیٹھے گا تو اللہ کے ہم نشین کا ہم نشین، اللہ کا ہم نشین نہیں ہوگا؟

حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے محرومی کا سبب

میں کہتا ہوں کہ آج ہماری محرومی کا سبب یہ ہے کہ ہم اللہ والوں سے ڈھیلا ڈھالا تعلق رکھتے ہیں۔ جب کہ سلف کے لوگ قلب کی گہرائیوں سے اور خلوصِ دل سے اہل اللہ سے محبت رکھتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان پر نوازش فرماتا تھا۔ جو اللہ کے لیے اللہ والوں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے کہ یہ ہمارے لیے ہمارے بندے کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادیتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ایک عالم میرے پاس لاؤ اور ایک عالم ایسا لاؤ جو اللہ والوں کا صحبت یافتہ نہ ہو۔ اور دونوں بہت بڑے عالم ہوں مگر مجھے نہ بتایا جائے اور مجھے پانچ منٹ کا وقت دیا جائے۔ میں بتادوں گا کہ یہ عالم اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہے اور یہ عالم تربیت یافتہ نہیں ہے۔ میں دورانِ گفتگو اس کے اندازِ گفتگو سے، اس کے چہرے اور کندھوں کے نشیب و فراز سے اور الفاظ کے استعمال سے اور آنکھوں اور چہرے سے بتادوں گا کہ یہ شخص اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں؟

شیخ عبد الحق محدث دہلوی "مشکوٰۃ" کے شارح کو ان کے والد نے خط لکھا۔ جسے میں نے خود پڑھا ہے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ "پسرم ملّائے خشک و ناہموار نہ باشی" اے میرے بیٹے! تو عالم بھی ہے اور محدث بھی ہے لیکن خشک اور ناہموار ملّا نہ رہنا یعنی کندۂ ناتراش مت رہنا اور جاکر کسی اللہ والے سے اپنی تربیت کراؤ۔

اہل اللہ سے تعلق کے فوائد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی اللہ کے لیے کسی سے ملنے

۵۳؎ شعب الایمان للبیہقی: ۲/۱۷۱ (۶۸۰)، مکتبۃ الرشد

جاتا ہے تو سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ ستّر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے۔ تو یہاں کوئی ڈرگ روڈ سے، کوئی ناظم آباد سے آیا ہے، کوئی ملیر سے آیا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین رکھیے کہ راستے بھر ستّر ہزار فرشتے آپ کے ساتھ چلے اور انہوں نے آپ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ تو آپ بتلائیے! آپ نفع میں ہیں یا نہیں؟ ستّر ہزار فرشتے آپ کے لیے دعائے مغفرت کریں تو یہ معمولی نعمت ہے؟ پھر جب اس اللہ والے سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ مصافحہ کرتا ہے تو پھر ستّر ہزار معصوم زبان بے گناہ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں:

رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ فَصِلْهُ[۵۴]

یا اللہ! اس نے آپ کی وجہ سے آپ کے اس پیارے بندے سے ملاقات کی، یہ آپ کی وجہ سے اس سے محبت رکھتا ہے، اس نے آپ کے لیے اس سے مصافحہ کیا، لہٰذا آپ اس کو اپنے سے ملا لیجیے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اللہ والوں سے اللہ کے لیے ملتا ہے یا اللہ والوں کے غلاموں سے ملتا ہے بہت جلد اللہ والا ہو جاتا ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ اختر اللہ والوں کا غلام کیوں کہتا ہے؟ میں اس لیے کہتا ہوں تاکہ ہم لوگوں کا بھی اس میں شمار ہو جائے ورنہ اللہ والا ہونے کا دعویٰ ہو جائے گا، اور جو اللہ والا ہوتا ہے وہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ والا ہوں اگر وہ کہتا ہے کہ میں اللہ والا ہوں تو پھر سمجھ لو کہ وہ اللہ والا نہیں ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اکابر کا اپنے شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جب شیخ کے یہاں جاؤں تو تکیہ ملے، مسند ملے، واہ واہ ہو، کہا جائے کہ آگے تشریف لائیے، قالین پر بیٹھیے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عاشق نہیں ہے عاشق

۵۴؎ شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۳/۱ (۹۰۲۴)، قصۃ ابراھیم فی المعانقۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

تھے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جہاں لوگ جوتے اتارتے تھے وہاں بیٹھتے تھے اور جب نیند آتی تھی تو اپنے شیخ سید احمد شہید کا جوتا اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو جاتے تھے، شیخ کے جوتے کا تکیہ بناتے تھے۔ جو اپنے کو اتنا مٹاتا ہے وہی اللہ والا ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر روٹی رکھی اور روٹی کے اوپر آلو کی ترکاری رکھ دی، دستر خوان بھی نہیں بچھایا اور پلیٹ بھی نہیں دی۔ آپ بتایئے! کسی بھیک منگے کو ایسے دیا جاتا ہے جو فقیر بھیک مانگنے والے ہوتے ہیں اکثر ان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جیسے کبھی ہم لوگ ریل کے ڈبے میں مسکینوں کو دے دیتے ہیں کہ بھائی! ہاتھ پھیلا، جلدی سے روٹی لے اور جا۔ تو قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے کہ آیا اس کو کچھ تکلیف ہو رہی ہے یا نہیں یعنی یہ اپنی توہین سمجھ رہا ہے یا مست ہو رہا ہے؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر وجد طاری ہو گیا کہ شکر ہے کہ آج میرے شیخ نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو عشق میں ہونا چاہیے۔

اہل اللہ سے استفادہ کے لیے صرف وعظ سننے کی نیت کافی نہیں

ہمارے بزرگوں نے اپنی نفلی عبادت کا اتنا اہتمام نہیں کیا جتنا اہل اللہ کے پاس بیٹھنے کا اہتمام کیا۔ اس لیے اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ وعظ سنتے وقت صحبت کی بھی نیت ہونی چاہیے کیوں کہ اگر خالی وعظ سننے کی نیت ہے تو کسی زمانے میں آپ کا مربی بوڑھا ہو کر وعظ کہنے سے معذور ہو سکتا ہے، پھر شیطان آپ کو اس کی صحبت سے بھگا دے گا۔ اور اگر آپ صحبت کی نیت سے آئیں گے تو وعظ مفت میں ملے گا اور صحبت بھی ملے گی، پھر اگر وہ بوڑھا ہو گیا، کمزور ہو گیا تو اگرچہ وہ خاموش ہو گا پھر بھی اس کی محبت سے توفیق ہو جائے گی کہ چلو تھوڑی دیر صحبت میں بیٹھو۔ تو یہ فرق ہو گیا صحبت کے

حریصوں کا اور وعظ سننے کے لالچیوں کا۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب تک وعظ فرماتے تھے، سو ڈیڑھ سو آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا اور جب حضرت بیمار ہوگئے، کمزور ہوگئے اور وعظ نہیں کہنے لگے تو مجمع گھٹتے گھٹتے پندرہ بیس آدمی تک رہ گیا، اور سارے وعظیہ لوگ بھاگ گئے۔ وعظیہ کا تعزیہ جلد دفن ہوجاتا ہے، اس کا عشق و محبت ختم ہوجائے گا۔ جب سنے گا کہ مولانا بیمار رہتے ہیں وعظ نہیں کہتے، تو کہے گا کہ بس، اب وہاں جانا ختم، مگر جو صحبت کا حریص ہے وہ کہے گا کہ چاہے حضرت کچھ نہ بولیں ہم ان کو ایک نظر دیکھیں گے ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھیں گے کیوں کہ کام صحبت ہی سے بنتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی کا شعر ہے؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اگر کوئی پیغمبر بیمار ہو بول نہ سکتا ہو کمزور ہوگیا ہو بلکہ اس کا آخری وقت ہے، مگر حالتِ ایمان میں ایک شخص اس کو دیکھ لیتا ہے تو اگرچہ نبی نے کچھ نہیں فرمایا مگر ایمان کی حالت میں اس آدمی نے نبی کو دیکھ لیا تو وہ صحابی ہوا یا نہیں؟ بتاؤ بھئی! اگر معلوم ہو کہ پیغمبر کا آخری وقت ہے، اس کے دنیا سے تشریف لے جانے میں چند منٹ رہ گئے ہیں مگر حالتِ ایمان میں ایک شخص آتا ہے اس نے آکر پیغمبر کو ایک نظر دیکھا اور پیغمبر نے کوئی وعظ نہیں کیا بالکل ضعیف اور کمزور ہے تو وہ آدمی صحابی ہوا یا نہیں؟ علماء جانتے ہیں کہ وہ صحابی ہوگیا کیوں کہ اس نے نبی کو دیکھ لیا نبی کی صحبت اس کو مل گئی، یا اگر وہ آدمی اندھا ہے اور نبی نے اس کو دیکھ لیا تو بھی وہ صحابی ہوگیا۔ حضرت عبد اللہ ابن امّ مکتومِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا تھے یا نہیں؟ مگر صحابی ہوئے یا نہیں؟ تو جب گھر سے چلیے تو صحبت کی نیت کیجیے کہ اتنی دیر اللہ والوں کی صحبت میں رہوں گا۔ جب صحبت کی نیت ہوگی وعظ خود ہی مل جائے گا۔ یہ چیز آپ کو اس زمانے میں کام آئے گی کہ جب آپ کا شیخ اور مربی وعظ نہ بھی کہے گا تو بھی آپ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہیں گے، اور اگر خالی وعظیہ رہیں گے تو پوچھیں گے کہ آج شیخ صاحب کا وعظ ہوگا یا نہیں؟ میرے پاس بھی ٹیلی

فون آتا ہے کہ آج وعظ ہو گا؟ جب کہا جاتا ہے کہ ہاں! تو آتے ہیں اور اگر کہہ دو کہ آج وعظ نہیں ہو گا تو نہیں آتے۔ اس کا نام وعظیہ ہے، ورنہ اگر صحبت کی نیت ہو گی تو کہے گا کہ وعظ تو نہیں ہو گا مگر ملاقات تو ہو جائے گی ان کی صحبت میں تو بیٹھ جائیں گے۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ ایک عاشقِ ذات ہوتا ہے اور ایک عاشقِ صفات ہوتا ہے۔ وعظ ایک صفت ہے لہٰذا مربی کی ذات پر عاشق ہو، جب تک وہ زندہ ہے اس کی ملاقات کو نعمت سمجھو۔ یہ نہیں کہ وعظ ختم ہوا تو بس وعظیہ بھاگا اور اس کا تعزیہ بھی گیا۔

اکابر علماء کی اہل اللہ سے استفادہ کی مثالیں

مولانا رومی نے شرم نہیں کی کہ میں ''بخاری'' پڑھاتا ہوں میں معقول اور منقول کا جامع اتنا بڑا عالم ہوں۔ میں کیوں کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاؤں۔ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو شرم نہیں آئی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کو حیا نہیں آئی۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نوّر اللہ مرقدہٗ کو شرم نہیں آئی حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی جوتیاں اٹھاتے ہوئے۔ آج جو ''شرح جامی'' اور ''کنز الدقائق'' پڑھ لیتا ہے وہ بھی اللہ والوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کی کھال کے پیچھے ان کو گالیاں مل رہی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی قربانی کی کھال لینے گئے تھے؟ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کسی کے دروازے پر گئے تھے؟ شاہ ولی اللہ محدث گئے تھے؟ جن علماء نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عزت دی کہ امیروں کو ان کے دروازے پر بھیجا وہ کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔

اہل اللہ سے استغنا کی سزا

بعض اہلِ علم کو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے میں تو ان کے لیے عار ہے لیکن مال داروں کی جوتیاں اٹھانے میں عار نہیں ہے۔ کوئی مال دار کان میں کہہ دے کہ چلیے فیکٹری آپ کو دس ہزار روپے دوں گا تو یہ جھاڑو بھی لگالے گا، لیکن یہ وہ ہے جو اللہ والوں سے اعراض کرتا ہے۔

مولانارومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چمگادڑنے آفتاب سے دشمنی کی اور کہا کہ اے سورج! تجھ سے مجھے دشمنی ہے اور تیری روشنی سے بھی مجھے دشمنی ہے۔تو اس پر کیا عذاب آیا؟ آفتابِ ظاہری کی دشمنی میں اس پر یہ عذاب آیا کہ اندھیرے میں اُلٹالٹکا ہوا ہے، جتنے چمگادڑ ہیں وہ سب اندھیرے میں اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں سر نیچے ہے پیر اوپر۔اور وہ ایک ہی منہ سے کھاتا ہے اور اسی سے ہگتا ہے، امپورٹ ایکسپورٹ کا ایک ہی دروازہ ہے۔مولانارومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح خدانے اپنے ظاہری آفتاب کی نعمت کے دشمنوں کو اُلٹالٹکارکھا ہے اسی طرح جو اہل اللہ کے دشمن ہیں، انبیاء علیہم السلام کے دشمن ہیں، اللہ والوں کی حقارت وتوہین کرتے ہیں وہ بھی ہدایت کے نور سے محروم ہیں اور ضلالت وگمراہی کے اندھیرے میں اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہدایت کا راستہ ان کو نہیں ملتا، اللہ تک پہنچنا ان کو نصیب نہیں ہے۔ کبر، حبِّ دنیا، حبِّ جاہ، حبِّ مال، حبِّ نام ہزاروں بیماریوں میں مبتلا ہیں مگر افسوس کہ ان کو اپنی بیماری کا احساس بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے، اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے، کیا پیارا شعر اپنی مجلس میں سنایا تھا کہ اللہ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے؎

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور ایک اور شعر میں فرماتے ہیں؎

ان ہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

دوستو! میں یہی کہتا ہوں کہ آج بھی آپ کے کراچی کے مولانا تقی عثمانی محدّث ہیں، مولانا رفیع عثمانی محدّث ہیں۔ان بڑے بڑے حدیث کے اساتذہ نے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اٹھائی ہیں۔کیوں؟ اپنی اصلاح کے لیے۔ نفس مٹتا ہی اسی سے ہے، نفس کے مٹنے کی بجز اس کے کوئی شکل نہیں۔

اخلاص صرف صحبتِ اہل اللہ سے نصیب ہوتا ہے

اسی لیے اہل اللہ کی صحبت کی ضرورت پڑتی ہے، وہ بتاتے ہیں کہ دیکھو یہ دکھاوا ہے ریاہے۔ لٰہذا اخلاص کی دولت ملتی ہے خانقاہوں سے۔ اللہ والوں کی صحبت سے ہاضمہ ملتا ہے کہ بندہ بڑی سے بڑی عبادت کر کے بھی نہیں اِتراتا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتّی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ مظہری لکھی اور اس میں اپنا نام بھی نہیں آنے دیا۔ اپنی تفسیر کا نام اپنے شیخ حضرت مظہر جانِ جاناں کے نام پر تفسیرِ مظہری رکھ دیا۔ آج دنیا ان کی اس تواضع کی مدّاح ہے کہ اتنی بڑی کتاب لکھی اور اس میں اپنا نام تک نہیں آنے دیا۔ یہی تواضع تو ملتی ہے اللہ والوں سے اور سارے عالم کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے کہ بڑے ہو کر بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے۔

قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا

یعنی سب کچھ سینے میں لیے ہیں اور زبان خاموش ہے۔ کہتے ہیں کہ بھئی! ہمارے پاس کیا ہے؟ کچھ نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کس طرح بنتے ہیں

جب تِلّی کا تیل گلاب کے پھول کی صحبت سے خوشبو دار ہو گیا تو پھر وہ روغنِ گل کہلاتا ہے یا تِلّی کا تیل؟ بتاؤ بھئی! جو تِل گلاب کے پھول کی خوشبو اپنے اندر بسا لے تو جب اس کا تیل نکالا جائے گا تو اس کا نام کیا ہو گا؟ روغنِ گل یعنی گلاب کے پھول کا تیل۔ اب اس کو کوئی کہے کہ ارے! تو تو تِلّی تھا اب جو اس کو تِل کا کہے گا تو وہ اس پر عدالت میں ہتکِ عزت کا مقدمہ دائر کرے گا کہ میں نے تو گلاب کے پھولوں میں رہ کر مجاہدہ کیا ہے لٰہذا اب میرا نام روغنِ گل ہے۔

روغنِ گل روغنِ کنجد نہ ماند

یعنی اب میں تِلّی کا تیل نہیں ہوں روغنِ گل ہوں۔ ایسے ہی عام انسان اللہ والوں کی صحبت

کی برکت سے کیسے بڑے بڑے اولیاء اللہ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبِ جادو بیاں سے کیسے کیسے مردے زندہ ہوگئے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [۵۵]

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ بنادیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے۔(بیان القرآن)

جو مردہ تھے نبی پر ایمان لاکر ایسے زندہ ہوگئے کہ صاحبِ نور بن گئے۔ تو جب دیسی آم لنگڑے آم کی قلم کھاکر لنگڑا آم بن سکتا ہے تو آج بھی جو غافل دل ہیں اگر اللہ والوں کی صحبت میں رہیں دل و جان سے، اخلاصِ نیت سے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! وہ بھی ایک دن کہیں گے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

اور یہ بھی کہے گا کہ ؎

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اے میرے مرشد! اے میرے شیخ! آپ نے ہم کو کوّے سے ہنس بنادیا۔ ہم کوّا تھے صبح اُٹھ کر پاخانہ تلاش کرتے تھے، اب ہم ہنس بن گئے اب ہم ذکر اللہ کی راہیں تلاش کرتے ہیں۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

ولی اللہ کی پہچان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہمارے تھانہ بھون کا ادنیٰ شاگرد بھی دین کو اتنا سمجھتا ہے کہ دوسری خانقاہوں کے بڑے بڑے پیروں کو بھی دین کی وہ سمجھ

[۵۵] الانعام: ۱۲۲

نہیں ہے۔ اختیاری غیر اختیاری کچھ جانتے ہی نہیں۔ چند خواب دیکھ لیے، لیکن زندگی سنت کے خلاف ہے اس کو ولی اللہ سمجھ لیتے ہیں۔ حضرت حکیم الامت نے دین کو صاف کر دیا کہ ولی اللہ وہ ہے جو سنت پر عمل کرتا ہے، شریعت پر عمل کرتا ہے۔ خواب نظر آئے نہ آئے، کرامت ہو نہ ہو۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ دین پر قائم رہیں اور نفس و شیطان اور معاشرہ کے جتنے فتنے ہیں ان سے بچتے رہیں تو اللہ والوں کے پاس جایئے۔ اب آپ کہیں گے کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ دلیلیں تو بہت ہیں مثلاً کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی دلیل ہے۔ اللہ پاک خود فرما رہے ہیں کہ اللہ سے ڈرو۔ لیکن یہ ڈر تم کو کہاں سے ملے گا؟ ڈرنے والوں کے پاس رہو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ یہ تو قرآنِ پاک کی آیت ہے۔

میں ایک مثال اور عرض کرتا ہوں کہ جب طوفانِ نوح آیا تھا تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کشتی بناؤ۔ جو لوگ ان کی کشتی میں بیٹھ گئے وہ طوفان سے بچ گئے، جنھوں نے کشتی کا مذاق اُڑایا کہ جب اتنا طوفان آئے گا تو یہ کشتی کیا کرے گی؟ یہ نہیں سوچا کہ کشتی چلانے والا کیسا ہے؟ کشتی کو تو دیکھا کہ لکڑی کی ہے لیکن کشتی چلانے والے کو نہ دیکھا کہ وہ پیغمبر اور نبی ہے۔ لہٰذا جو ظالم کشتی میں نہیں بیٹھے وہ ڈوب گئے اور جو لوگ کشتی میں بیٹھ گئے بچ گئے۔

شیخ بنانے کا معیار

مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی نائبِ بابائے نوح یعنی اللہ والے موجود ہیں۔ ان کی کشتیاں موجود ہیں۔

ہے بیا در کشتئ بابا نشیں

مولانا رومی فرماتے ہیں اے بھائیو! بابا کی کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ یہ بابا کون ہیں؟ یہ وہ بابا ہیں کہ جو شریعت اور سنت پر چلتے ہیں اور انہوں نے بھی کسی کو اپنا بابا، اپنا مربی بنایا تھا، یہ تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو بابا نہ سمجھ لینا جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو لَا تَاْخُذُوْہُ بَابَا مَنْ لَّا بَابَالَہٗ جیسے بعض لوگ خود ہی مربی بنے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ کسی مربیّ کے ہاتھوں مربّہ نہیں بنے، اپنی تربیت نہیں کرائی۔ جو مربّہ نہ ہو وہ مربیّ

نہیں ہو سکتا۔ تو سب سے پہلا نسخہ دین کی سلامتی، دین کی سمجھ اور دین پر قائم رہنے کا یہ ہے کہ بزرگوں کے پاس آنا جانا رکھیے۔ اب آپ کہیں گے کہ کیا دلیل ہے کہ کون بزرگ ہے؟ بس آپ کے لیے یہ دلیل کافی ہونی چاہیے کہ اس نے کسی اللہ والے کی صحبت اٹھائی ہو۔ جیسے کسی حکیم کے مستند ہونے کے لیے اتنی ہی دلیل کافی ہے کہ یہ شخص حکیم محمد اجمل خان دہلوی کا صحبت یافتہ ہے بس اس سے علاج کراؤ۔ بس اتنا دیکھیے کہ جو تمہیں دین سکھا رہا ہے اس نے بزرگوں کی صحبت اٹھائی ہے یا نہیں؟ پھر یہ دیکھیے کہ جو اس کے پاس آنے جانے والے ہیں ان کے اندر کیا تبدیلی ہو رہی ہے۔

جو لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہیں اس کے مطب میں روحانی شفا ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کے پاس آنے والوں کے دل میں اللہ کی محبت بڑھ رہی ہے؟ گناہ چھوٹ رہے ہیں؟ اور یقین ایمان میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں؟ اس کے پاس آنے جانے والوں سے پوچھ لو کہ تم لوگ جو یہاں آتے ہو تو تمہیں کیا ملا؟ اپنے دس سال پہلے والی زندگی بتاؤ اور اب بتاؤ، کچھ فرق محسوس ہوا؟

صحبتِ صالحین میں دعا مانگنا مستحب ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی مجلس اور ان کی صحبت سے تو نور پیدا ہوتا ہی ہے، ان کے تذکرہ سے بھی نور پیدا ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ ان کا تو خیال بھی دل میں آجائے تو نور پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ حکیم الامت کا مقام تھا کہ اگر کسی اللہ والے کا دل میں خیال آجائے تو ان کے دھیان اور تصور سے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدّثِ عظیم ''مشکوٰۃ'' کی شرح ''مرقاۃ'' میں لکھتے ہیں کہ فَاِنَّ الدُّعَاءَ یُسْتَحَبُّ عِنْدَ حُضُوْرِ الصَّالِحِیْنَ جس وقت تم صالحین کے پاس جاؤ، اللہ والوں کے پاس جاؤ تو ان کے پاس دعا مانگنا مستحب ہے۔ کیوں؟ وجہ دیکھیے کتنی پیاری وجہ بیان کی کہ فَاِنَّ الرَّحْمَۃَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ صالحین اور اللہ والوں

کے تذکرہ سے رحمت نازل ہوتی ہے **فَضْلًا عِنْدَ وُجُوْدِهِمْ**[۵۶] چہ جائے جہاں خود اللہ والے موجود ہوں وہاں کتنی رحمتیں نازل ہوتی ہوں گی۔ یہ ملّا علی قاری کی عبارت ہے۔ ''مشکوٰۃ'' کی شرح کی عبارت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کہاں ہے تصوف؟ حالاں کہ تصوف سے تو قرآن اور حدیث بھرا ہوا ہے۔

فہمِ دین صحبتِ اہل اللہ سے ملتا ہے

ایک مَن علم کے لیے دس مَن عقل و فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے علم کے ساتھ ساتھ اللہ والوں کی صحبتوں سے دین کی سمجھ بھی حاصل کرنی چاہیے۔ خالی علم سے ذہن میں وہ تیزی، ذکاوت اور نورانیت نہیں آتی جب تک اہل اللہ کی صحبت نہ اختیار کریں۔ دین کی سمجھ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میری شادی کے لیے دعا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ استغفار کیا کرو۔ کسی نے پوچھا کہ حضرت! استغفار سے شادی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نوح میں وعدہ فرمایا ہے:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا، يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا[۵۷]

تم اپنے رب سے استغفار کرو، وہ بڑے غفور اور رحیم ہیں۔ آسمان سے بارش نازل ہو گی، قحط دور ہو گا اور مال و اولاد بھی دیں گے۔ باغات بھی دیں گے اور نہریں بھی دیں گے۔ اس نے کہا حضرت! اس میں ایسا تو کوئی ذکر نہیں آیا کہ شادی بھی ہو گی اور بیوی بھی ملے گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم بڑے عجیب آدمی ہو، کیا اولاد کا وعدہ نہیں ہے؟ تو جب اولاد دیں گے تو بیوی کے بغیر دیں گے؟ جب اولاد کا وعدہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ شادی ہو گی تب ہی تو اولاد ملے گی۔ یہ ہے تفقہ اور علم میں برکت، جو

۵۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۹۵، باب الدعوات فی الاوقات، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۵۷؎ نوح: ۱۰-۱۲

اہل اللہ کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ لوگ یہ آیتیں پڑھتے رہتے ہیں لیکن کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ استغفار کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شادی ہونے اور بیوی ملنے کا بھی اعلان ہے۔ اسی ذکاوت اور تَفَقُّہ پر ایک اور واقعہ یاد آگیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ آیت تلاوت نہیں کی: وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَۃً اَوۡ لَهۡوَاۨ انْفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا[۵۸] کہ میرے نبی کو قَآئِمًا یعنی کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، نیا نیا اسلام آیا تھا، ابھی صحابہ کی مکمل تربیت نہیں ہوئی تھی، وہ قانون نہیں جانتے تھے، ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ خطبہ چھوڑ کر جانا ناجائز ہے۔ اس وقت شدید قحط تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم نہیں جائیں گے تو غلّہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن سب نہیں گئے تھے، بارہ صحابہ رہ گئے تھے ۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ اگر یہ بارہ صحابی بھی نہ رہتے تو اللہ کے غضب کی آگ برس جاتی۔ ان کے طفیل سب بچ گئے۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت سے ثابت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دے رہے تھے تو کھڑے تھے[۵۹] جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر دینا قرآن سے ثابت ہے۔ یہ ہے تفقُّہ، علم کی صحیح سمجھ۔ عام آدمی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا۔

اولیاء اللہ کے ادب کی وجہ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ کی نسبت سے عظمتیں آتی ہیں۔ بیت اللہ کی زمین پر ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر کیوں ہے؟ خدا کی یہی زمین یہاں بھی تو ہے، یہ مسجد بھی تو اللہ کا گھر ہے لیکن جس زمین کو خانہ کعبہ سے نسبت ہو صرف اسی کو بیت اللہ کہہ

---

۵۸ الجمعۃ:۱۱

۵۹ روح المعانی:۲۸/۱۰۴، الجمعۃ (۱۱) دار احیاء التراث، بیروت

سکتے ہیں۔ اس مسجد کو خانۂ خدا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بیت اللہ صرف حرمِ کعبہ ہی کو کہہ سکتے ہیں، وہاں کے طواف سے حج ادا ہوتا ہے۔ ملتزم پر چپک کر رونے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی نسبت۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے ادب واکرام سے لوگ گھبراتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے؟ یہ تو شخصیت پرستی معلوم ہوتی ہے۔ میں بھی بندہ وہ بھی بندے، ہم کیوں ان کا ادب کریں؟ تو مولانا نے فرمایا کہ دیکھو! بیت اللہ کا طواف کیوں کرتے ہو؟ اس لیے کہ اس یارِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں ایک مرتبہ کعبہ کو فرمادیا بَیۡتِیَ یعنی یہ میرا گھر ہے۔

کعبہ را یک بار بَیۡتِیَ گفت یار

اس نسبت سے آج سارا عالم بیت اللہ کا طواف کررہا ہے اور اس کے پتھر یعنی حجرِ اسود کو چوم رہا ہے مگر اپنے خاص بندوں کے بارے میں کیا فرمایا۔

گفت یَا عِبَادِیۡ مرا ہفتاد بار

لیکن مجھ کو ستّر دفعہ یَا عِبَادِیۡ یعنی میرا بندہ کہا ہے۔ اے میرے بندے، اے میرے بندے۔ تمام قرآن میں دیکھو اللہ نے ستّر سے زیادہ دفعہ مومنِ کامل کو اپنا بندہ کہا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ اللہ کے خاص بندوں کا ادب نہ کیا جائے؟ کعبہ کو ایک مرتبہ بَیۡتِیَ کہا تو اس کی یاد تو آپ کو طواف کے لیے پاگل کردے اور اس عِبَادِیۡ کی یاد نے آپ پر کچھ اثر نہیں کیا کہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کو عِبَادِیۡ کہہ کر اپنا بندہ ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ کے خاص بندوں کی محبت اللہ کی محبت کا تقاضا ہے اور محبت کا یہ پیٹرول منٹوں میں اللہ تک لے اڑتا ہے۔

ہر زمانے میں شمس الدین تبریزی ہوتے ہیں

اگر مجنوں کو شمس الدین تبریزی کی صحبت مل جاتی جس نے مولانا رومی کو ولی اللہ بنایا تھا تو وہی مجنوں بہت بڑا ولی اللہ ہوتا۔ افسوس کہ اس کو کوئی شمس الدین تبریزی نہ ملا جو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردیتا، لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں

کہ ہر زمانے میں شمس الدین تبریزی ہوتے ہیں مگر پہچاننے کے لیے نظر ہونی چاہیے۔ ہر صدی میں اللہ شمس الدین تبریزی کو پیدا کرتا ہے اور کئی کئی پیدا کرتا ہے، جو دنیا والوں کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے تبدیل کردیتا ہے کیوں کہ محبت کا مادّہ وہی ہے، محبت کی اسٹیم وہی ہے۔ اگر کار کے انجن میں پیٹرول ہے تو جس پیٹرول سے وہ کار مسجد آسکتی ہے اسی پیٹرول سے وہ سینما اور کسی غلط اڈے پر بھی جاسکتی ہے۔ بولیے صاحب! تو ہم پیٹرول کو کیوں بُرا کہیں؟ ہم محبت کو کیوں بُرا کہیں؟ ہم تو استعمال کو بُرا کہتے ہیں۔

اللہ کی محبت کے چراغ کیسے جلتے ہیں

لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ ہماری سانس اللہ تعالیٰ کی راہ میں قبول ہو، خدائے تعالیٰ کی یاد کے لیے قبول ہو تو کسی اللہ والے کے پاس حاضر ہوا کرو۔ ہماری یہ سانس بہت قیمتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم کچھ دیر خدا کے پاس بیٹھو تو ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند با حضورِ اولیاء

یہ مولانا روم ہیں، میں مثنوی کا شعر پیش کررہا ہوں کہ جس کا دل چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھے تو اس سے کہہ دو کہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جائے۔ تو اولیاء اللہ کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے کیوں کہ ان کے قلب میں اللہ ہے، انہیں نسبت مع اللہ حاصل ہے، اور دنیا میں جتنے ولی ہوئے ہیں سب کسی نہ کسی ولی کی محبت سے ولی ہوئے ہیں۔ کوئی چراغ دنیا میں نہیں جلتا مگر دوسرے چراغ سے، چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ کوئی چراغ بہت ہی قیمتی ہو سونے کا ہو، بلکہ جواہرات و موتی کا ہو، کروڑ روپے کا ایک چراغ ہو لیکن اس کے پاس دوسرا جلتا ہوا چراغ نہ ہو تو وہ جل نہیں سکتا، وہ اپنے تیل و بتّی کی قیمت کے باوجود ظلمت اور اندھیرے میں رہے گا، خود بھی اندھیروں میں رہے گا اور دوسروں کو بھی اندھیروں میں رکھے گا، لیکن جو کسی ولی اللہ کی محبت میں، اللہ کی محبت کے چراغ والوں کے پاس بیٹھ جائے گا تو پھر چراغ سے چراغ جل جائے گا۔

مربّی بنانے سے پہلے تحقیق کرلیں

لیکن پہلے کسی سے پوچھ لیں کہ فلاں اللہ والے جو ہیں انہوں نے کس کی صحبت اُٹھائی ہے؟ عقل مند انسان پہلے پوچھتا ہے، تحقیق کرتا ہے اور بے وقوف آدمی اس کے ہاتھ پر بھی بیعت کرلیتا ہے جو کسی سے بیعت نہ ہو۔ بے وقوف آدمی اس کو بھی مربی بنالیتا ہے جو خود کسی کا مربّہ نہ ہو، خود کسی سے تربیت نہیں کرائی اور جلدی سے جاکر مسند پر بیٹھ گیا۔ کسی کے چند الفاظ سن کر اس کا معتقد ہوجانا کہ آہا آہا! کیا کہنا! واہ صاحب! کیا بیان کرتے ہیں! کیا شعر پڑھتے ہیں! پھر اس سے بیعت ہوگئے یہ محض حماقت ہے۔ جس سے بیعت ہونے کا ارادہ ہو پہلے اس کے متعلق پوچھو کہ اس نے بھی کسی سے تربیت کرائی ہے یا نہیں؟ کسی کو استاد بنانے سے پہلے پوچھو کہ وہ بھی کسی کا شاگرد رہا ہے یا نہیں؟ کسی کو بابا مت بناؤ جب تک کہ اس کا بابا نہ معلوم کرلو۔ لَا تَأْخُذُوْہُ بَابَا مَنْ لَّا بَابَالَہٗ اس کو ہرگز بابا مت بناؤ جس کا آگے کوئی بابا نہ ہو۔

صحبتِ اہل اللہ اور برکتِ علوم

حضرت شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت کے بعد مولانا رومی پر حق تعالیٰ نے علوم کے دریا کھول دیے۔ اہل اللہ کی صحبت و خدمت وتربیت کی برکت سے جو عالم اللہ والا ہوجاتا ہے اس کے علم میں اور غیر تربیت یافتہ عالم کے علم میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اس کی مثال سن لیجیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک حوض کھود دیے اور اس میں پانی بھر دیجیے اور پھر پانی نکالنا شروع کر دیجیے کب تک چلے گا؟ آخر ایک دن ختم ہو جائے گا۔ اور اگر اتنی کھدائی کی جائے کہ سوتہ جاری ہو جائے، زمین کے نیچے سے پانی نکل آئے تو اس حوض کا پانی ختم نہیں ہو گا۔ یہ مثال ہے ان اللہ والوں کے علم کی جو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے سے، گناہوں سے بچنے سے، ذکر و فکر کے دوام سے یعنی صحبتِ اہل اللہ اور دوامِ ذکر اللہ اور تفکر فی خلق اللہ سے عطا ہوتا ہے۔ یعنی وہ سوچتے رہتے ہیں کہ آسمان

وزمین وسورج وچاند کا کیا مقصد ہے؟ ان کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اس کا ہم پر کیا حق ہے وغیرہ۔ یہ نہیں کہ بس کھاؤ پیو اور مست رہو۔ اس کی برکت سے اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم عطا ہوتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا جیسے پانی کا سوتہ کہ جس سے پانی ہمیشہ نکلتا رہتا ہے۔ مولانا رومی جب صاحبِ نسبت ہوئے تو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار اللہ نے ان کی زبان سے نکلوائے اور جس پر نظرِ عنایت کی صاحبِ نسبت ہوگیا۔

صحبتِ اہل اللہ کی برکت

چھٹی حدیث ہے:

مَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ[۶۰]

جو شخص اپنے غصہ کو روک لے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا عذاب اس سے روک لیں گے۔ ظاہر بات ہے کہ غصہ روکنے میں تکلیف ہوتی ہے اور اس نے اللہ کے لیے یہ تکلیف اٹھائی، لہٰذا اس مجاہدہ پر اتنا بڑا انعام ہے اور یہ مجاہدہ بھی اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے آسان ہوجاتا ہے۔

ایک حکایت یاد آئی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ حضرت! مجھ میں غصہ کا مرض ہے اس کا علاج عطا فرمائیے۔ حضرت نے ان کو تحریر فرمایا کہ آپ لکھنؤ میں انوار بک ڈپو کے مالک مولوی محمد حسن کاکوروی صاحب کی خدمت میں جایا کیجیے۔ کچھ عرصہ بعد اس شخص نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ حضرت! میرا غصہ جاتا رہا۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں جاتا رہتا ہوں لیکن انہوں نے تو کبھی غصہ کے متعلق مجھے کوئی نصیحت بھی نہیں کی، یہ کیا بات ہے کہ مجھے اتنا فائدہ ہوا؟ حضرت نے فرمایا: کیوں کہ مولوی صاحب حلیم الطبع ہیں ان کے دل میں صبر و حلم اور برداشت کا مادّہ بہت ہے۔ ان کے قلب کی صفتِ حلم آپ کے قلب میں منتقل ہوگئی۔

ساتویں حدیث کے راوی ایک صحابی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۶۰] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۳۴، باب الغضب والکبر، المکتبۃ القدیمیۃ

فرماتے ہیں کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ میں اپنے ایک مملوک غلام کی پٹائی کر رہا تھا۔ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِیْ صَوْتًا میں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ایک آواز سُنی۔ وہ کیا آواز تھی؟ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لَلّٰہُ اَقْدَرُ عَلَیْكَ مِنْكَ عَلَیْهِ یہ کلامِ نبوت کی بلاغت ہے کہ چند ضمیروں میں دو سطر کا مضمون بیان فرمادیا۔ اگر ہم اردو میں اس کا ترجمہ کریں تو ڈیڑھ دو سطر ہو جائے گی۔

فرمایا کہ اے ابا مسعود! اللہ تعالیٰ کو تجھ پر زیادہ قدرت ہے اس قدرت سے جو تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے جس کو تو پیٹ رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ فَالْتَفَتُّ میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ کہاں سے یہ آواز آئی؟ فَاِذَا ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ[۱۱] وہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ آپ کی آواز تھی ؎

جی اُٹھے مردے تری آواز سے

یہ آوازِ نبوت تھی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل زندہ ہوتے تھے، امراض کی اصلاح ہو جاتی تھی۔ بس اللہ تعالیٰ نے صحبتِ نبوت کے فیضان کی برکت سے فوراً ہدایت عطا فرمادی۔ اللہ والوں کی صحبت سے قلب میں اعمالِ صالحہ کی ایک زبردست قوت وہمت اور توفیق پیدا ہو جاتی ہے۔ چالیس چالیس سال سے انسان جس گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہ پاتا ہو اللہ والوں کے پاس چند دن رہ کر کے دیکھے کہ کیا ہوتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی زبردست تاثیر

یہ بات حضرت ڈاکٹر (عبد الحی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتائی کہ میں تمہیں تمہارے پیر کی ایک بات بتاتا ہوں۔ کسی نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ پارس میں یہ خاصیت کیوں ہے کہ لوہا اس سے چھوتے ہی سونا بن جاتا ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ فرمایا: کیوں، کیا مت پوچھو، لوہے کو پارس سے لگادو، پھر آنکھوں سے دیکھو کہ لوہا سونا بنتا ہے یا نہیں؟ پوچھنا کیا ہے مشاہدہ کرلو۔ دیکھو کیسے کیسے شرابی، کبابی صحبت

[۱۱] الصحیح لمسلم: ۵۱/۲، باب صحبة الممالیك، ایچ ایم سعید

کی برکت سے اللہ والے بن گئے۔ جگر مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اللہ والے بن گئے اور جون پور کے ایک شاعر جن کا نام عبد الحفیظ تھا شراب پیتے تھے۔ یہ سن کر تھانہ بھون گئے کہ وہاں انسان، انسان بنتے ہیں شاید یہ شرابی بھی انسان بن جائے۔ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا کہ حضرت سے بیعت ہوگئے اور بیعت بھی کیسے ہوئے کہ خانقاہ تھانہ بھون میں چند دن قیام سے داڑھی جو تھوڑی سی بڑھ گئی تھی وہ بیعت ہونے سے پہلے منڈوالی اور حضرت تھانوی سے درخواست کی کہ حضرت! مجھے بیعت کرلیجیے۔

حضرت نے فرمایا کہ جب بیعت ہی ہونا تھا تو اللہ کا نور جو چہرے پر آگیا تھا اس کو کیوں صاف کیا؟ عرض کیا کہ حضرت! آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں۔ مریض کو چاہیے کہ حکیم کے سامنے اپنا سارا مرض پیش کردے تاکہ نسخہ اسی طاقت سے لکھا جائے۔ یہ عمل تو بظاہر صحیح نہیں تھا، لیکن چوں کہ نیت اچھی تھی اس لیے حضرت نے اس پر گرفت نہیں فرمائی۔ پھر خود ہی عرض کیا کہ اب کبھی داڑھی پر اُسترا نہیں لگاؤں گا۔ حضرت نے بیعت فرمالیا، یہ جون پور آگئے۔ ایک سال کے بعد حضرت وعظ کے سلسلے میں جونپور تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بڑے میاں کھڑے ہیں، ایک مشت داڑھی رکھے ہوئے۔ فرمایا کہ یہ بڑے میاں کون ہیں؟ عرض کیا گیا کہ یہ وہی بڑے میاں ہیں جو کس حالت میں تھانہ بھون گئے تھے۔ حضرت ان کی داڑھی دیکھ کر خوش ہوگئے۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کا خاتمہ بڑا اچھا ہوا۔ تین دن تک گھر میں روتے رہے۔ اللہ کا خوف طاری ہوگیا، کمرے میں اِدھر سے اُدھر ایک دیوار سے دوسری دیوار تک تڑپ کے جاتے تھے اور روتے تھے، اسی طرح رورو کے جان دے دی اور اس خوف کی حالت میں اللہ کے پاس چلے گئے اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھادیے تھے۔

مِری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو

اور ان کی شانِ ستّاری تو دیکھو

گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

ہوا بیعت حفیظؔ اشرف علی سے
بایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

واقعی بڑی ہشیاری ہے! مبارک وہ بندہ ہے بہت ہی مبارک بندہ ہے وہ جو اللہ والوں سے تعلق کرلے، جو اللہ کے دوستوں سے دوستی کرلے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ یہ ہماروں کا ہمارا ہے۔ یہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے۔ لہٰذا اس پر بھی فضل فرمادیتے ہیں اور اس کو بھی اپنا بنالیتے ہیں۔ اللہ والوں کی صحبت سے تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں رہ سکتا۔ اس کی شقاوت کو سعادت سے اللہ تعالیٰ بدل دیتے ہیں۔

یہ لمبی حدیث ہے جس کا ایک جز یہ ہے کہ اللہ والوں کی مجلس میں ایک شخص غیر مخلص تھا۔ وہ وہاں اللہ کے لیے نہیں بیٹھا تھا، کسی ضرورت سے جارہا تھا کہ وہاں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ میرے بندے کیا کررہے تھے؟ اللہ تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے لیکن اپنے بندوں پر فخر ومباہات فرمانے کے لیے پوچھتے ہیں۔ آخری جز اس لمبی حدیث کا یہ ہے کہ اے فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان سب کو بخش دیا۔

فرشتوں نے عرض کیا کہ وہاں ایک بندہ ذکر کے لیے نہیں بیٹھا تھا اِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ وہ کسی حاجت سے جارہا تھا، دیکھا کہ کچھ اللہ والے لوگ بیٹھے ہیں وہ بھی بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا کیوں کہ میں اپنے مقبول بندوں کے پاس بیٹھنے والوں کو محروم نہیں کیا کرتا۔

هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ [۶۲]

اس کی شرح میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[۶۲] صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظہریۃ

اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مندرج کرلیتا ہے ان تمام انعامات میں جو اللہ والوں کو عطا کیے جاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ آگے مَفْعُوْلٌ لَہٗ بیان ہورہا ہے اِکْرَامًا لَّھُمْ [۶۳] اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا اکرام فرماتے ہیں۔

دیکھیے! جیسے یہاں ڈیرہ غازی خان میں آپ لوگ جو کچھ حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم (افسوس! حضرت ہردوئی اب دارِ فانی سے کوچ فرماگئے) کو کھلاتے ہیں وہی ہم خادموں کو بھی کھلا رہے ہیں کہ نہیں؟ بس! جب حِسّی نعمتوں کا یہ حال ہے تو ایسے ہی جنت میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ معاملہ ہوگا۔

جب اولیاء اللہ کی صحبت کا یہ انعام ہے کہ ان کی صحبت کے فیض سے شقاوت سعادت سے تبدیل ہوجاتی ہے اور قلب میں اعمالِ صالحہ کی زبردست ہمت وتوفیق عطا ہوجاتی ہے تو صحبتِ نبوت کے فیضان کا کیا عالم ہوگا؟ حالتِ ایمان میں جس پر نبوت کی نگاہ پڑگئی وہ صحابی ہوگیا اور دنیا کا بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پاسکتا۔ چناں چہ صحبتِ نبوت کے فیضان سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فوراً تنبیہ ہوگئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ھُوَ حُرٌّ لِوَجْہِ اللہِ اس غلام کو میں نے اللہ کے لیے آزاد کردیا اس خطا کی تلافی میں۔ معلوم ہوا کہ خطاؤں کی تلافی بھی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْکَ النَّارُ [۶۴] اگر تو ایسا نہ کرتا اور غلام پر یہ رحمت نہ دکھاتا تو جہنم کی آگ تجھے جھلسادیتی اور جلاکے خاک کردیتی۔ یہ کون ہیں؟ صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے ہیں۔ آج کس ظالم کا منہ ہے جو کہے کہ میں اتنا تہجد پڑھتا ہوں صوفی ہوں اتنا ذکر وفکر کرتا ہوں میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ ذرا سوچیے! یہ بات سوچنے کی ہے یا نہیں؟ کہ اپنی عبادت پر اتنا ناز کہ ہم نے تہجد پڑھی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اور بھائیوں کو اور

---

[۶۳] فتح الباری: ۲۱۳/۱۱، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، دار المعرفۃ، بیروت

[۶۴] صحیح مسلم: ۵۱/۲، باب صحبۃ الممالیک، ایچ ایم سعید

بہنوں کو اور بیویوں کو جس طرح چاہو ستاؤ۔ کوئی قانون نہیں۔ دیکھیے! صحبت یافتۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے یہ حکم ہورہا ہے کہ اگر تم نے رحمت نہ کی تو یاد رکھو قیامت کے دن دوزخ کی آگ تم کو لپٹ جائے گی۔ اب کس صوفی کا منہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرا غصہ میرے لیے کچھ مضر نہیں۔ میری تو اتنی عبادت ہے، اتنا وظیفہ پڑھتا ہوں میرے غصہ پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ آپ مقبول ہیں؟ صحابی سے گویا بڑھ گیا۔ یہ صوفی جو ایسی باتیں کرتا ہے یہ گویا دعویٰ کررہا ہے کہ صحابی سے نعوذ باللہ! اس کا درجہ بڑھ گیا۔

اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کرنے کی ترغیب

انسان کو اپنی بیماری کا پتا نہیں چلتا۔ آدمی فوراً کہتا ہے کہ میرا غصہ اللہ کے لیے ہے لیکن اپنا فیصلہ معتبر نہیں ہوتا۔ پہلے کسی پرکھنے والے کی کسوٹی پر پرکھیے۔ شیخ مبصِّر بتائے گا کہ آپ کا غصہ اللہ کے لیے ہے یا نفس کے لیے ہے۔ ہر شخص خود فیصلہ کرلیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بس ہم ٹھیک ہیں۔ جو کہتا ہے کہ ہم ٹھیک ہیں وہی ناٹھیک ہے۔ یعنی ٹھیک نہیں ہے۔ اور جو شخص مصلح سے یہ کہہ دے کہ حضرت! آپ کو تجربہ نہیں ہے آپ تو بھولے بھالے ہیں، یہ آدمی جس پر میں غصہ کررہا ہوں ایسا ویسا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شیخ پر اعتراض کررہا ہے کہ شیخ گویا بدّھو ہے۔ ایسے مرید کو کان پکڑ کر خانقاہ سے باہر نکال دینا چاہیے۔

اہل اللہ سے تعلق کا مقصد

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اللہ والوں کے پاس کب جاتے ہو؟ جب کوئی بیماری ہوگی تو شفا کے لیے دَم کرانے جاؤ گے، نوکری خطرہ میں ہوگی تو تعویذ لینے جاؤ گے، فیکٹری ڈوبتی نظر آئے گی تو ان سے تعویذ مانگو گے لیکن یہ بتاؤ! مٹھائی والوں سے تم مٹھائی لیتے ہو، امرود والوں سے امرود لیتے ہو، کپڑے والوں سے کپڑا خریدتے ہو، کبھی تم نے کپڑے والوں سے مٹھائی نہیں مانگی اور مٹھائی والوں سے کپڑا نہیں مانگا۔ تم اللہ والوں سے اللہ کو کیوں نہیں مانگتے ہو؟ وہاں جاکر تم دنیا ہی مانگتے ہو۔

شیطان کے مکر سے بچنے کا آسان طریقہ اہل اللہ سے مصاحبت

جس شخص نے بھی شیطان کے وسوسوں کا جواب دیا پاگل ہو گیا۔ایک وسوسہ کا جواب دیا،اس نے دوسرا پیش کر دیا۔اب رات بھر بیٹھے ہوئے وسوسوں کا جواب دے رہے ہیں۔بتایئے!کیا ہو گا،دماغ خراب ہو گا یا نہیں؟آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جواب ہی مت دیجیے۔بس یہی کہیے کہ اللہ!تیرا شکر ہے کہ تو نے اس کا اختیار وسوسہ ڈالنے تک ہی رکھا،اور بزرگوں کے پاس آیئے جایئے،ان کی صحبتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابلیس کے تمام مکر و کید کو ختم کر دیتا ہے کیوں کہ اہل اللہ اسمِ ہادی کے مظہر ہیں،اسمِ ہادی کی تجلی ان پر ہوتی ہے،ان کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی وہ تجلی پڑ جاتی ہے جس سے ان کو ہدایت ہو جاتی ہے۔اور ابلیس اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضل کا مظہر ہے،گمراہ کرنے کی طاقت کا ظہور اس پر ہوتا ہے۔لہٰذا گمراہ لوگوں سے بھاگیے۔اور اللہ کے خاص بندوں کی صحبت میں رہیے،جو بزرگانِ دین کے صحبت یافتہ ہیں۔اسمِ مُضل کے مقابلے میں اسمِ ہادی کے سائے میں آجایئے۔

صحبتِ اہل اللہ کی افادیت پر ایک مثال

ریل میں انجن سے فرسٹ کلاس کے ڈبے بھی لگے ہوتے ہیں جو نہایت شاندار ہوتے ہیں۔سیٹیں بھی نہایت عمدہ ہوتی ہیں اور اسی ریل میں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی جڑے ہوتے ہیں جن کی سیٹیں بھی پھٹی ہوئی،اسکرو بھی ڈھیلے،چوں چوں کی بھی آواز آرہی ہے،ہل بھی رہے ہیں،لیکن اگر صحیح طرح ریل سے جڑے ہوئے ہیں تو جہاں فرسٹ کلاس کے ڈبے پہنچتے ہیں تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی چوں چاں کرتے ہوئے وہیں پہنچ جاتے ہیں۔اسی طرح اللہ والوں سے جڑ جاؤ۔ان سے صحیح تعلق پیدا کر لو۔اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر عمل میں ان جیسے نہ بھی ہو سکے کچھ کمی بھی رہی تو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ!اس تعلق کی برکت سے توبہ واستغفار وندامت کے سہارے ان کے ساتھ ہی محشور ہوں گے اور جنت تک پہنچیں گے۔

اہل اللہ سے تعلق پر توفیقِ توبہ اور حُسنِ خاتمہ کا انعام

یہ چوں کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے تمام اکابر کی باتیں ہیں اس لیے ہمیں تو کسی دلیل کی حاجت نہیں ورنہ میں اپنے بزرگوں کے ارشادات کو مدلل پیش کر سکتا ہوں کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والوں کو توفیقِ توبہ کیوں ہوتی ہے اور ان کا خاتمہ ایمان پر کیوں ہوتا ہے؟ کیوں کہ کوئی آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو کہہ دے کہ ہم ان بزرگوں کو نہیں مانتے ہمیں تو دلیل چاہیے۔ اس لیے مولوی کو چاہیے کہ مدلل اسلحہ بھی رکھے تاکہ ایسوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے بزرگوں کے ارشادات بے دلیل نہیں۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کا یہ ارشاد کہ اللہ والوں سے تعلق و محبت رکھنے والا دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے اس کی دلیل بخاری شریف میں موجود ہے:

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ[۶۵]

جو شخص کسی بندے سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی۔

اس حدیث کے تین جزء ہیں: ایک یہ کہ اس کا ایمان اتنا قوی ہو کہ اللہ و رسول سے بڑھ کر کسی سے محبت نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ایمان اس کو اتنا محبوب ہو کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ ان تینوں طبقوں کو ازروئے حدیث حلاوتِ ایمانی ملے گی۔ اور حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ أَبَدًا، فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ[۶۶]

حلاوتِ ایمانی جس دل کو اللہ دیتا ہے پھر کبھی واپس نہیں لیتا۔ عطیۂ شاہی ہے۔ شاہ کو

---

۶۵ صحیح البخاری: ۱/۷، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ القدیمیۃ

۶۶ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

غیرت آتی ہے کہ عطیہ دے کر واپس لے کیوں کہ وہ کریم ہے۔ لہٰذا اس میں اس شخص کے لیے حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ اللہ والوں کی محبت سے حلاوتِ ایمانی ملی اور حلاوتِ ایمانی سے حسنِ خاتمہ ملا۔ اور یہ سب احادیث کی شرح سے پیش کر رہا ہوں۔

اہل اللہ کی برکت سے کیسے کیسے لوگ بدل گئے

سلطان ابراہیم ابنِ ادہم کے طفیل ایک شرابی نے توبہ کی۔ وہ سڑک پر بے ہوش پڑا تھا۔ انہوں نے اس کا منہ دھویا اور قے صاف کی۔ اتنا بڑا سلطان الاولیاء! اور ایک شرابی کی قے دھو رہا ہے۔ جب ہوش میں آیا تو وہ پہچان گیا اور کہا کہ حضرت! آپ تارکِ سلطنتِ بلخ ہیں آپ جیسے ولی اللہ مجھ جیسے نالائق کے پاس کیسے آ گئے؟ فرمایا کہ میں تم کو اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ تم میرے اللہ کے بندے ہو، اللہ میرا ولی ہے۔ جس طرح اپنے دوست کے نالائق بچوں سے نفرت نہیں ہوتی بوجہ دوست کی نسبت کے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نسبت سے مجھے تم سے نفرت نہیں۔ دیکھو! میں نے تمہاری قے دھوئی اور تمہارا منہ دھویا۔ اس نے کہا کہ مجھے آپ توبہ کرائیے کیوں کہ میرا گمان یہ تھا کہ اللہ والے گناہ گاروں سے نفرت کرتے ہیں۔ آج معلوم ہوا کہ ان سے بڑھ کر کوئی پیار کرنے والا بھی نہیں ہے۔ اسی وقت حضرت سلطان ابراہیم ابنِ ادہم کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص توبہ کرتے ہی کہ ابھی تہجد نہیں پڑھی، کوئی فرض نماز بھی نہیں پڑھی، تلاوت بھی نہیں کی، آن واحد میں اس زمانے کا بہت بڑا ولی اللہ بن گیا۔ اسی رات میں سلطان ابراہیم ابنِ ادہم کو خواب میں خدا کی زیارت ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ اے اللہ! آپ نے اس شرابی کو اتنی جلدی کیوں ولی اللہ بنا دیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ تم نے میری خاطر سلطنتِ بلخ چھوڑی، میری خاطر سے تم نے میرے ایک گناہ گار بندے سے محبت کی۔ میری خاطر سے تم نے اس کا منہ دھویا۔

اَنْتَ غَسَلْتَ وَجْهَهٗ لِاَجْلِیْ فَغَسَلْتُ قَلْبَهٗ لِاَجْلِكَ[٦٧]

---

[٦٧] مرقاۃ المفاتیح: ۱۵۶۵/۴، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، دار الفکر بیروت، ذکرہ بلفظ غسلت لاجلنا فمہ غسلنا لاجلك قلبہ

میں نے تیری خاطر سے اس کا دل دھو دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی خاطر بھی کرتا ہے۔ ان کے دروازے پر، ان کی چوکھٹ پر مر کے تو دیکھو! اللہ تعالیٰ ان کی خاطر سے کتنے کتنے گناہ گاروں کو کیا سے کیا بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تیری خاطر سے میں نے اس کا دل دھو دیا اور جس کا دل میں دھوؤں اس کے رذائل کا امالہ نہیں ہوتا ہے ازالہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

اہل اللہ کے متعلقین سے اہلِ باطل کی مایوسی

اللہ والوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے اہلِ باطل مایوس ہو جاتے ہیں۔ کانپور میں ایک شخص کے پاس کچھ ہندو مبلغین پہنچے تو اس نے کہا کہ خیریت چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ سر پر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ کھوپڑی گنجی ہو جائے گی۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میں مولانا گنگوہی کا مرید ہوں؟ دہلی کے آریہ مرکز میں رپورٹ آئی کہ جو مسلمان کسی اللہ والے سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر ہمارا بالکل کوئی اثر نہیں ہوا، اور ہم ان میں کسی ایک کو ہندو نہ بنا سکے۔ اسی لیے کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی ایک لمحہ کی صحبت سو سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے۔ حکیم الامت نے اس کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے کہ صحبتِ اہل اللہ سے قلب میں ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے یعنی ایسا یقین و ایمان عطا ہو جاتا ہے جس سے خُرُوْج عَنِ الْاِسْلَام کا احتمال نہیں رہتا خواہ فسق و فجور ہو جائے، لیکن مردودیت تک نوبت نہیں پہنچتی جب کہ ہزار برس کی عبادت شیطان کو مردود ہونے سے نہ بچا سکی لہٰذا جو چیز مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے وہ ہزاروں سال کی اس عبادت سے بڑھ کر کیوں نہ ہو گی جس میں یہ اثر نہ ہو۔

صحبتِ اہل اللہ کی افادیت کے لیے ایک شرط

دیکھیے! نمک کی کان میں ایک گدھا گر گیا کچھ دن بعد وہ نمک بن گیا۔ صحبت کا

اثر ہوا یا نہیں؟ تو اگر ہم نالائق بھی ہیں انسانیت کے لحاظ سے پست ہیں لیکن ان شاء اللہ! تفسیرِ روح المعانی کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ کسی اللہ والے کے پاس کچھ دن رہ لوگے تو ہمارا نالائق نفس لائق ہی نہیں ولی اللہ بھی ہو جائے گا۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا، (روح المعانی، ص:۶۱، ج:۱۱) لہٰذا بغیر معیّتِ صادقین کے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک شرط ہے، گدھا نمک کب بنتا ہے؟ جب تک سانس لیتا رہتا ہے اس وقت تک نمک نہیں بنتا، گدھے کا گدھا ہی رہتا ہے۔ جب مر جاتا ہے تب بنتا ہے۔ ایسے ہی نفس کو جب مٹا دو گے تب ولی اللہ بنو گے۔ جب تک ہم نفس کو زندہ رکھیں گے نالائق ہی رہیں گے۔ گدھا سانس لیتا رہے اور نہ مرے تو نمک نہیں بنے گا۔ مگر مٹانا بھی اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے ہی نصیب ہو گا۔

صحبتِ اہل اللہ کی افادیت پر شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

بڑے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے مولوی حضرات! اے علماء حضرات! مدرسوں سے نکل کر فوراً مسجد کے منبر پر مت بیٹھو۔ کچھ دن اللہ والوں کی صحبت میں رہ لو۔ اخلاص، احسان حاصل کرو، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ! تمہارا منبر، منبر ہو گا، جب دردِ دل عطا ہو جائے گا تو منبر تمہارا ہو گا۔ اشکبار آنکھوں سے، تڑپتے ہوئے دل سے تمہارا بیان ہو گا۔ ان شاء اللہ! زلزلہ پیدا ہو جائے گا، تڑپو گے اور تڑپاؤ گے، لیکن اگر دردِ دل نہ ہو گا تو باتوں میں بھی اثر نہ ہو گا۔

نہیں جب چوٹ ہی کھائی تو زخمِ دل دکھاؤں کیا
نہیں جب کیف و مستی دل میں تو پھر گنگناؤں کیا

دنیا کے سانپ پکڑنے کا منتر کیا ہے؟

تو دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دنیا دھوکے کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے دنیا کو آخرت کا ذریعہ نہیں بنایا اور اہل اللہ کی صحبت میں نہیں بیٹھے۔ ورنہ جو لوگ اہل اللہ کی صحبت میں رہتے ہیں تو حکیم الامت فرماتے

ہیں کہ دنیا سانپ ہے اس کو پکڑنے کے لیے پہلے منتر سیکھ لو، آپ دیکھتے ہیں کہ مداری لوگ جو منتر جانتے ہیں وہ سانپ اپنے پٹارے میں رکھتے ہیں اور سانپ کو پکڑے بھی رہتے ہیں اور سانپ کچھ نہیں کرپاتا۔ تو حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس کو دنیا کمانا ہو پہلے تقویٰ حاصل کرلو تقویٰ کا منتر حاصل کرلو پھر دنیا آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دلیل پیامِ رسالت ہے کہ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔[٦٨] مال داری اس کو نقصان نہیں دے گی جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس کو مال داری مضر نہیں ہے چاہے بادشاہت اس کے قدموں میں آجائے۔ تخت و تاج بھی اگر اس کے قدموں میں آجائیں تب بھی وہ اللہ کو فراموش نہیں کرسکتا۔

دنیا کا جادو اُتارنے کا طریقہ

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

یہاں دوست کا لفظ طعنہ ہے تَاکِیْدُ الذَّمِّ بِمَا یَشْبَہُ الْمَدْحَ ہے۔ جب اس کا منہ ٹیڑھا ہوگیا، بال سفید ہوگئے، اب وہاں سے بھاگے دوست، اب اس گلی کا رُخ بھی نہیں کرتے۔

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

پہلے دیوانِ غالب پڑھتے تھے اب دیوان لپیٹا اور ایک دو تین ہوگئے۔ پلٹ کے بھی نہیں آتے۔ جس سے لپٹتے تھے اب ادھر پلٹتے بھی نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا فانی ہے، دل لگانے کے قابل نہیں۔ یہ جادو ہے اور جادو کیسے اُترے گا بھئی! اللہ والوں کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ تعالیٰ! ان کی برکت سے جادو اُترے گا پھر خدا سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بڑھ کر کسی کا کلچر اور کسی کا طریقہ پسند نہیں آئے گا۔

---

[٦٨] سنن ابن ماجۃ:۲۷۲،باب الحث علی المکاسب،المکتبۃ الرحمانیۃ/مشکوٰۃ المصابیح:۴۵۱،باب استحباب المال والعمر للطاعۃ،المکتبۃ القدیمیۃ

صحبتِ اہل اللہ کی فضیلت

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے سوال کیا تھا کہ حضرت! یہ جو شعر ہے کہ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبت سوبرس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ کو تعجب کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو مبالغہ سمجھتے ہیں حالاں کہ شاعر نے یہ کم بیان کیا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت کی ایک ساعت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بات مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے مجھے ملتان میں سنائی اور اب میں آپ کو سنا رہا ہوں۔ تو حکیم الامت میں اور مجھ میں صرف دو راوی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب اور ان کے بیٹے مولانا تقی عثمانی صاحب۔

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اپنے عاشقین اللہ والوں اور مولویوں یعنی علمائے ربّانیین کی ملاقات کو ضروری کر دیا لیکن فرمایا: جنت میں بھی تم ان سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ فرماتے ہیں: فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ دیکھو! جنت کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ اور وہاں کی نعمتوں میں مشغول ہو کیوں کہ میرے خاص بندوں کا درجہ جنت سے اعلیٰ ہے۔ اس کی ایک دلیل تو میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیتے تھے کہ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں جنت اللہ والوں کا مکان ہے۔ اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیا منطقی دلیل دی میرے شیخ نے! اور دوسری دلیل ان کے غلام اختر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جنت حاملِ نعمت ہے اور اہل اللہ حاملِ منعم ہیں اور حاملِ منعم کا درجہ

نعمت سے زیادہ ہے۔ کہاں نعمت اور کہاں نعمت کا دینے والا! لٰہذا جن کے دل میں نعمت دینے والا متجلی ہے ان کا درجہ جنت سے زیادہ نہ ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل اللہ جنت سے افضل ہیں کیوں کہ ان کو جنت دینے والے سے نسبت ہے، خالقِ جنت سے رابطہ ہے، اور جنت نعمت تو ہے لیکن نعمت منعم سے نہیں بڑھ سکتی، مخلوق خالق کے مقابلے میں نہیں آسکتی۔ اسی لیے جنت میں مشغول ہونے سے پہلے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کا حکم ہوا کہ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو بعد میں جنت کے مزے اڑاؤ۔

غیر صحبت یافتہ عالم کی مثال

میرے شیخِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس عالم نے اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھائی اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ نہیں کیا اس کی گفتگو میں بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب یہ خود مست نہیں تو دوسروں کو کیا مست کرے گا؟ اور میرے شیخ اس کی مثال دیتے تھے کہ کچا قیمہ پیس کر اس میں کباب کے سارے اجزاء ڈال دو اور ٹکیہ بنا کر رکھ دو اور لکھ دو کہ یہ شامی کباب ہے، مگر اسے مجاہدہ سے نہیں گزارا گیا اور آگ پر رکھ کر سرسوں کے تیل میں تلا نہیں گیا تو اس کی صورت تو شامی کباب کی سی ہوگی لیکن سیرت نہ ہوگی اور اس میں وہ خوشبو بھی نہیں آئے گی جو کباب میں ہوتی ہے اور جو کوئی کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ یار! ہم نے تو مولانا لوگوں کی بڑی تعریف سنی تھی مگر ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

لیکن اس کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر نیچے سے آگ لگائی جائے اور تیل میں تلا جائے۔ اب جو اس کی خوشبو پھیلے گی تو کافر بھی کہے گا کہ ؎

بوئے کباب مارا مسلمان کرد

اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر ڈالا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سولہ سترہ سال کا ایک ہندو لڑکا مسلمان ہو گیا، اور جونپور میں علمِ دین پڑھنے آیا جہاں میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سولہ اسباق پڑھاتے تھے، اور سب مشکوٰۃ، جلالین سے اوپر کی کتابیں تھیں۔ میرے شیخ بہت بڑے عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرّسی کے لیے انتخاب ہوا تھا۔ تو فرمایا کہ مدرسہ میں طلباء کی دعوت میں گائے کا کباب آیا اس بے چارے نے کہاں گائے کا کباب کھایا تھا کیوں کہ ہندو گائے کا گوشت کہاں کھاتے ہیں اس کو تو مزہ آگیا۔ جب اس کو کئی دن گائے کا گرم گرم کباب نہیں ملا تو وہ تتلا تھا، اپنی تتلی زبان میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یار! تم لوگ ہر وقت کتاب ہی لیے پھرتے ہو یا کہیں دعوت واوت بھی ہے کہ گائے کا کباب ملے؟

میرے شیخ فرماتے تھے کہ علمِ درسِ نظامی جس نے حاصل کرلیا اس کی مثال اسی کچے قیمہ کے کباب کی سی ہے جس میں کباب کے تمام مسالے اور اجزاء پڑے ہوئے ہیں اور اس کی دستار بندی بھی کردی گئی کہ آج تم شامی کباب ہوگئے لیکن ابھی نہ یہ خود مزہ پائے گا نہ اس کے پاس بیٹھنے والے مزہ پائیں گے جب تک اس کو مجاہدہ کی آگ پر تلا نہ جائے گا۔ لٰہذا اب یہ کسی بزرگ کے پاس جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھائے یہاں تک کہ اس مجاہدہ سے اس کا دل جل کر کباب ہوجائے۔ اب اس کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل جائے گی۔

روحانی بیماریاں ایکسرے میں نہیں آسکتیں

میرے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کے نائب اور خلیفہ جناب مولانا بشارت علی صاحب ہسپتال گئے۔ ہندو ڈاکٹر نے پوچھا آپ کا کیا نام لکھوں اور آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میرے ایک معالج روحانی پیر و مرشد ہیں۔ میں وہاں ان کے مدرسہ میں نوکر ہوں۔ اس نے لکھ دیا۔ مگر کہا یہ پیر و مرشد کیا ہوتا ہے؟ اور روحانی بیماری کیا ہوتی ہے؟ تو نائب صاحب نے مجھے بتایا کہ میں نے ہندو ڈاکٹر سے کہا کہ روحانی بیماری وہ ہوتی ہے جس کو آپ کا الٹرا ساؤنڈ، اور آپ کا ایکسرے اور آپ کا آلہ اسٹیتھ اسکوپ اور جملہ جتنے سائنسی آلات ہیں اس بیماری کا پتا نہیں لگا سکتے۔ اس نے کہا: یہ ہم نہیں مانتے، ہمیں کوئی مثال بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا تو مثال سن لو! کہ ایک آدمی حسد کے

مارے جلا جارہا، اپنے بھائی کی ترقی کو دیکھ کر جل کے خاک ہورہا ہے، روزانہ خون جل رہا ہے، لیکن الٹرا ساؤنڈ لگا کر دیکھ لو جو کہیں حسد مل جائے! ایکسرے کرکے دیکھ لو کہ اس کے دل اور پھیپھڑے میں کہیں حسد ہے؟ یہ روحانی ڈاکٹر بتاتے ہیں۔

ذکر اللہ میں شیخ کے مشورے کی ضرورت کیوں

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ذکر شیخ کے مشورہ کے ساتھ کرو، تو ذکر کے ساتھ شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اللہ کا ذکر ہمیں اللہ تک نہیں پہنچا سکتا؟ حضرت نے فرمایا کہ کام تو ذکر ہی بناتا ہے لیکن اسی طرح جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے، لیکن کب؟ جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، زمین پر پڑی ہوئی تلوار کام نہیں کرتی۔ لہٰذا کام تو ذکر ہی بنائے گا مگر شیخ کی صحبت اور اس کی روحانی گرمی بھی چاہیے جیسے مرغی کے پروں میں انڈہ کچھ دن رہ کر حیات پا جاتا ہے اور زندگی پانے کے بعد چھلکے کو توڑ دیتا ہے۔ آج جو تعلقات ہم کو اللہ سے دور کر رہے ہیں، اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے پھر بہ زبانِ حال یہ شعر پڑھتے ہوئے ہم سارے سلاسل اور علائق توڑ دیں گے؎

مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا
کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا

اللہ والے کون لوگ ہیں؟

اللہ والے اور صالحین کون ہیں؟ کیا علامت ہے کہ وہ اللہ والے ہیں؟ اللہ والے خود سے نہیں کہیں گے کہ ہم اللہ والے ہیں، جو خود دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ والا ہوں وہ ہرگز اللہ والا نہیں اور اللہ والوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ والا وہ ہے جو کسی اللہ والے کا صحبت یافتہ ہو، اس کے پاس بیٹھنے والوں کے دینی حالات اچھے ہو رہے ہوں، ان کے دلوں میں اللہ کی محبت بڑھ رہی ہو، لوگ گناہ گار زندگی سے صالحین کی زندگی اختیار کر رہے ہوں۔ اگر اس کی صحبت میں رہنے والوں کی اکثریت وہاں سے روحانی شفا پا رہی

ہے تو سمجھ لو کہ اللہ والا ہے۔ لیکن اس سے اپنا روحانی بلڈ گروپ بھی ملا لو، جیسے کسی مریض کو خون چڑھانے سے پہلے اس کا بلڈ گروپ ملایا جاتا ہے کیوں کہ بغیر گروپ ملائے ڈاکٹر محمد علی کلے باکسر کا خون بھی نہیں چڑھائے گا۔ اسی طرح اپنے دل کی مناسبت بھی دیکھ لو کہ اس اللہ والے سے دل ملتا ہے یا نہیں؟ پھر جس اللہ والے سے مناسبت ہو جائے اس کے پاس آنا جانا رکھو، دو رکعات صلوٰۃ الحاجات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ اور اپنے بزرگوں سے اپنی اصلاح کی دعائیں کراؤ ان شاء اللہ تعالیٰ! محرومی نہیں رہے گی غیب سے انتظام ہو گا۔ جب اللہ تعالیٰ دنیاوی حلال نعمتوں کی دعائیں رد نہیں فرماتے تو جو خدا سے خدا کو مانگتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کیسے محروم رکھیں گے۔

نفس کیسے مٹتا ہے؟

اللہ والے سکھاتے ہیں کہ نیکی کر کنویں میں ڈال یعنی نیکی پر نظر نہ ہو، نظر صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہو۔ اس کے لیے نفس کو مٹانا ضروری ہے، یہ خود سے نہیں مٹتا جب تک کہ کوئی مٹانے والا نہ ہو۔ علم اور عبادت یہ دو چیزیں نفس کو اور بڑھا دیتی ہیں۔ مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی بتایا کہ علم اور عبادت کے نشہ سے نفس نہیں مٹتا بلکہ نفس اور پھولتا ہے۔ یہ صرف شیخ کی صحبت سے مٹتا ہے۔ جب ایک بندہ ایک بندے کی غلامی کرتا ہے تو نفس کو بہت شاق گزرتا ہے کہ میں بھی بندہ یہ بھی بندہ۔ اب اگر شیخ نے کسی مصلحت کی وجہ سے کہہ دیا کہ آج کل نوافل مت پڑھنا تو دل چاہے یا نہ چاہے شیخ کی بات ماننی ہے۔

اتباعِ شیخ کی افادیت پر چند واقعات

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم کو ان کے شیخ نے فتویٰ دینے، وعظ کہنے اور درسِ بخاری سے منع کر دیا، اور کہا کہ آپ فتویٰ نہیں دے سکتے وعظ نہیں کہہ سکتے، حدیث نہیں پڑھا سکتے۔ شیخ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ مرید کے نفس میں بڑائی آگئی ہے۔ محدثِ عظیم ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں جو گیارہ جلدوں میں ہے

یہ واقعہ لکھا ہے کہ اس وقت کے بعض علماء نے اس شیخ کو کفر کا فتویٰ دے دیا لیکن ایک سال کے بعد جب شیخ کو محسوس ہو گیا کہ اب مرید کا نفس مٹ گیا ہے تو بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ تو پہلے ہی وعظ سے سامعین کا جتنا مجمع تھا سب صاحبِ نسبت ہو گیا حالاں کہ اس سے پہلے دس سال تک جگہ جگہ تقریر کی تھی، مگر دس سال تک وہ نفع نہیں ہوا جو ایک سال شیخ کے یہاں نفس کو مٹانے اور رگڑا لگانے کے بعد ہوا۔

ایک صاحب کو حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اللہ اللہ کا ذکر بتایا۔ جب انہوں نے اللہ اللہ شروع کیا تو مزاج میں اور بڑائی آ گئی جیسے کسی کو قے ہو رہی ہو، ملیریا ہو، پیٹ میں صفرا ہو تو وہ حلوہ یا انڈہ یا دودھ یا مچھلی کھاتا ہے سب فاسد مادّہ بن جاتا ہے، اگر پیٹ میں انفیکشن ہے، زہریلا مادّہ ہے تو جو دودھ وغیرہ پیے گا سب زہر بن جاتا ہے، تو چوں کہ اس شخص کے مزاج میں پہلے ہی سے تکبر تھا۔ لہٰذا جب حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اس کو ذکر بتایا تو عبادت کرنے سے اس کے مزاج میں اور اکڑ آ گئی۔ اس نے کہا: اب تو میں اللہ اللہ بھی کرتا ہوں۔ لہٰذا اب سب کو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم نے یہاں کیوں نماز پڑھ لی؟ یہاں لوٹا کیوں رکھ دیا؟ یہاں اپنی تسبیح کیوں ٹانگ دی اور تم زور سے کیوں ذکر کر رہے ہو؟ تم کیوں رو رہے ہو؟

ایک دن حکیم الامت نے دیکھ لیا اور بلا کر فرمایا کہ یہاں آیئے! آپ یہاں مریض ہیں یا حکیم ہیں؟ یہ اشرف علی یہاں کس لیے بیٹھا ہوا ہے؟ مریض کی حیثیت سے آپ کو خاموش رہنا چاہیے تھا، اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے تھا، میرا کیپسول کھاتے اور آرام سے بیٹھتے، یہ تم نے تھانہ بھون میں حکومت شروع کر دی۔ میں یہاں کس لیے بیٹھا ہوں؟ یہ لوگ تمہارے پاس آئے ہیں یا میرے پاس آئے ہیں؟ میری ڈانٹ سننے کے لیے آئے ہیں یا تمہاری پکڑ دھکڑ سننے کے لیے آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ تمہارے مزاج میں تکبر ہے، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں عمدہ غذا کھلائی جائے۔ ابھی تمہیں جلاب دینا پڑے گا تمہارے پیٹ سے صفرا نکالنا پڑے گا۔ لہٰذا آج سے تمہارا ذکر ملتوی۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ دیکھو! میں نے ذکر کے لیے لفظِ ”ملتوی“ اختیار کیا یعنی فی الحال ذکر بند کر دو، ترک کا لفظ نہیں اختیار کیا کہ ذکر کو ترک کر دو، کیوں کہ اللہ کے نام کے

ساتھ لفظ ''ترک'' استعمال کرنا میں بے ادبی سمجھتا ہوں، کیوں کہ ترک کا لفظ چھوڑنے کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے آج کل لوگ کہتے ہیں کہ آیئے! میری موٹر میں بیٹھ جایئے، میں آپ کو چھوڑ دوں۔ میں کہتا ہوں خدا کے لیے مجھے چھوڑیے مت، پہنچا دیجیے۔

تو حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ان صاحب سے فرمایا کہ تمہارا ذکر ملتوی کرتا ہوں۔ اس وقت تک جب تک کہ مجھے اطمینان نہ ہو جائے کہ تمہارا تکبر چلا گیا۔ اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ جتنے نمازی ہیں ان کے جوتے سیدھے کرو اور وضو خانے کی نالی میں نمازیوں کا جو بلغم وغیرہ ہے وہ صاف کرو۔ ذکر کے بدلہ اب یہ کام کرنے کو ملے گا۔ دوا بدل گئی، پہلے کونین دی جائے گی حلوہ نہیں کھلایا جائے گا، کونین کڑوی ہوتی ہے، جس کا ایک نام ریسوچین بھی ہے جب ریسوچین کھائی تو چین آیا یعنی روحانی ملیریا کا جو مادّہ تھا وہ نکلا۔ جب تکبر نکلا تو دل میں سکون اور ان کے اخلاق میں نرمی آگئی، غصہ میں اعتدال آنے لگا، ڈانٹ ڈپٹ سب ختم ہو گئی۔ اب خاموشی سے نالی صاف کر رہے ہیں اور جوتیاں سیدھی کر رہے ہیں۔ ایک زمانے بعد تکبر سے نجات مل گئی اور اللہ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا! ان کو بہت نوازا اور وہ بہت بڑے ولی اللہ ہوئے۔

ایک عالم صاحب ایک بزرگ کے پاس آئے، ان کے اندر بھی یہی مرض تھا، ان کو علم کا نشہ ہوا۔ تو انہوں نے خط میں اپنے مرشد کو حال لکھا کہ حضرت! آج کل ذکر میں مزہ نہیں آرہا۔ شیخ نے اندازہ لگالیا، فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے آپ کی تقریروں سے آپ کی تعریف ہوئی ہے، اور درس و تدریس پر زیادہ تعریفیں سننے سے آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ اب ذکر کو ملتوی کیجیے، اور پانچ کلو اخروٹ خریدیے اور سر پر رکھیے اور جس محلے میں بچے بہت زیادہ ہوں، وہاں بیٹھ جایئے اور سب بچوں سے کہیے جو میرے سر پر ایک تھپڑ مارے گا اس کو ایک اخروٹ دوں گا، بچوں کو تو دو قسم کے مزے آگئے تھپڑ مارنے کا مزہ الگ اور اخروٹ ملنے کا الگ۔ انہوں نے وہ دھول لگائی کہ سر سے پگڑی ادھر جا گری اور ٹوکرا خالی ہو گیا اخروٹ سے اور دماغ خالی ہو گیا تکبر کی پوٹ سے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

اگر علماء اپنی دستارِ فضیلت کو اللہ والوں کی جوتیوں میں ڈال دیں، کچھ دن نفس کو مٹالیں، تو واللہ! کہتا ہوں دس سال جو درسِ نظامی پڑھا ہے اس کے بعد ان کی تقریر میں وہ اثر نہیں آسکتا جو سال، چھ مہینے، چالیس دن کسی ولی اللہ کے ہاں اس طرح رہنے سے آجائے گا کہ خانقاہ سے ایک سیکنڈ کو بھی باہر نہ نکلیں۔ کھانا اندر منگالیں۔ مخلوق نظر ہی نہ آئے بس اللہ ہی اللہ نظر آئے، ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہیں، اور کسی سے زیادہ بات چیت بھی نہ کریں، بس شیخ کی صحبت میں رہیں، کتب بینی کریں، بزرگوں کے ملفوظات و مواعظ دیکھیں، ذکر کریں اور خاموش بیٹھے رہیں۔

اہلِ محبت کا مرتد نہ ہونا قرآنِ پاک سے ثابت ہے

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم مرتد ہوتے ہو **فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ** اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کریں گے اور اس قوم کی کیا شان ہو گی؟ **يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ**[۶۹] اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ یہاں ایک عظیم مسئلہ ثابت ہوا کہ اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہوسکتے۔ مرتد قوم کے مقابلے میں اللہ عاشقوں کی قوم لائیں گے۔ کیا مطلب؟ یعنی دین سے بھاگنے والے، خدا سے بے وفا، اسلام سے بے وفا قوم کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ محبت والوں کا ذکر فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے نہ وہ انسانوں سے بے وفا ہوتا ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے وفا ہوتا ہے۔ اس لیے حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ جب فرصت ملے اللہ کی محبت والے بندوں میں بیٹھا کرو، اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو جس شخص کو یہ شوق ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ مرتے دم تک دین پر قائم رہے اور اس کا ایمان ضایع نہ ہو، اور خاتمہ ایمان پر ہو، وہ خدا کے عاشقوں کی صحبت کو لازم کرلے۔ کیوں کہ جس کے دل میں اللہ کی محبت آگئی جو اہلِ محبت ہو گیا تو اللہ نے مرتد قوم کے مقابلے میں اہلِ محبت کو بیان فرمایا ہے، اور مرتدین کے مقابلے میں اہلِ محبت کو لانا دلیل ہے کہ اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہوسکتے۔

---

[۶۹] المآئدۃ:۵۴

اہل اللہ سے بے تعلقی کا انجام اور اہل اللہ سے وابستگی کا انعام

جو مسٹر بالکل آزاد ہے اس کو کیا پتا کہ اللہ کے راستے میں کیا غم اٹھانا پڑتا ہے؟ وہ تو مثل سانڈ کے جس کھیت میں دل چاہا منہ مار لیا، اور ڈنڈے کھا رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آزادی میں بڑا مزہ ہے۔ ہم کسی کے ساتھ نہیں جُڑیں گے۔ شیخ وغیرہ کے ساتھ جُڑنے سے وہ گھبراتا ہے۔ کہتا ہے کہ دیکھو! جو بیل کھونٹے پر بندھتا ہے وہ ہر وقت بندھا رہتا ہے اور سانڈ کیسے مزے کرتا ہے! لیکن پتا ہے کہ سانڈ جب مرتا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں کراتا۔ اسے چیل کوّے کھاتے ہیں کیوں کہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے۔ اس کا کسی سے تعلق نہیں ہے۔ اور وہ ہر کھیت میں کسان کا ڈنڈا کھاتا ہے، اس کی کھال دیکھ لو سلامت نہیں ہوتی۔ دنیا میں ایسا کوئی سانڈ نہیں جس کی کھال پر ہزاروں لاٹھیاں نہ پڑی ہوں، لیکن جو بیل کسی کے کھونٹے سے بندھا ہے تو اس کا مالک اس کو چارہ بھی دیتا ہے اور صبح شام کھونٹا بھی بدلتا ہے اسے رحم آتا ہے کہ میرا جانور دن بھر یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گیا ہوگا۔ اب اس کو دوسری جگہ باندھ دیا اور جب بیمار ہو جاتا ہے تو دوا بھی لاتا ہے۔ مویشی ہاسپٹل لے جاتا ہے اور اگر مر جاتا ہے تو روتا بھی ہے، جب کہ سانڈ کے مرنے پہ کوئی نہیں روتا۔

جو لوگ اللہ والوں سے وابستہ ہیں جب ان کا انتقال ہوتا ہے تو کتنے اللہ والے روتے ہیں۔ اور جس اللہ والے کی مجلس میں جایا کرتا تھا وہ بھی روتا ہے کہ یا اللہ! میرے پاس آتا رہتا تھا آپ اس کو محروم نہ فرمایئے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو باغباں گیٹ آؤٹ نہیں کرتا جیسے گلاب کے کانٹے، اور جو خالص کانٹے ہیں ان کو باغ سے نکال دیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر تم خار ہو تو پھولوں کے دامن میں لگے رہو۔ مجھے اپنے دو شعر یاد آئے ؎

مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

دوستو! بزرگوں کے ساتھ لگے رہنا بہت بڑی نعمت ہے۔ چاہے بالکل پاس نہ ہو سکو بہت بڑے ولی اللہ نہ بن سکو، لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ! ناکام نہیں رہو گے۔

قلوبِ اولیاء کا فیضان

اسی طرح ایک پتھر ہے جو پانچ سے دس روپیہ گدھا گاڑی پر بِکتا ہے۔ اور ایک پتھر لعل ہے جو لاکھوں روپے میں بِکتا ہے۔ اللہ نے سورج کو حکم دیا کہ اے آفتاب! اپنی شعاؤں سے میرے حکم سے ان ذرات کو سرخ بناؤ۔ اب جناب! ڈھائی ہزار میل دور کوہِ ہمالیہ پہاڑ میں لعل پھیلا ہوا ہے، جہاں چالیس پچاس روپیہ میں روڑیاں پتھر بِک رہے ہیں، وہیں لاکھوں روپے کا ایک لعل بِک رہا ہے لیکن لعل خود سے نہیں بنتا۔ بنایا جاتا ہے۔ لٰہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اے اللہ! ہمارے قلب کو لعل بنا دیجیے! شیخ کا دل مثلِ آفتاب کے ہوتا ہے۔ یہ سورج تو دنیا والوں کے لیے ہے، اللہ والوں کا سورج دل ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی ہدایت کا سورج ہوتا ہے۔ اگر صحیح عقیدت اور صحیح محبت اور اخلاص اور مروّت سے کسی اللہ والے کے سامنے بیٹھو تو اس کا دل آہستہ آہستہ ہمارے دلوں کو لعل بنا دے گا۔

اُن سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

صرف کتب بینی کافی نہیں قطب بینی بھی ضروری ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ وعظ میں اتنے علوم کہاں سے بیان کرتے ہیں؟ "بیان القرآن"، "شرح مثنوی" اور مواعظ وغیرہ میں آپ کو اتنے علوم کہاں سے عطا ہوئے؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کتب بینی بہت کی ہے۔ فرمایا: نہیں اے مولویو! درسِ نظامی جتنا تم نے پڑھا ہے اتنا ہی اشرف علی نے بھی پڑھا ہے۔ لیکن تم کتب بینی پر قناعت کرتے ہو اور ہم نے کتب بینی زیادہ نہیں مگر قطب بینی زیادہ کی ہے۔ ایک چھوٹے "ک" اور ایک بڑے "ق" میں فیصلہ کر دیا یعنی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یعقوب

صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں کی قطب بینی نے یعنی ان کی صحبت وخدمت نے علم میں یہ برکت عطافرمائی ہے۔

غیر صحبت یافتہ کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے

جس شخص کو دیکھو کہ اس نے بزرگوں کی صحبت نہیں اُٹھائی چاہے مطالعہ اس کا بہت وسیع ہو ہر گز اس کی صحبت میں نہ بیٹھیے۔ میں نہایت اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں کسی تعصب سے نہیں۔ جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہی سنا دیتا ہوں۔ عمل پر تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے لیکن جو اپنے بزرگوں سے سنا ہے وہ سنا تو سکتے ہیں، اور ان کا اخلاص وللّٰہیت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ تو ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بزرگانِ دین کی صحبتیں نہیں اُٹھائی صحبت یافتہ نہیں ہیں، تربیت یافتہ نہیں ہیں، جو مربّہ نہیں بنے، ان کو اگر اپنا مربّی بناؤ گے تو بس فتنے میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لیے ہر ایک کی کتابیں بھی نہ پڑھیے۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ ہم کون سی کتاب پڑھیں اور کون سی نہ پڑھیں؟ آپ خود دیکھ لیجیے! حضرت حکیم الامت کی تعلیمات میں یہ بات موجود ہے۔ ان بزرگوں کی کتابیں دیکھیے جنھوں نے بزرگوں کی صحبتیں اٹھائی ہیں اور تمام علماء جن کی تائید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جیسے مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی ہے "معارف القرآن" ایسے صحبت یافتہ بزرگوں کی تفسیریں اور کتابیں دیکھیے۔ ورنہ اگر کسی غیر تربیت یافتہ، خود ساختہ مفسّر کی تفسیر یا تصنیف دیکھی تو بس پھر سمجھ لو کہ خطرے میں پڑ جاؤ گے، ایمان ہی کے لالے پڑ جائیں گے۔ کبھی انبیاء علیہم السلام پر اس کا گستاخ قلم اُٹھ جائے گا، کبھی صحابہ پر۔ ایسی نئی چیزیں نکال دے گا کہ قرآن کو، دین کو جو میں نے سمجھا ہے کسی نے سمجھا ہی نہیں، بہ یک قلم سب کی تنقیص کر دے گا۔ ایسے صاحبِ قلم قابلِ سر قلم ہیں۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے یہ خاص نصیحت کی ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کرلو کہ یہ شخص کس شخص کا صحبت یافتہ ہے، ہر گز اس کی صحبت میں مت بیٹھو نہ اس کی تصانیف پڑھو، چاہے وہ بظاہر بیعت بھی کرتا ہو، اس سے پوچھو

کہ اس نے بھی کسی سے بیعت کی ہے یا نہیں؟ کسی کو اپنا بابا اور مربیّ بنایا کہ نہیں؟ اگر وہ کہہ دے کہ میرا کوئی بابا نہیں، میں خود مادر زاد بابا پیدا ہوا ہوں، تو پھر سمجھ لیجیے کہ یہ کیسا شخص ہے؟ اس لیے میں کہتا ہوں لَا تَاْخُذُوْهُ بَابَا مَنْ لَّا بَابَا لَهٗ اس کو ہرگز بابا مت بناؤ جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو، کیوں کہ خاندان سے اس کا رشتہ بالکل کٹا ہوا ہے۔ جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے؟ کیوں کہ لوٹے میں جو کچھ ہوگا وہی ٹونٹی سے آئے گا۔ اگر صاف پانی ہے تو صاف آئے گا، اور اگر پانی میں گندگی ملی ہوئی ہے تو ٹونٹی سے بھی وہی گندا پانی آئے گا۔ ''مسلم شریف'' میں حضرت ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے، فرماتے ہیں:

اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ[۷۰]

یہ علم دین ہے پس خوب دیکھ لو تحقیق کرلو کہ تم کس شخص سے دین حاصل کر رہے ہو؟ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے دین سیکھ رہے ہیں اس نے کس سے سیکھا ہے اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ[۷۱]

زیارتِ شیخ کا انعام

مجھ سے بنگلہ دیش کے ایک عالم نے پوچھا کہ ماں باپ کو ایک نظر دیکھنے سے حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے تو شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ بتاؤ! کیسا سوال ہے اور سائل بھی عالم ہے۔ میں نے کہا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے یعنی خانۂ خدا کی زیارت ہوتی ہے اور شیخ کو دیکھنے سے خدا ملتا ہے۔ ماں باپ کو دیکھنے سے گھر کی زیارت ہوئی، اور شیخ کو دیکھنے سے گھر والے کی زیارت ہوئی۔ اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ علماء بیٹھ جاتے ہیں، تو مجھے بھی علمی باتوں کے سنانے میں مزہ آتا ہے۔ (راقم الحروف نے عرض کیا کہ اس کی دلیل اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللهُ[۷۲] معلوم ہوتی ہے یعنی اللہ والے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد

۷۰؎ الصحیح لمسلم: ۱/۱۱، باب بیان الاسناد من الدین، ایچ ایم سعید
۷۱؎ الصحیح لمسلم: ۱/۱۲، قول عبد اللہ ابن مبارکؒ، باب بیان الاسناد من الدین، ایچ ایم سعید
۷۲؎ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۰، باب من لا یؤبہ لہ، المکتبۃ الرحمانیۃ

آجائے۔ ارشاد فرمایا: صحیح ہے۔ اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ ملتا ہے۔)(جامع یعنی حضرت میر صاحب رحمہ اللہ)

محبتِ الٰہیہ کے حصول کا طریقہ

تو دوستو! یہ پانچوں حکم (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد) محبت ہی محبت ہے۔ سب کی بنیاد میں محبت ہے۔ مگر یہ محبت آئے کیسے؟ دین کتابوں سے لٹریچروں سے نہیں آتا۔ اکبر الٰہ آبادی جج ہو کر کیا شعر کہتا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جن رئیسوں اور مال داروں نے بھی اللہ والوں کی صحبت اٹھائی، ان کا دین دیکھ لو مال و دولت بے شمار ہے، لیکن اللہ کی محبت غالب ہے۔ اسی کو جگر شعر میں کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

اللہ کی محبت سیکھو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ اللہ والے آپ کی دنیا نہیں چھینیں گے بلکہ اور زیادہ پُر سکون رہو گے۔ اچانک اپنا ایک شعر یاد آگیا۔ آہ! عجیب درد بھرا شعر ہے ؎

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اللہ تعالیٰ جان مانگیں تو جان فدا کردو، نماز کیا چیز ہے لیکن چوں کہ ہمیں اللہ والوں کی صحبت نہیں ملی۔ اور ہم کرگسوں میں رہے اور کرگس (گِدھ) کیا کام کرتا ہے؟ مری ہوئی بھینس تلاش کرتا ہے، کوئی مردہ ہو اس کو کھاتا ہے۔ ہم چوں کہ دنیائے مردار میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کو نفس کی فطرت نے یہی گندگی دکھائی اس لیے اس سے چپٹے رہے۔ ذرا شاہی بازوں کے ساتھ رہو، اللہ والوں کے ساتھ رہو تو آپ کی دنیا بھی برکت والی ہوگی اور سکون بھی ملے گا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ نماز پڑھو، روزہ رکھو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔

محبتِ الٰہیہ کی لذّت کہاں سے ملتی ہے

دوستو! اسی لیے کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے سے اللہ کی محبت کو دل میں پالیجیے، آپ سے بڑا دنیا میں کوئی مال دار نہیں ہوگا۔ خالقِ دوجہاں جس کے ساتھ ہو اس کی قیمت کا کیا پوچھنا ہے؟ اور ایسا مزہ ایسا مزہ ملے گا جس کی لذت کو دنیا کی کوئی لغت بیان نہیں کرسکتی۔ جو سارے عالم کو شکر دے سکتا ہے، وہ خود کتنا میٹھا ہوگا؟ سارے عالم کے گنّوں میں رس کون پیدا کرتا ہے؟ اگر خدا گنّوں میں رس نہ دے تو گنّے مچھر دانی کے ڈنڈے ہوجائیں۔ جو اللہ سارے عالم کو شکر دیتا ہے اس کی مٹھاس کا کیا عالم ہوگا؟ لیکن ہمیں کیوں محسوس نہیں ہوتا؟ کیوں کہ ہمیں دنیا کی محبت کا ملیریا چڑھا ہوا ہے۔ جسے بخار ہے، قے ہورہی ہے، اسے کباب، بریانی کا مزہ آئے گا؟ چند دن کسی اللہ والے کے ساتھ رہ لو پھر دیکھو کہ اللہ کا نام لینے میں کیا مزہ آتا ہے۔

اصلی مولوی کون ہے؟

مولوی بھی اصلی وہی ہے جو مولیٰ والا ہو اور مولوی مولیٰ والا کب بنتا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

یعنی میں پہلے ملّا رومی تھا مگر مولوی کب بنا؟ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے صدقہ میں میرا ڈنکا پٹ گیا۔ لیکن ڈنکا پٹوانے کی نیت سے اللہ والوں کو مت تلاش کرو، اللہ والوں کے پاس اللہ والا بننے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ اگر مل گیا تو دونوں جہاں کا مزہ پاگئے بغیر اسبابِ مزہ، دونوں جہاں کا مزہ ان شاء اللہ پائیں گے کیوں کہ خالقِ لذتِ کائنات جس کے دل میں آتا ہے تو وہ تمام حاصلِ لذّاتِ کائنات پاجاتا ہے۔ میرا اُردو کا شعر ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

صحبتِ اہل اللہ سے حیاتِ ایمانی عطا ہوتی ہے

ولی اللہ کا صحبت یافتہ کوئی ایسا نہیں ہو سکتا جو ولی اللہ نہ ہو۔ صحبت میں رہ کے دیکھو۔ایک اللہ والے کی تھوڑی سی صحبت جگر مراد آبادی نے پائی تھی، عمر بھر کی شراب چند لمحوں کی صحبت کی برکت سے چھوڑ دی۔ یہ وہ کرنٹ ہے جو مردہ روح کو ایمانی حیات بخشتا ہے۔ دنیا کا کرنٹ تو ہلاک کرتا ہے لیکن اللہ والوں کے پاس جذب کی تجلیات کا جو کرنٹ ہے وہ ہمیں ایک نئی ایمانی حیات بخشتا ہے۔ دنیا کی بجلی کا کرنٹ اگر پانی میں آجائے تو کہتے ہیں اس پانی کو مت چھونا ورنہ مر جاؤ گے۔ لیکن اللہ والوں سے مصافحہ کر کے دیکھو۔ان کی صحبت میں تجلیاتِ جذب کی جو برقی لہریں ہیں وہ ہمارے لیے حیات بخش ہیں۔

شیخ سے کیا چیز سیکھنا چاہیے؟

جب کسی شیخ سے تعلق قائم کرو تو سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ کا خوف اور تقویٰ سیکھو ورنہ **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** کے حکم میں تمہارا "**کُوْنُوْا**" بالکل بے کار ہو جائے گا۔ مقصد صحبتِ اہل اللہ تقویٰ اور تقویٰ پر استقامت ہے۔ اگر کبھی تقویٰ ہو اور کبھی لقوہ ہو تو یہ استقامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں **ثُمَّ اسْتَقَامُوْا**[۳۷] نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ استقامت مطلوب ہے۔

❖❖❖❖

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

۳۷؎ الاحقاف:۱۳

صحبتِ اہل اللہ
کی اہمیت اور اس کے فوائد
حصہ دوم
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اِلْحَاق بِالصَّالِحِیْن کی کرامت

فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے پاس جانے سے کیا ہوتا ہے؟ ایک علمِ عظیم ابھی ابھی عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ میں سوچتا نہیں ہوں دل میں خود بخود آجاتا ہے۔ کعبہ شریف کے آس پاس جہاں بیت الخلاء تھے آج مسجد الحرام کی توسیع میں وہ توڑ پھوڑ کر کعبہ شریف میں داخل کر دیے گئے اور الحاق کی برکت سے آج اسی زمین پر ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کا مل رہا ہے اور وہ اللہ کا گھر قرار دیا جا رہا ہے۔ تو جب بیت الخلاء جیسی نجس اور غلیظ اور حقیر چیز بیت اللہ شریف سے ملحق ہو کر بیت اللہ کا جز بن سکتی ہے تو کیا انسان اللہ والوں سے مل کر اللہ والا نہیں بن سکتا؟ یہی راز ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا کہ تم اہل اللہ سے الگ نہ رہو اِلْحَاق بِالصَّالِحِیْن میں تاخیر مت کرو، اپنی تنہائی کی عبادت پر ناز نہ کرو۔ اگر بیت الخلاء الگ رہتا اور بیت اللہ سے ملحق نہ ہوتا تو ہمیشہ بیت الخلاء ہی رہتا لیکن الحاق کی برکت سے اس خراب زمین کی قیمت بڑھ گئی۔ پس اگر تم نالائق ہو لیکن اگر لائقوں کے ساتھ رہو گے تو ہم تمہاری نالائقی کا "نا" ہٹا دیں گے اور تم لائق ہو جاؤ گے اور تمہاری قیمت بڑھ جائے گی۔ اور اس میں ایک سبق اور ہے کہ بیت الخلاء کو توڑا جاتا ہے تب وہ بیت اللہ کا جز بنتا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کو توڑو پھر اِلْحَاق بِالصَّالِحِیْن کی برکت سے تم اللہ والے ہو جاؤ گے اور اگر نفس کو نہیں توڑا تو ایسا شخص محروم کا محروم ہی رہے گا جیسے اگر بیت الخلاء کو نہ توڑا جاتا تو بیت الخلاء کا بیت الخلاء ہی رہتا کعبۃ اللہ کا جز نہیں بن سکتا تھا۔

صحبتِ اہل اللہ نعمتِ عظمیٰ

تو صحبت اتنی بڑی اور اہم چیز ہے کہ ایک شخص اگر حالتِ ایمان میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے یا وہ نابینا ہو لیکن نبی کی نظر اس پر پڑ جائے تو وہ صحابی ہو جاتا ہے اور اس کا ایمان اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ایک لاکھ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور سارے اولیاء اللہ کا ایمان ایک طرف رکھا جائے اور ایک

ادنیٰ صحابی کے ایمان کو ایک طرف رکھا جائے تو سارے اولیاء کے ایمان کا مجموعہ اس صحابی کے ایمان کو نہیں پاسکتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ جنھوں نے انوارِ نبوت کا دس کروڑ ملین پاور کا بلب دیکھ لیا ان کو دس ہزار پاور کے بلب دیکھنے والے کیسے پاسکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہِ نبوت سے جس کو ایک دفعہ دیکھ لیتے تھے شعاعِ نبوت اس صحابی کے ذرّے ذرّے میں داخل ہوجاتی تھی۔ جیسے آج کل الٹرا ساؤنڈ ہے کہ اس کی شعائیں انسان کے جسم میں داخل ہوجاتی ہیں اسی طرح شمعِ نبوت کی شعائیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلب وجاں کے ذرّے ذرّے میں داخل ہو جاتی تھیں۔ ایسا زبردست ایمان نصیب ہوتا تھا۔

تقویٰ کے دو تار

جس طرح دو تاروں سے بلب جلتے ہیں: ایک مثبت، ایک منفی۔ اسی طرح محبت و تقویٰ کا چراغ دل میں روشن ہوتا ہے جب دو تار جلتے ہیں ایک مثبت یعنی التزامِ ذکر اپنے گھر پر، اور دوسرا منفی تار یعنی شیخ کی صحبت۔ ذکر اور وظیفہ تو شیطان بھی بہت کرتا تھا لیکن شیخ کی صحبت میسر نہ تھی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ منفی تار نہ لگ سکا اور اس کا ''اَنَا'' فنا نہ ہوسکا۔ انانیت اور تکبر اور نفس کی تمام خود بینی اور خود رائی کو شیخ کی صحبت ہی مٹاتی ہے۔ پس ولایت کے لیے یہ دونوں اجزا ازبس ضروری ہیں۔ التزامِ ذکر اور صحبتِ شیخ ان دونوں تاروں سے ولایت کا چراغ روشن ہوتا ہے۔

فیوض وبرکاتِ شیخ کی عجیب مثال

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ تمہاری تقریر میں عشق و محبت کا رنگ ہوتا ہے اور تمہارے شیخ کی تقریر کا دوسرا رنگ ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ سنو! پاور ہاؤس سے بجلی سفید رنگ کی آتی ہے لیکن جس بلب میں جو رنگ ہوتا ہے اسی رنگ میں منتقل ہوجاتی ہے۔ میرے شیخ ہردوئی کے فیوض کی بجلی میرے بلب میں آکر ہری ہوجاتی ہے کیوں کہ میرا بلب بچپن سے رنگین اور گرین ہے۔ یہ سب شیخ ہی کا فیض ہے۔ کٹ آؤٹ لگا ہوا ہے ورنہ ابھی کٹ آؤٹ ہٹ جائے تو سب نور گیٹ آؤٹ

ہو جائے گا۔ اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت ہی ختم ہو جانے کا خطرہ ہو جائے۔ سب شیخ کا فیض ہوتا ہے۔ اس کی دعاؤں کا صدقہ ہوتا ہے۔

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

صحبت کی اہمیت پر ایک علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو کیا صحابہ کو اجازت ملی کہ تم میرے گھر سے چپٹے رہنا؟ کعبۃُ اللہ سے زیادہ رسول اللہ کے فیض کو اللہ نے اہمیت دی کہ جہاں میرا نبی جارہا ہے سب جاؤ، ایک بھی یہاں نہیں رہے گا۔ اور پھر مکہ شریف فتح ہو جانے کے بعد بھی اللہ نے اجازت نہیں دی کہ اب تو مکہ شریف فتح ہو گیا اب تکلیف دہ ماحول نہیں رہا، اب تم سب آجاؤ اور میرے کعبہ سے چپٹے رہو۔ نہیں! میرے نبی کے قدموں سے چپٹے رہو۔ اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا۔ اس سے صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

ایک عالِم نے مکہ شریف میں میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے پوچھا کہ بعد عصر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہوتی ہے تو میں مجلس میں حاضر ہوا کروں یا طواف کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ پہلے ڈاکٹر کے پاس جائے گا یا تلاوت کرے گا؟ اہل اللہ کی برکت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رذائل سے پاک ہوتا ہے پھر صاف دل سے کعبہ کی تجلیات کچھ اور نظر آتی ہیں۔ جب گھر والے سے محبت ہوگی تب گھر کچھ اور نظر آئے گا۔

آدمی، آدمی بناتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اڑنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی اڑ نہیں سکتا۔ تیرنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی تیر نہیں سکتا۔ اگر کوئی کتاب لے کر دریا میں تیرنے جائے، کتاب میں لکھا ہو کہ پانی میں ایسے ایسے ہاتھ چلاؤ اور وہ اسی طرح ہاتھ

چلائے تو خود بھی ڈوبے گا اور کتاب بھی ڈوبے گی۔ یہی صاحب اگر کسی تیرنے والے سے دوستی کرلیں تو چند دن میں تیرنے لگیں۔ خوب سمجھ لیجیے کہ کتاب آدمی بننے کا راستہ دکھاتی ہے لیکن آدمی، آدمی بناتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو صرف کتبِ آسمانی نازل ہوتیں، انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے۔ لیکن کتابُ اللہ کے ساتھ رجالُ اللہ بھیجے گئے۔ جب کتاب نازل ہوئی تو کتاب سمجھانے والے اور کتاب پر عمل کرنے والے پیدا کیے گئے۔ لہٰذا اس عالم کو دیکھ لو جو اللہ والوں سے جُڑا ہوا نہیں ہے۔ اس کا علم سر آنکھوں پر لیکن آپ اس کو حریصِ دنیا پائیں گے۔ اس کے علم و عمل میں فاصلے ہوں گے۔

اہل اللہ سے تعلق کے برکات کی مثال

ارشاد فرمایا کہ ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ ایک تالاب میں مچھلیاں ہیں اور دوسرا تالاب مچھلیوں سے خالی ہے۔ اگر وہ خالی تالاب چاہتا ہے کہ مجھے بھی مچھلیاں مل جائیں تو مچھلیوں کے تالاب سے اپنی سرحد ملالے۔ اب جب پانی کی سرحدیں مل گئیں اور فاصلے ختم ہوگئے تو یہ تالاب بھی مچھلیوں سے محروم نہیں رہے گا۔ پس اللہ والوں کے دل سے اپنا دل ملادو، ان شاء اللہ تعالیٰ! اس اللہ والے کا تقویٰ، خوف، خشیت، محبت اور نسبت مع اللہ خود بخود آپ کے دل میں منتقل ہوجائے گی۔ خود آپ کو تعجب ہوگا اور عالم بھی متحیر ہوگا کہ یہ کیا تھا اور کیا ہوگیا، خواجہ صاحب نے بلاوجہ تھوڑی فرمایا تھا کہ ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

صحبت اہل اللہ اور علم کی مثال اجزائے بریانی سے

ارشاد فرمایا کہ بریانی پکانے میں فن جاننا ضروری ہے۔ اجزائے بریانی کے جاننے سے فن نہیں آتا، لہٰذا کوئی شخص محض اجزا کے جاننے سے بریانی نہیں پکا سکتا۔ پکانے کا فن جاننے والا باورچی ان ہی اجزا سے بریانی پکا دیتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ کن

اجزا کو کس وقت دیگ میں ڈالنا ہے اور کتنی آنچ دینا ہے۔ حتیٰ کہ ایک منٹ قبل تک دیگ میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی پھر باورچی آنچ کھینچ کر دم دیتا ہے اور سارا محلہ خوشبو سے مہک جاتا ہے۔ اسی طرح علماء کا علم مثل اجزائے بریانی کے ہے۔ اس میں خوشبو نہیں آسکتی یعنی ان کا علم مقرون بالعمل نہیں ہوسکتا جب تک کسی اللہ والے شیخِ کامل کی تربیت میں نہ ہو۔ اس کے بغیر علم پر عمل کی توفیق عادتاً محال ہے کیوں کہ محض کتابی علم جس پر عمل نہ ہو علم کہلانے کا مستحق نہیں مثلاً کتاب پڑھ کر یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ[۷۴] کا حکم معلوم ہوا تو یہ محض نقوشِ علم ہیں لیکن جب اس معلوم کو آنکھوں پر نافذ کیا اور نامحرم سے نگاہ بچائی تو اب یہ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ کا عالم ہوا یعنی معلوم جب معمول بنتا ہے تب وہ علم کہلانے کا مستحق ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے اَجۡمَعَ السَّلَفُ رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی عَلٰۤی اَنَّ مَنۡ عَصَی اللہَ جَاہِلٌ[۷۵]۔ یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے والا جاہل ہے اور عمل کی توفیق بدون شیخِ کامل کی تربیت اور مشوروں یعنی اطلاعِ حالات اور اتباعِ تجویزات کے عادتاً ممکن نہیں۔ علم کی بریانی کو شیخ دم دیتا ہے تب اس کی خوشبو ایک عالَم کو معطر کرتی ہے۔ اس کی دلیل کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ہے۔ ایک محدث نے کیا خوب کہا ہے:

اگر ملی نہ غلامی کسی خدا کے ولی کی
تو علمِ درسِ نظامی کو علم ہی نہیں کہتے

سب سے بڑا دشمن اور اس کا علاج

حرم شریف میں ظہر کی نماز پڑھ کر بہت سے لوگ دوبارہ مجلس میں آگئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص کو اپنے نفس کو بدمعاش نمبر وَن یقین کرنا چاہیے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اپنے نفس کو آدمی جتنا خود جانتا ہے دوسرا نہیں جان سکتا۔ ہر شخص کو اپنی بدمعاشیوں کا علم ہے۔ اس لیے اپنے بالغ ہونے کے بعد سے اب تک اپنے اعمال کو

[۷۴] النور: ۳۰

[۷۵] مرقاۃ المفاتیح: ۴۱۳/۵، (۲۴۹۸)، کتاب الدعوات، باب جامع الدعاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

سوچے تو خود یقین آجائے گا کہ میرا نفس بدمعاش نمبر وَن ہے۔ اگرچہ لوگ اس کو تقدس مآبی کا لقب دے رہے ہوں اور حضرت والا دامت برکاتہم بھی کہہ رہے ہوں مگر وہ اپنے کو دامت شرارتہم سمجھے، اپنے نفس کو بدمعاش اور مہادُشٹ یقین کرے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس کا علاج کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کا علاج اللہ والوں کی صحبت ہے۔ جتنا ہو سکے اللہ والوں کی صحبت میں رہے۔ اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ اس کی دلیل کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر تم اپنے بدمعاش نفس کو نیک اور متقی بنانا چاہتے ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں رہ پڑو۔ اب سوال ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں کتنا رہے؟ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اَیْ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ[٦٤] اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ۔ جب تک ان کا تقویٰ، ان کے پاکیزہ اخلاق تمہارے اندر منتقل نہ ہو جائیں تب تک ان کے ساتھ رہو۔

محبتِ اہل اللہ اور ریا سے حفاظت

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس لیے شہید ہوا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے میں نے جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو اس لیے شہید ہوا تاکہ کہا جائے کہ تو بڑا بہادر ہے۔ حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح ایک قاری کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم قاری کس لیے بنے؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے قراءت اس لیے کی تاکہ کہا جائے گا کہ تو بہت بڑا قاری ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا۔ پھر ایک سخی کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ مال کس لیے خرچ کیا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ کہتا ہے۔ تو نے اس لیے خرچ کیا تاکہ کہا جائے کہ تو بہت بڑا سخی ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے

[٦٤] روح المعانی: ۵۶/۱۱، التوبة (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

گا۔[۸۸] معلوم ہوا کہ دکھاوا اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شہید کی شہادت قبول نہیں ہوئی۔ ایک قاری کی قراءت قبول نہیں ہوئی۔ ایک سخی کی سخاوت قبول نہیں ہوئی۔ جان بھی گئی، مال بھی گیا۔ قراءت سیکھنے کی محنت بھی گئی اور جنت بھی نہ ملی۔ لہٰذا دل کو ٹٹولنا چاہیے کہ ہم کس لیے عمل کررہے ہیں اور اس مرض کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔ ریا سے حفاظت کا اور اخلاص کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے اپنے شیخ و مرشد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شعر کے متعلق پوچھا کہ حضرت! شاعر نے جو یہ کہا ہے کہ ایک منٹ کی صحبت اہل اللہ کی سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے۔ تو کیا یہ مبالغہ نہیں ہے؟ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاعر نے کم بیان کیا ہے کہ "بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا" شاعر کو یوں کہنا چاہیے تھا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے۔ اور اس کی وجہ حضرت نے "ملفوظات حسن العزیز" میں بیان فرمائی کہ شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا۔ لیکن اللہ والوں کا صحبت یافتہ مردود نہیں ہوتا، گناہ کا اس سے صدور تو ہو سکتا ہے لیکن دائرۂ اسلام سے خروج نہیں ہو سکتا۔ ایمان ان شاء اللہ! اس کا سلامت رہے گا۔ حسن خاتمہ نصیب ہو گا اور اللہ والوں کا صحبت یافتہ گناہوں پر قائم بھی نہیں رہ سکتا، توفیقِ توبہ ان کی برکت سے نصیب ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ صحبتِ اہل اللہ میں جب یہ اثر ہے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خروج سے حفاظت کی ضامن ہے تو پھر وہ اس عبادت سے کیوں افضل نہ ہو گی جس میں یہ اثر نہ ہو۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی دلیل نقل نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث مجھے یاد دلائی جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی دلیل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

---

[۸۸] صحیح مسلم: ۱۴۰/۲، باب من قاتل للریا والسمعۃ استحق النار، ایچ ایم سعید

مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلہِ[۷۸]

جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی۔ اور ملّا علی قاری فرماتے ہیں وَ قَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا ، فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ[۷۹] یعنی حلاوتِ ایمانی جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی اس دل سے نہیں نکلتی اور جب ایمان کبھی دل سے نکلے گا ہی نہیں تو اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔ اور دوسری دلیل بھی بخاری شریف کی ہے ھُمُ الْجُلَسَاءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ[۸۰] یہ اللہ والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والے شقی اور بدبخت نہیں رہ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک دعا تعلیم فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھ لیا کرو تو تم دکھاوے کے مرض سے نجات پاجاؤ گے مِنْ قَلِیْلِہٖ وَ کَثِیْرِہٖ وَصَغِیْرِہٖ وَ کَبِیْرِہٖ چاہے تھوڑی ریا ہو یا زیادہ ہو، چھوٹا دکھاوا یا بڑا دکھاوا ہو، ہر قسم کے دکھاوے اور ریا سے نجات پاجاؤ گے۔ وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ آیندہ تیرے ساتھ دکھاوا اور شرک کروں اور مجھے اس کی خبر بھی ہو لیکن ماضی میں جو کچھ ہو چکا وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ[۸۱] اے اللہ! اس سے بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ دکھاوا ہو گیا اور مجھے پتا بھی نہ چلا۔ لہٰذا اَعُوْذُبِکَ سے پاکی مل گئی اور اَسْتَغْفِرُکَ سے معافی مل گئی۔ تو پاکی بھی ملی اور معافی بھی ملی اور کیا چاہیے؟ یعنی بندہ ریا سے پاک کر دیا گیا اور جو کچھ دکھاوا ماضی میں ہو چکا اس کی معافی مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا سکھائی اس میں ریا، دکھاوا اور شرکِ خفی سے پاکی بھی ہے اور معافی بھی ہے۔

لیکن اگر کوئی دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! مجھے اولاد دے دے اور شادی نہ کرے

۷۸؎ صحیح البخاری: ۱/۷(۲۱)، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظھریۃ

۷۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۸۰؎ صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظھریۃ

۸۱؎ کنز العمال: ۳/۸۱۹ (۸۸۴۸)، مؤسسۃ الرسالۃ

تو کیا اس کو اولاد ملے گی؟ ایسے ہی ریا سے بچنے کی یہ دعا جب قبول ہوگی جب اللہ والوں کی صحبت میں رہو۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ مگر ایک منٹ کی اخلاص کی عبادت نصیب نہیں ہوگی جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہیں جاؤ گے۔ اخلاص ملتا ہی ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔

اب اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف دعا سکھائی صحبت اہل اللہ کی قید تو نہیں لگائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جن کو یہ دعا سکھائی جارہی تھی وہ بھی تو صحبت یافتہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جن کو صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی ان کو یہ دعا بتائی گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت بھی حاصل رہے اور یہ دعا بھی رہے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ! کام بن جائے گا۔

صحبتِ اہل اللہ اور سائنسی تحقیق

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر سیب خریدنا ہو تو بازار اور منڈی سے مت خریدو، سیب کے باغ میں چلے جاؤ۔ بازار میں تو باسی اور گلا سڑا سیب ملے گا اور بازار کے گرد و غبار اور دھوپ کی گرمی سے الگ سابقہ پڑے گا اور باغ میں تازہ تازہ سیب پاجاؤ گے۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا سیب کے باغ میں بیٹھنا ہے۔ اگر ان کے یہاں سوتے بھی رہو گے تو ان کی نسبت مع اللہ کے سیب کی خوشبو ملتی رہے گی۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رات کی رانی کے نیچے چارپائی بچھا کر سو جائے مگر صبح جب اٹھے گا تو دماغ تازہ ملے گا۔

اسی طرح اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں اگر کوئی سو بھی جائے تہجد بھی نہ پڑھے تو بھی قلب میں نور پہنچ جائے گا۔ سائنس دانوں کے نزدیک تو انسانوں کی سانس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی سانس میں اور اولیاء اللہ کی

سانس میں صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں ہوتی، ان کے پاکیزہ انوار کو سائنس دان کیا جانیں! انفاسِ نبوت صحابہ ساز ہوتے ہیں اور انفاسِ اولیاء، اولیاء ساز ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے قلب میں اللہ کا نور بھرا ہوا ہے۔ جلے بھنے دل سے جو سانس نکلتی ہے اس میں وہ انوار شامل ہوتے ہیں جو دوسرے دلوں میں نفوذ کر جاتے ہیں لیکن صحبتِ اہل اللہ کے باوجود جن لوگوں کے سلوک میں دیر ہو رہی ہے، وصول الی اللہ نصیب نہیں ہو رہا ہے وہ کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہیں۔

انسانی طبیعت کی خاصیت اور صحبتِ صالحین

ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں صفات و اخلاق کا عکس حاصل کرنے کا مادّہ اور خاصیت رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں یہ صلاحیت نہیں رکھی۔ کسی سور کو ہرن کے ساتھ رکھو تو اس کی عادت تبدیل نہیں ہوگی۔ کسی مکھی کو پروانے کے ساتھ رکھو تو اس کی خصلت تبدیل نہیں ہوگی کیوں کہ انہیں ولی اللہ نہیں بنانا تھا اور انسان کو ولی اللہ بنانا تھا، کسی ولی اللہ کی صحبت سے انسان ولی اللہ بن جاتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جو سالک اللہ اللہ کرتے ہیں ان میں شیخ کا فیض جذب کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔

صحبتِ اہل اللہ سے بے نیازی کا انجام

اس عالَم میں کتنے لوگ ہیں کہ نہ گوری کو چھوڑتے ہیں نہ کالی کو۔ ان کی نظر مثلِ سانڈ ہوتی ہے۔ ڈال پر قلقلہ بھی کرتا ہوں تاکہ اہلِ قراءت کو مزہ آجائے کیوں کہ قلقلہ بھی بڑی اہم چیز ہے۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو سانڈ کی طرح رہنا چاہتے ہیں وہ ہر کھیت میں منہ ڈال کر مزہ لیتا ہے مگر ذرا اس کی کھال کو بھی ملاحظہ کرو کہ اس کو کتنی لاٹھیاں پڑتی ہیں؟ اور جب بیمار ہوتا ہے تو اس کا کوئی مالک نہیں ہوتا، مویشی کے ڈاکٹر کے پاس کوئی لے جانے والا نہیں ہوتا اور جب مر جاتا ہے تو چیل کوے کھاتے ہیں۔ اور جو بیل کسی کسان کی تابعداری میں رہتا ہے اور اس کی رسی اپنی گردن میں ڈال

دیتا ہے وہ اس کو دونوں وقت کھانا بھی کھلاتا ہے۔ بیمار ہوجاتا ہے تو علاج بھی کراتا ہے۔ مرجاتا ہے تو مرنے سے پہلے ہی آثار دیکھ کر ذبح کرکے کھاجاتا ہے۔ تو ایسے ہی کسی شیخ سے وابستہ ہوجاؤ ان شاء اللہ! یہ چیز کام آئے گی۔

جب اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ[۸۲] کا اعلان ہوگا کہ جو لوگ حساب کتاب سے پریشان ہیں، میدانِ محشر ہے، سورج بہت قریب ہے، لوگ تمازتِ آفتاب سے پسینے پسینے ہورہے ہیں لیکن جو دنیا میں میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔ نہ علاقائی تعلق تھا، نہ خاندانی، نہ ضلعی، نہ مفاداتی، نہ بلدیاتی، نہ صوبائی، نہ ملکی، نہ بین الاقوامی۔ صرف ہماری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے وہ عرش کے سائے میں آجائیں۔

صحبتِ اہل اللہ محافظِ ایمان ہے

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: کیا واقعی اللہ والوں کے پاس بیٹھنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے؟ حکیم الامت نے فرمایا کہ آپ کو تعجب کیوں ہورہا ہے۔ اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا سو سال کی عبادت سے بہتر ہے یہ تو شاعر نے کم بیان کیا ہے؏

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کی تھی مگر کثرتِ عبادت سے دائرۂ مردودیت سے نہیں بچ سکا۔ دائرۂ اسلام سے اس کا خروج ہوگیا۔ لیکن جو اللہ والوں کے صحبت یافتہ ہوتے ہیں تو خطائیں تو ان سے ہوسکتی ہیں مگر دائرۂ اسلام سے ان کا خروج نہیں ہوسکتا، ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔

۸۲؎ مسند الطیالسی: ۹۶/۴، باب ما روی سعید بن یسار، طباعۃ النشر والتوزیع

تقویٰ کی فرضیت اور اس کا طریقۂ حصول

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہم سب لوگوں پر تقویٰ کو فرض قرار دیا ہے۔ عالم ہونا، حافظ ہونا، قاری ہونا فرضِ کفایہ ہے جیسے نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ جنازے میں شریک ہوجائیں تو پوری بستی کی طرف سے ادا ہوجاتا ہے۔ اگر بستی میں چند لوگ بھی عالم اور حافظ ہوگئے تو سب کا فرض ادا ہوگیا۔ لیکن متقی ہونا اور اللہ کا ولی بننا اللہ نے سب پر فرضِ عین فرمادیا کہ دنیا سے کوئی بندہ واپس ہو کر میرے پاس نہ آئے جب تک ولی اللہ نہ ہوجائے۔ پردیس کی کمائی میں سے ہم کچھ نہیں چاہتے۔ نہ ہم تمہاری بلڈنگ چاہتے ہیں نہ تمہارا بینک بیلنس چاہتے ہیں، نہ تمہارے قالین چاہتے ہیں، نہ تمہاری فیکٹریاں چاہتے ہیں۔ ہم تم سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے، صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تم غلام بن کر دنیا میں آئے ہو لیکن ہمارے ولی بن کر ہمارے پاس آؤ۔ یہاں ایسا عمل کرو کہ ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھیں اور پھر تم کو قیامت کے دن بھی عزت، جنت اور راحت دیں اور تم ایسے ولی اللہ بن جاؤ کہ جو تمہارے پاس بیٹھ جائے وہ بھی ولی اللہ ہوجائے۔ ایسے لنگڑے آم بنو کہ دیسی آم تمہاری قلم کھا جائے تو وہ بھی لنگڑا آم بن جائے۔ میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے۔ لیکن دیسی دل اللہ والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں بنتا تنگڑا دل بنتا ہے، ایسا تنگڑا دل کہ جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی ولی اللہ ہوجاتا ہے۔

اکابر کے نزدیک صحبتِ شیخ کی اہمیت

یہ علامہ انور شاہ کشمیری کا ارشاد ہے۔ انہوں نے مولانا عبد اللہ شجاع آبادی سے فرمایا کہ ”بخاری شریف“ ختم ہوگئی لیکن روحِ بخاری ابھی نہیں ملے گی۔ جاؤ کم سے کم چھ مہینے کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھاؤ وہاں تم کو روحِ بخاری ملے گی۔ اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے کا مزہ جب ہے کہ استاد بھی صاحبِ نسبت ہو اور شاگرد بھی صاحبِ نسبت ہو۔ آج اسی دردِ دل کی کمی ہے، مدارس کی تعداد بڑھتی جارہی ہے لیکن اب طلبہ کو بھی ذوق نہیں رہا۔ اہل اللہ سے محبت معمولی

نعمت نہیں ہے لیکن ہم خوش ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جو تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ پیری مریدی والے سب چکر باز ہیں پاگل ہیں ان کے لیے میں ایک شعر پڑھتا ہوں۔

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو!
تمہیں بھی اگر عشق یہ دن دِکھائے

صحبتِ شیخ کے فیوض وبرکات

الحمدللہ! کہ بچپن ہی سے اللہ نے مجھے اہل اللہ کی محبت عطا فرمائی اور میں نے کسی کی پروا نہیں کی یہاں تک کہ اساتذہ بھی منع کرتے تھے گو اخلاص سے کہ پیری مریدی میں کہیں اس کی علمی استعداد کمزور نہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ میں ہر طرح سے برباد ہونے کے لیے تیار ہوں مگر اپنے قلب میں اپنے مولیٰ کو آباد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے سب کے تبصرے منظور ہیں۔ لیکن اب وہی اساتذہ جو ہم کو منع کرتے تھے کہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ مت جایا کرو، علم میں زیادہ محنت کرو، ان ہی اساتذہ نے جنھوں نے ہمیں ''مشکوٰۃ شریف'' پڑھائی تھی جب میری تقریر سنی تو ٹوپی اتار کر فرمایا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھ دو۔ اور میری مثنوی کی شرح پڑھ کر میرے فارسی کے استاد نے پوچھا کہ کیا تم نے کہیں اور بھی فارسی پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ نے جو فارسی پڑھائی تھی اتنی ہی پڑھی ہے باقی سب حضرت کی کرامت وبرکت ہے کہ اہلِ ایران جن کی مادری زبان فارسی ہے وہاں کے ایک بڑے عالم علامہ زاہد نیشا پوری نے خط لکھا کہ تمہاری مثنوی جو پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے ''ہر کہ او مثنوی اختر رابخواند اورا مولانا روم پندارد۔''

حضرت والا کی شرح مثنوی پر علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے میرا صرف ایک شعر دیکھا وہ کیا شعر تھا کہ۔

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد اورا کہ دل رامی دہد

اہلِ دل وہ ہیں جو اللہ کو اپنا دل دیتے ہیں اور مرنے والی لاشوں پر نہیں مرتے۔ جس نے ماں کے پیٹ میں دل بخشا اسی کو دل دیتے ہیں۔ تو حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اتنے بڑے عالم اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے میری فارسی کی مثنوی دیکھ کر فوراً فرمایا:

لَافَرْقَ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ مَوْلَانَا رُوْم

یعنی مجھے اختر میں اور مولانا روم میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔یعنی کلام کے اعتبار سے، مقام کے اعتبار سے نہیں۔ لیکن مثنوی کی جو میں نے شرح لکھی ہے آج سارے عالم میں غلغلہ مچ رہا ہے۔

مولانا منظور احمد نعمانی لکھنوی کا ارشادِ مبارک

لکھنؤ کے مولانا منظور نعمانی نے مجھ سے خود فرمایا کہ اب میں کوئی کتاب نہیں پڑھتا تیری ہی مثنوی مولانا روم میرے سرہانے رکھی ہے اور میں اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے بڑے بڑے علماء میری مثنوی پڑھ رہے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی افادیت ایک حسی مثال سے

میرے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کانپ رہا ہے اسے ایک پیالی گرم گرم چائے پلا دو تو ایک پیالی چائے اس کے مزاج کو بدل دیتی ہے تو ایک پیالی چائے کیا اولیاء اللہ سے بڑھ جائے گی؟ کیا اولیاء اللہ کی برکتوں سے اور ان کی صحبتوں سے نفس کا مزاجِ فاسقانہ نہیں بدل سکتا؟

صحبتِ اہل اللہ اور شیطان کی چال سے حفاظت

یہ عجیب راستہ ہے، جو پہلے اللہ والے پر فدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذات پر فدا کرتے ہیں۔ یہ زینہ بزینہ راستہ ہے۔ صحابہ کرام نے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کی۔ تب صحابہ اللہ پر فدا ہوئے۔ اللہ والوں کی محبت فرسٹ ایڈ ہے، اس کے

بعد پھر اعلیٰ مقام ملتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت کی برکتوں سے احسانی کیفیت ملتی ہے۔ آپ ایک لاکھ کتابیں پڑھ لیں، ایک لاکھ کتابیں پڑھا لیں لیکن آپ کی عبادت میں مزہ اور درد نہیں آئے گا جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہ اٹھائیں گے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو تو آپ کو ایسا درد ملے گا ایسا ایمان و یقین ملے گا کہ تمہاری دو رکعت نماز ایک لاکھ رکعات سے بڑھ جائے گی، اور وہ بدھو اور بے وقوفوں کی جماعت ہے کہ جو الگ الگ اپنی عبادت کر رہے ہیں لیکن اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھاتے۔ شیطان ان کو الّو بنا دیتا ہے۔ تکبر اور بڑائی دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دیہاتی روزانہ تہجد پڑھتا تھا مگر اللہ والوں کی صحبت میں نہیں جاتا تھا اپنی تہجد پر اس کو ناز تھا۔ ایک دن ایک جاہل اس کی چھت پر چڑھ گیا اور جب یہ تہجد پڑھ چکا تو اس نے کہا: میں تمہارا رب ہوں تم تہجد پڑھتے پڑھتے بڈھے ہو گئے اب مجھے رحم آرہا ہے۔ میں نے تمہارا تہجد معاف کر دیا۔ دوسرے دن سے اس نے تہجد چھوڑ دیا۔ دیکھا آپ نے! اگر یہ اللہ والوں کی صحبت میں ہوتا تو سمجھ جاتا کہ یہ کوئی شیطان ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کا اسلاف سے ثبوت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر جانِ جاناں کو اتنی عزت دی کہ ان کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحب کے ہاتھ پر مولانا خالد کردی شام سے دہلی آکر بیعت ہوئے اور پیر کا اتنا ادب کیا کہ شاہ ولی اللہ کے بیٹے شاہ عبد العزیز دہلوی ان سے ملاقات کے لیے گئے تو مولانا خالد کردی نے ملاقات نہیں کی اور خانقاہ کے اندر سے پرچہ بھیجا کہ میں آج کل اپنے پیر کے پاس چلّہ لگا رہا ہوں۔ میں اس دوران کسی سے نہیں ملوں گا چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم شیخ ہو، اپنے پیر ہی کو دیکھوں گا، چالیس دن پورے کرنے کے بعد اپنے نفس کو مٹا کر میں خود آپ کی غلامی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

مظہر جانِ جاناں کے سلسلے کی برکت دیکھیے کہ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی تفسیر روح المعانی والے مولانا شاہ خالد کُردی سے بیعت ہوئے جو حضرت مظہر جانِ جاناں

کے خلیفہ شاہ غلام علی صاحب کے خلیفہ تھے۔ تو اللہ نے ان کے سلسلے میں بہت برکت دی اور سارے عالم میں ان کا ڈنکا پٹوا دیا۔ آج مولوی کہتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے مرید ہونے کی۔ علامہ آلوسی صاحبِ تفسیر روح المعانی کیا معمولی عالم تھے؟ روح المعانی اتنی بڑی تفسیر ہے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عربی زبان میں تفسیر روح المعانی کے مقابلے میں کوئی تفسیر نہیں ہے۔ تو یہ مفسرِ عظیم مرید ہوا حضرت علامہ شاہ خالد کُردی سے جو ملکِ شام میں رہتے تھے، اور علامہ شامی کتنے بڑے شخص ہیں وہ بھی شام جا کر مولانا خالد کُردی سے مرید ہوئے۔

ولایت کے لیے علمیت شرط نہیں

تو ولی اللہ ہونے کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے، بقدرِ ضرورت دین ہو چاہے وہ بہشتی زیور سے حاصل کرلے یا علماء اور اہل اللہ کی صحبت سے، لیکن ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے اور گناہوں سے بچے تو یہ شخص ولی اللہ ہے، اور اگر عالم ولی اللہ ہو تو نورٌ عَلٰی نور ہے ایک علم کا نور ہے، ایک تقویٰ کا نور۔ اور اگر ''بخاری شریف'' پڑھا رہا ہے، تفسیرِ جلالین پڑھا رہا ہے لیکن حسین لڑکوں پر نظر ڈالتا ہے یا کسی کالی گوری کو دیکھتا ہے اور گناہ سے نہیں بچتا تو یہ باوجود شیخ الحدیث ہونے کے فاسق ہے۔ اور جو عالم نہیں ہے مگر اپنے اللہ کو ایک لمحہ ناراض نہیں کرتا، تقویٰ سے رہتا ہے یہ اللہ کا ولی ہے۔ عالم ہونا فرضِ کفایہ ہے اور تقویٰ فرضِ عین ہے، اللہ نے ہر مسلمان پر متقی ہونا اور ولی بننا فرض کر دیا ہے کہ میرے پاس بغیر ولی بنے نہ آنا، نافرمان بن کے نہ آنا یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈر کے رہو، تقویٰ سے رہو تاکہ تمہاری غلامی کے سر پر ہم اپنی دوستی کا تاج رکھ دیں۔ لہٰذا جب تم میرے پاس آؤ تو میرے ولی بن کر آؤ۔ تو معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر ولایت فرضِ عین ہے کیوں کہ تقویٰ فرضِ عین ہے، جو متقی ہوتا ہے وہ ولی ہوتا ہے، اور جو ولی ہوتا ہے وہ متقی ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر کسی صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں رہنا اور اصلاح کرانا اور شیخ پکڑنا فرض ہے۔ حکیم الامت کا جملہ ہے کہ میں اللہ والوں کا دامن پکڑنا، ان کی صحبت میں رہنا اور شیخ پکڑنا فرضِ عین قرار دیتا ہوں کیوں کہ بغیر اس کے اصلاح نہیں ہوتی۔

محض کتابی علم کے ناکافی ہونے کی مثال

جیسے تیرنے کا فن مع تراکیب کتابوں میں لکھا ہے اور اس کے سب نقشے بھی ہوتے ہیں کہ یوں ہاتھ مارو، یوں لیٹو، یوں تیرو، لیکن اگر محض کتاب لے کر دریا میں چلے جاؤ تو کتاب بھی ڈوبے گی اور خود بھی ڈوبو گے، اور اگر تیرنے والوں کے پاس کچھ دن رہ لو تو تیرنا آجائے گا کتاب کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ میں نے بنگلہ دیش کے دیہاتوں میں دیکھا کہ پانچ چھ سال کا بچہ پورا دریا تیر کر پار کر لیتا ہے کیوں کہ بنگلہ دیشی کہتے ہیں کہ ہم بچے کو پیدا ہوتے ہی پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ صحبت کا اثر ہے۔ تو اہل اللہ کے صحبت یافتہ لوگ ولی اللہ ہو گئے اور غیر صحبت یافتہ عالم ولی اللہ نہیں ہوئے۔ جنہوں نے صحبت اختیار نہیں کی وہ عالم ہو کر بھی ولی اللہ نہیں ہوئے، اور جو عالم نہیں ہیں وہ بقدرِ ضرورت علمِ دین سیکھ کر اللہ والوں کی صحبت سے ولی اللہ ہو گئے۔

دیکھو! حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں تھے حافظ تھے۔ میاں جی ان کا لقب تھا، تو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کوئی ولی اللہ عطا فرما تا کہ میں اس سے مرید ہو جاؤں تو خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی تشریف رکھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجی امداد اللہ صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حضرت میاں جی کے ہاتھ پر رکھ دیا کہ تم ان سے مرید ہو جاؤ۔ ان کی کبھی تکبیرِ اولیٰ بھی نہیں چھوٹی تھی۔

درسِ نظامی کے بانی کا عجیب واقعہ

ارشاد فرمایا کہ آج کل درسِ نظامی پڑھنے کو کافی سمجھتے ہیں اور اہل اللہ کی صحبت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ وہ اس واقعہ سے سبق لیں کہ درسِ نظامی کے بانی ملّا نظام الدین جنہوں نے فتاویٰ عالمگیری مرتب کی۔ ان کو بادشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عالمگیری لکھنے کے لیے پانچ سو ۵۰۰ علماء کا افسر مقرر کیا تھا، پانچ سو علماء ان کے ماتحت تھے لیکن وہ خود جا کر بیعت ہوئے شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے، جن کا قرآن شریف بھی ختم نہیں ہوا تھا لیکن ان کو علمِ لدنی حاصل تھا۔ یہ واقعہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ ملّا نظام الدین صاحب کے ان سے بیعت ہونے پر لکھنؤ کے پانچ سو علماء نے مذاق اڑایا اور اعتراض کیا کہ حضرت! اتنے بڑے عالم ہو کر آپ ایک غیر عالم سے بیعت ہوگئے؟ تو فرمایا کہ آپ لوگ نہیں جانتے ہم کتاب اللہ جانتے ہیں وہ اللہ کو جانتے ہیں۔ لیکن علماء نہیں مانے تو حضرت نظام الدین شاہ عبد الرزاق صاحب کی خدمت میں گئے، اور عرض کیا کہ حضرت! لکھنؤ کے علماء مجھ پر اعتراض کر رہے ہیں۔ آپ میری عزت کے لیے تشریف لے چلیں، میں ان کو آپ کی تقریر سنواؤں گا تو حضرت دو رکعت پڑھ کر بہت روئے کہ یا اللہ! اتنے بڑے عالم کی عزت کا مسئلہ ہے لہٰذا مجھے بیان کرنے کی سعادت نصیب فرمادے۔ جس کا قرآن بھی ختم نہ ہوا ہو اور جو بالکل اُمی تھے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ اسٹیج پر بٹھایا گیا اور پانچ سو علماء کے محضر میں حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب نے تقریر شروع کی اور ''بخاری شریف'' کی حدیث بیان کی اور اس کے بعد منطق و فلسفہ کے مسائل اور شیخ بو علی سینا کی تحقیقات بیان کرنا شروع کیں۔ اور پھر ایسے دقیق اور غامض مضامین بیان کیے کہ شروع شروع میں تو علماء کچھ کچھ سمجھے لیکن اس کے بعد بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش میں آئے تب حضرت نے جوش میں فرمایا کہ اے علمائے کرام! آپ لوگوں نے الف باء تاء چھوٹے چھوٹے حرفوں میں پڑھا ہے اور اپنے ہاتھ کو دراز کر کے فرمایا کہ ہم کو اللہ نے اتنے بڑے حروف میں پڑھایا ہے۔ افسوس! لوگ اللہ والوں کو نہیں پہچانتے کہ ان کا کیا مقام ہے اور ان کی صحبت سے کیا ملتا ہے۔ جس کو کسی اللہ والے کی صحبت مل جائے اس پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور چاہے وہ بڑا عالم بھی نہ ہو لیکن اس سے لوگوں کو نفع زیادہ ہوگا۔

صحبتِ اہل اللہ کی برکت سے شیطان سے حفاظت

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں وہ علوم نصیب ہوتے ہیں کہ سو برس کی عبادت سے بھی وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ جن کا کوئی شیخ نہیں تھا کافر ہو کر مر گئے۔ شیطان نے ان کو کفر میں مبتلا کر کے اور مردود بنا کر دنیا سے رخصت کر دیا۔ لیکن جو لوگ شیخ کی صحبت میں رہتے ہیں ان کو شیطان مردود نہیں کر سکتا۔ ایک

شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ میں کافر ہو رہا ہوں کیوں کہ ہر وقت مجھ کو کفریہ خیالات آرہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ میرے تو عقائد بھی صحیح نہیں ہیں مجھے ڈر ہے کہ میرا خاتمہ خراب نہ ہو جائے۔ حضرت نے ان کو لکھا کہ جب آپ کو کفر کا وسوسہ آتا ہے اُس وقت آپ کو خوشی ہوتی ہے یا تکلیف؟ انہوں نے لکھا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ کاش! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ حضرت نے لکھا کہ اطمینان رکھیے آپ مومن کامل ہیں، اسی وجہ سے تو آپ کو کفر کے وسوسہ سے تکلیف ہوتی ہے۔ کسی کافر کو اپنے کفر سے کوئی تکلیف، کوئی صدمہ اور غم نہیں ہوتا۔ اگر ان کو تکلیف ہوتی تو مسلمان نہ ہو جاتے؟ یہ علامت آپ کے ایمانِ کامل کی ہے۔ بتایئے! یہ کوئی معمولی علم ہے۔ اگر اس شخص کا کوئی شیخ نہ ہوتا تو یہ خود کو کافر سمجھ کر ہلاک ہو جاتا۔

دیندار بننے کے لیے آسان نسخہ

دیندار بننے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرے نیک بندوں میں رہو گے تو میرا خوف، تقویٰ اور دین تم میں آسانی سے آجائے گا۔ بیس نمازیوں میں ایک بے نمازی کو رکھ دو تو نمازی بن جائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ والا بنانے میں نیک صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں۔ نیک بننے کا یہی ایک آسان راستہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اگر نیک بننا چاہتے ہو تو نیکوں میں رہ پڑو۔

شکستِ توبہ کا علاج

پروفیسر سید سلمان ندوی حضرت والا کے ارشاد پر اپنے والد صاحب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنا رہے تھے۔ حضرت والا نے اسی دوران ایک شعر کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ جس کی توبہ بار بار ٹوٹ جاتی ہو، جلد جلد گناہوں سے منہ کالا کر لیتا ہو اس کا علاج یہی ہے کہ وہ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت میں رہے اور ایک معتد بہ مدت تک رہے۔ ان شاء اللہ! پھر اس کو ایسی توبہ نصیب ہو جائے گی جو نہ ٹوٹے۔

اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے

میں اللہ والوں کے غلاموں کا ادنیٰ غلام ہوں لیکن جو لوگ میرے ساتھ سفر کر چکے ہیں چھوٹا سفر ہو یا بڑا ان سے پوچھو کہ انہیں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ دیکھو! اس وقت اللہ کی محبت میں موریشس سے دو عالم آئے ہوئے ہیں اور برطانیہ سے بھی کچھ لوگ آئے ہیں، اگر یقین نہ آئے تو ان سے حلف لے کر پوچھو کہ ان کو میرے پاس کیا ملتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ سنا ہے کہ جو آپ سے ٹچ ہوتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو پارس پتھر نے لوہے سے کہا کہ اے بے وقوف! انٹر نیشنل ڈونکی اینڈ مونکی! مجھ سے دلیل مت پوچھ، مجھ سے ٹچ ہو کر دیکھ اگر سونا نہ بنے تو کہنا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر دلیل مانگنے والا بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ اس آیت کی تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ **اَیْ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ**[۸۳] لیکن اس میں اخلاص شرط ہے ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔

شیخ فضل ورحمتِ الٰہیہ کا واسطہ ہے

جب بجلی کے تاروں کی وائرنگ صحیح ہوتی ہے تو بجلی آجاتی ہے، تار واسطہ ہوتا ہے بجلی کا۔ اسی طرح اہل اللہ سے تعلق صحیح ہونا واسطہ بن جاتا ہے رحمت و فضل کی بجلی آنے کا۔ نظر تو فضل پر ہو مگر واسطہ کی قدر بھی ضروری ہے۔

رمضان المبارک اور صحبتِ صالحین

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان شریف کے روزوں کی حکمت

---

۸۳ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

قرآنِ پاک میں لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ فرمائی ہے۔ جس کی تفسیر روح المعانی میں یہ ہے اَیۡ لِکَیۡ تَصِلُوۡا بِذٰلِکَ اِلٰی مَرۡتَبَۃِ التَّقۡوٰی [۸۴] تاکہ ان کے ذریعے تم مرتبۂ تقویٰ تک پہنچ جاؤ۔ اور دوسری آیت کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ میں صادقین کی صحبت کو بھی تقویٰ کا ذریعہ بتایا گیا۔ معلوم ہوا کہ رمضان المبارک تقویٰ کا سببِ زمانی اور صحبتِ صادقین سببِ مکانی ہے۔ پس رمضان میں کاملین کی صحبت سے تقویٰ پیدا کرنے کے دونوں اسباب، زمان و مکان کے جمع ہو جاتے ہیں جس سے تقویٰ کا راستہ جلد طے ہوتا ہے۔ مشائخ کے یہاں رمضان میں سالکین کے جمع ہونے کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی برکات اور بزرگوں کی کرامات

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے بدونِ استحقاق یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، میرے بزرگوں کی کرامت ہے یہ، ورنہ اختر چالیس سال تک پانچ منٹ تقریر نہیں کر سکتا تھا۔ جب میری تقریر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دل بھی دیا اور زبان بھی دی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ چالیس سال تک جو تم کو بولنا نصیب نہیں ہوا وہ مشابہت ہے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک اللہ نے مجھ کو بے زبان رکھا اور اس کے بعد زبان عطا فرمائی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ بولنے میں جلدی مت کرو، تقریر جلدی مت کرو، پہلے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو اور اپنے دل کا مٹکا بھرو۔ جب جام بھر کر چھلکنے لگے تو امت کو چھلکتا ہوا مال دو، اپنا مٹکا نہ خالی کرو۔ مگر آج اس زمانے میں اہل اللہ سے، اولیاء اللہ سے اور ان کے غلاموں سے اہلِ علم بہت دور دور رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتب بینی تو کرتے ہیں قطب بینی نہیں کرتے۔ اسی کا انجام یہ ہے کہ آج امت میں ان کی عظمت نہیں ہے۔ جس کو دیکھو ارے میاں! مولویوں کو چھوڑو، گولی مارو، ان کی بات میں کوئی مزہ نہیں۔ لیکن اگر کسی اللہ والے سے دوستی کر لو، اللہ اللہ کر لو تھوڑا سا، اور تمہارے دل

---

[۸۴] روح المعانی:۲/۵۷، البقرۃ (۱۸۳)، دار احیاء التراث، بیروت

میں اللہ کا رس اور درد آجائے، پھر دیکھو کون ہے ظالم جو میری بات نہیں سنتا؟ میں بھگاتا ہوں بعض وقت، الحمد للہ! میں اپنے اللہ والوں کی غلامی کا صدقہ یہ دیکھتا ہوں ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
ہم ہی تھک گئے داستاں کہتے کہتے

ہم ہی کہتے ہیں ہم تھک گئے ورنہ امت یہی کہتی ہے ذرا تھوڑا سا اور کچھ سنائیے۔ یہ کیا ہے؟ یہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے، شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے، شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کا صدقہ ہے۔ میں معمولی بات نہیں کہہ رہا ہوں، اہل اللہ کی غلامی کو معمولی مت سمجھو۔ ان کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اس مزہ کو نہیں جانتے لوگ، لیکن پھر یہی کہوں گا کہ اللہ کے لیے ان سے تعلق کرو۔

خاموش عبادت

آج صبح (۱۱ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۸/ اپریل ۱۹۹۹ء بروز چہار شنبہ بعد نمازِ فجر بمقام جامعہ اشرف المدارس سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی) سیر کے بعد حضرت والا دام ظلہم العالی نے مدرسہ جدید سندھ بلوچ سوسائٹی کے میدان میں چٹائی بچھوائی اور وہیں پر استراحت فرمائی۔ تقریباً ایک گھنٹہ حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ وہیں رہے۔ ایک گھنٹہ بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ اتنی دیر سے یہاں بیٹھے ہیں، نادان آدمی کہے گا کہ ان صوفیوں کا عجب حال ہے، نہ ذکر کر رہے ہیں نہ تلاوت نہ تہجد، خاموش بیٹھے ہوئے وقت ضایع کر رہے ہیں، لیکن اس کو خبر نہیں کہ یہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی عبادت کر رہے ہیں۔ ''کُوْنُوْا'' امر ہے یہ تعمیلِ امر کر رہے ہیں۔ فرشتہ ان کے اعمال نامے میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا ثواب لکھ رہا ہے۔ کُوْنُوْا میں کسی عبادت کا حکم نہیں ہے۔ اس میں خاموش صحبت کی بے زبانی بھی قبول ہے کیوں کہ اس پر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ صادق ہے۔ قرآنِ پاک کے حکم پر عمل ہو رہا ہے کہ صادقین کے پاس رہ پڑو۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کون سا تصوف ہو سکتا ہے؟

مربی بنانے میں دیر کرنا سخت نقصان دہ ہے

اب ذرا عاشقوں کی بات سنو! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی پر غسل واجب تھا۔ وہ دریا کے کنارے کھڑا کہہ رہا تھا کہ اے دریا! میں ناپاک ہوں تیرے اندر کیسے آؤں؟ مجھے شرم آتی ہے کیوں کہ تو پاک ہے اور میں ناپاک۔ تیری شانِ عزت اور عظمت رُکاوٹ ڈالتی ہے۔ تو دریا نے ہنس کر کہا کہ اے بے وقوف! انٹر نیشنل ڈونکی اور مونکی! تو قیامت تک ناپاک رہے گا جب تک میرے اندر نہیں آئے گا۔ میرے اندر تجھ جیسے ہزاروں نہا کر پاک ہو جاتے ہیں اور مسجدوں میں جا کر امامت کرتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے۔ تو گناہوں کی وجہ سے خانقاہوں میں جانے اور اللہ کو یاد کرنے میں دیر مت کرو چاہے ہزاروں گناہ کی عادت ہو فکر مت کرو جلدی سے اللہ والوں کے دریائے فیض اور دریائے طاقتِ روحانی کے پاس چلے جاؤ خانقاہوں میں رہو ان شاء اللہ! گناہ چھوڑنا نہیں پڑیں گے خود چھوٹ جائیں گے۔

بعضوں کو شیطان بہکاتا ہے کہ پیروں کے پاس مت جانا ورنہ گناہ چھوڑنا پڑیں گے اور یہ مزیدار زندگی اور حرام لذت کیسے ملے گی؟ تو میرے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ اللہ والوں کے پاس جا کر گناہ چھوڑنے نہیں پڑتے خود چھوٹ جاتے ہیں اور اس کی ایک مثال دی۔ اب مثال بھی سنو! کہ کراچی میں ایک آدمی دس ہزار روپے رشوت لے کر چلا۔ اچانک اس کے ایک دوست نے آ کر کان میں بتایا کہ پولیس تمہیں پکڑنے آرہی ہے تو اس رشوت لینے والے نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب ہی گٹر کے ڈھکن کھلے تھے۔ پاکستان غریب ملک ہے وہاں چرسی گٹر کے ڈھکن چرا کر بیچ دیتے ہیں اور بیڑی پی لیتے ہیں۔ تو اس نے پہلے تو ڈھکن چور کو دعا دی کہ اے اللہ! اس کو معاف کر دے۔ پھر اس نے جلدی سے دس ہزار روپے گٹر میں پھینک دیے۔ اب جب پولیس نے کہا کہ جیب کی تلاشی دو! ہم کو انفارمیشن، اطلاع ملی ہے کہ تم نے دس ہزار روپے رشوت لی ہے تو اس نے کہا کہ صاحب! دیکھ لیجیے اور دونوں ہاتھ اٹھا دیے، اب وہاں کچھ بھی نہ نکلا تو پولیس والوں نے کہا کہ سوری، ہمیں غلط اطلاع ملی تھی۔ تو میرے شیخ نے

فرمایا کہ اس آدمی نے رشوت کے دس ہزار روپے پولیس والوں کے ڈر سے اور جیل اور سزا کے ڈر سے خود چھوڑ دیے یا چھڑانے پڑے؟ اور چھوڑ کر خوشی ہوئی یا غم ہوا؟ تو جب اللہ والوں کی صحبت سے دوزخ پر اور جنت پر اور میدانِ محشر پر اور اللہ پر یقین و ایمان پیدا ہو جائے گا تو گناہ چھوڑنے نہیں پڑیں گے خود چھوڑ دو گے۔

اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ہمارے یہاں پر تاب گڑھ میں دو چوروں نے بیل چرایا۔ جب پولیس والوں نے دوڑایا تو ایک مسجد میں بے وضو تہجد پڑھنے لگے۔ اب پولیس والوں کو تعجب ہوا کہ یہ تہجد کا کون سا وقت ہے اور بیل بھی موجود، تو سمجھ گئے کہ کمبخت! یہی چور ہیں۔ جا کر پکڑا اور پٹائی کی تو اقرار کیا کہ ہم ہی چور ہیں اور جان بچانے کے لیے بے وضو تہجد پڑھ رہے تھے تا کہ پولیس والے ہم کو ولی اللہ سمجھیں۔

تو قلب کو اگر غیر اللہ سے پاک کرنا ہے تو اللہ کا نام اللہ والوں کے مشورے سے لینا شروع کر دو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ارے ظالمو! اگر پیر بناتے ہوئے شرم آتی ہے تو مشیر ہی بنالو، مشورہ ہی لے لو۔ سبحان اللہ! کیا بات فرمائی کہ مشیر ہی بنالو جیسے دنیا کے لیے مشیر بناتے ہو۔ لیکن ایک دن پیر کی ایسی محبت ملے گی اور ان شاء اللہ! ایسا مزہ آئے گا کہ خود ہی مرید ہو جاؤ گے۔

اہل اللہ کی صحبت کے فیوض و برکات

فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کیجیے۔ ان کی صحبت بابرکت سے چار وجہوں سے فیض حاصل ہوتا ہے:

۱) پہلی وجہ نقل ہے۔ یعنی انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نقال واقع ہوا ہے۔ جب آپ اہل اللہ کی صحبت میں رہیں گے اور شب و روز ان کے طریقۂ مناجات، ان کے طریقۂ فریاد، ان کے آداب و اخلاق اور خدا کے حضور ان کے رونے اور گڑگڑانے اور نالۂ نیم شبی کو دیکھیں گے تو ممکن نہیں کہ آپ ان صفاتِ عالیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہ کریں۔ آپ کی نقال طبیعت یقیناً ان اعمال میں نقل کی سعی کرے گی۔

۲) دوسری وجہ صحبت کی عام برکت ہے۔ اگر کوئی اہل اللہ کی صحبت میں بغیر کسی خاص

ذہن و فکر کے آئے اور کوئی غرض بھی ہو جب بھی وہ اس کی برکت کو محسوس کرے گا اور آہستہ آہستہ ان کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی رہے گی۔

۳) تیسری وجہ معرفت ہے۔ یعنی ان کی صحبت سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ نفس اور شیطان سے مقابلہ کرتے ہوئے اسے کس طرح مغلوب کیا جائے؟ ان کی صحبت سے اس کا فن آتا ہے۔ نفسانی اور شیطانی مکر و فریب سے ایک انسان خوب واقف ہو جاتا ہے اور ان سے بچنے کی تدبیروں سے اچھی طرح آگاہ ہو جاتا ہے۔

۴) چوتھی وجہ دعا ہے۔ یعنی یہ جہاں ساری امت کے لیے دعا کرتے ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ اپنے متعلقین اور مریدوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں ان کی مخلصانہ دعا بہر حال قبولیت کی تاثیر رکھتی ہے۔

ان چار وجوہ کے علاوہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ دلوں میں سے دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں۔ غیر مرئی طور پر اللہ والوں کے دلوں کی ایمانی طاقت ان کے ہم نشینوں پر اثر کرتی ہے اور ان کے طاقت ور یقین کا نور ان کے جلیسوں کے ضعیف اور کمزور یقین کو توانائی بخشتا اور نورانی بناتا رہتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو! دو چراغ ہوتے ہیں، ان کا وجود اور جسم ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے مگر فضا میں دونوں کے نور ایک ہوتے ہیں ان میں کوئی علیحدگی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اللہ والے کا جسم اور تمہارے جسم تو الگ الگ ہیں مگر ان کے دل کا کامل نور تمہارے ضعیف نور کو کامل کر دے گا اور درمیان میں جسم حائل نہیں ہو سکے گا۔

روح کی نشوونما کے لیے دو حرارتوں کی ضرورت

ارشاد فرمایا کہ جیسے درخت کے ہرے بھرے ہونے کے لیے دو حرارتوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک داخلی دوسری خارجی۔ داخلی حرارت کے لیے درخت کی جڑوں میں کھاد دی جاتی ہے جس سے یہ حرارت درخت کے رگ و ریشہ میں دوڑ جاتی ہے اور درخت کو خارجی حرارت آفتاب کی شعاعوں سے پہنچتی ہے۔ یہ دونوں حرارتیں

درخت کی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اگر دونوں حرارتوں میں سے کوئی ایک حرارت بھی درخت کو نہ ملے تو درخت سوکھ جاتا ہے۔ مثلاً اگر آفتاب کی خارجی حرارت ملے لیکن کھاد نہ دی جائے تو بھی درخت ہرا بھرا نہ ہوسکے گا کیوں کہ داخلی حرارت درخت کو نہیں مل رہی۔ اس طرح اگر چاہے کتنی ہی قیمتی کھاد ڈال دی جائے لیکن اس درخت کو آفتاب سے خارجی حرارت حاصل نہ ہوسکے تو بھی درخت پھل پھول نہیں سکتا۔ اسی لیے جن کھیتوں کے کنارے درخت ہوتے ہیں ان درختوں کے سائے میں پودے پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہوتے بھی ہیں تو ان میں پھل نہیں آتا کیوں کہ خارجی حرارت ان پودوں کو نہیں مل رہی۔ اسی طرح روح کی نشوونما کے لیے بھی دو حرارتوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک شیخ کی صحبت کی خارجی حرارت اور دوسری ذکر اللہ اور اِجْتِنَاب عَنِ الْمَعَاصِیْ کی داخلی حرارت۔ جس شخص کو یہ دونوں حرارتیں نصیب ہوجائیں اس کی روح کا درخت اللہ کی محبت سے سدابہار ہوجاتا ہے۔

صحبتِ شیخ اور نفس کی فنائیت

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

اپنی سمجھ اور عقل کو تیز کرنے سے اللہ کا راستہ نہیں ملے گا۔

جُز شکستہ می نہ گیرد فضل شاہ

اپنے نفس کو توڑ دو۔ بالکل مٹ جاؤ کہ اے اللہ! ہم کچھ نہیں ہیں۔ اتنے مٹ جاؤ کہ مٹنے کا بھی احساس نہ رہے۔ اسی کو فناء الفنا کہتے ہیں۔ جیسے کوئی سو رہا ہے اور اس کو احساس ہو کہ میں سو رہا ہوں تو یہ نہیں سو رہا ہے۔ نیند وہ ہے کہ غرق ہوجائے اور سونے کا احساس نہ رہے۔ اسی طرح مٹنا وہ ہے کہ یہ احساس بھی نہ رہے کہ میں نے اپنے کو مٹا دیا ہے۔ فنائیتِ کاملہ یہ ہے کہ فنائیت کا بھی احساس نہ رہے، اپنے کو کچھ نہ سمجھے، دل ٹوٹ جائے، اللہ کا فضل ٹوٹے ہوئے دلوں پر برستا ہے اور یہ فنائیت شیخ کی صحبت اور اس کی تربیت سے نصیب ہوتی ہے۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ اگر شیخ ڈانٹ بھی دے تو سمجھو کہ ہماری کیا شان ہے، کوئی شان نہیں ہے، ہماری شان اس سے بگڑی نہیں اور بن گئی۔ شیخ

کی ڈانٹ سے عزت اور بڑھ جاتی ہے۔ اور فرمایا کہ متکبر اپنی شان سمجھتا ہے اور وہی شیخ کی ڈانٹ سے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا: ابھی کیا اپنی شان بنا رہے ہو۔ جب تک قیامت کا فیصلہ نہ ہو۔ یہی سمجھو اے اللہ! ہم کسی شان کے قابل نہیں۔ اور میں ایک بہت تجربہ کی بات بتاتا ہوں جس پر شیخ کی ڈانٹ پڑتی ہے اس کا ڈینٹ نکل جاتا ہے اور جو ڈانٹنے کی بات پر نہ ڈانٹے وہ شیخ نہیں خائن ہے۔ جب موٹر میں ٹیڑھا پن آگیا تو مکینک جو ہے وہ کچھ تکنیک دکھائے گا اور ہتھوڑا مارے گا تاکہ موٹر کے ٹیڑھے پن کی سیٹنگ اور فٹنگ ہو جائے۔ جس طرح ہتھوڑے سے موٹر کا ڈینٹ نکلتا ہے اسی طرح شیخ کی ڈانٹ سے نفس کا ڈینٹ نکلتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے اتنی ڈانٹ کھائی ہے اختر نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کی کہ فلاں کام یوں کیوں کر دیا۔ یہ لوٹا یہاں کیوں رکھ دیا۔ آج تم نے گندم پسایا اور اس میں جَو کیوں نہیں ملایا؟ تو میں نے ایک دن کہا کہ حضرت! جو دور دور سے آتے ہیں آپ کے پاس اور سر جھکا کے مراقبہ میں بیٹھے رہتے ہیں اور دو دن رہ کر چلے جاتے ہیں آپ ان کو بڑا پیار دیتے ہیں اور ہم دن رات رہتے ہیں ڈانٹ ہی کھاتے رہتے ہیں تو یہ لوگ تو بڑے فائدے میں معلوم ہوتے ہیں کہ کبھی کبھی آگئے۔ دو دن مراقبہ کرنا آسان ہے کہ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جو شیخ کی ڈانٹ کھاتا ہے وہ لعل ہو جاتا ہے۔

روشنی میں فاصلے نہیں ہوتے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ والوں کی صحبت سے ان کے قلب کے انوار طالبین کے قلوب تک کیسے پہنچتے ہیں جب کہ شیخ کا جسم الگ ہے جسم میں قلب ہے اور قلب پر پھیپھڑا ہے پھر سینہ ہے اور سینے پر کھال ہے۔ لہٰذا نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کے انوار جو ان کے دل میں ہیں دوسروں کو کیسے پہنچ سکتے ہیں جب کہ دونوں کے اجسام میں فاصلے ہیں۔

اس کا جواب سلطان الاولیاء مولانا جلال الدین رومی نے دیا ہے۔

کہ زدل تا دل یقین روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

فرماتے ہیں کہ دلوں سے دلوں تک خفیہ راستے ہیں۔ جسم الگ الگ ہوتے ہیں دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ اور اس کا ثبوت ایک مثال سے پیش کرتے ہیں۔ مولانا مثالوں کے بادشاہ ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

متصل نبود سفالِ دو چراغ
نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغوں کے جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کا نور فضا میں مخلوط ہوتا ہے۔ چراغوں میں فاصلے ہوتے ہیں روشنی میں فاصلے نہیں ہوتے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چراغ کی روشنی ایک فٹ تک ہے اور دوسرے چراغ کی روشنی دو فٹ تک جاری ہے، لیکن جو چراغ قوی النور ہوتا ہے اس کے فیض سے ضعیف النور چراغوں کے نور میں اضافہ ہو جاتا ہے کیوں کہ نور فضا میں مخلوط ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شیخ جتنا زیادہ قوی النور ہو گا اس کا فیض ضعیف النور اہلِ ایمان کو بھی پہنچتا ہے اور ان کا ایمان و یقین بڑھ جاتا ہے۔

کس کو اللہ کے راستے کا راہ بر بنائیں

ارشاد فرمایا کہ ہم دین کس سے سیکھیں؟ کس سے اللہ کی محبت حاصل کریں؟ کس کو اللہ کے راستے کا راہ بر بنائیں؟ اس کے کچھ اصول پیش کرتا ہوں:

۱) جس ڈاکٹر کے پاس کنجڑے، قصائی، سبزی فروش کا ہجوم ہو اور وہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہوں کہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے لیکن ڈاکٹر اس کے معتقد نہ ہوں تو سمجھ لو کہ یہ ڈاکٹر خطرناک ہے۔ اس ڈاکٹر سے علاج کراؤ جو دوسرے ڈاکٹروں کے نزدیک معتبر ہو۔ جس شیخ کے پاس عوام کی بھیڑ ہو اور علماء اس سے رجوع نہ ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔ وقت کے علماء جس کے قائل ہوں ایسے مربی سے دین سیکھنا چاہیے کیوں کہ علماء اسی سے رجوع ہوتے ہیں جو علم کی روشنی میں سنت و شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ جو علماء کے نزدیک معتبر نہیں وہ استفادہ کے قابل نہیں۔

۲) جس مربی کی تربیت و علاج سے اکثریت شفایاب ہو، اکثر کی حالت اچھی ہو، کچھ

گندے انڈے نکل جائیں تو مضایقہ نہیں۔ لیکن اکثریت کی حالت سنت کے مطابق ہو تو سمجھ لو یہ مربی صحیح ہے۔ اور اگر اس کے ستّر فیصد مریض قبرستان آباد کریں تو اس سے دور بھاگو کہ ممکن ہے آپ بھی ان ستّر فیصد میں شمار نہ ہو جائیں جس کے اکثر مریدوں کی حالت سنت و شریعت کے مطابق نہ ہو وہ شیخِ کامل نہیں اس سے دور رہو۔

۳) سب سے اہم چیز صحبت ہے۔ جس نے اپنے شیخ کی زیادہ صحبت اٹھائی ہو چاہے علم کم ہو، بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو ایسا مربی قابلِ اعتبار ہے۔ صحبت زیادہ اور علم بقدرِ ضرورت رکھتا ہو وہ صحیح رہنمائی کر سکتا ہے، اور علم زیادہ لیکن صحبت کم اٹھائی ہو ایسا شخص راہ نمائی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

میرے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''یک مَن علم را دہ مَن عقل باید'' یعنی ایک من علم کے لیے دس من عقل چاہیے۔ اور عقل میں سلامتی بدون اہل اللہ کی صحبت کے نہیں آتی۔ غیر صحبت یافتہ یا جس نے صحبت کم اٹھائی وہ اپنے نفس کے مکر و کید کو قرآن و حدیث سے ثابت کرے گا، اپنے نفسانی غصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے ملائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دین کے لیے غصہ آتا تھا۔ جب چندہ مانگے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے گا ، اپنے ہر عمل کو سنت سے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کو اپنے نفس کے مکائد کا علم بھی نہ ہو گا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ اپنے مدرسہ میں بھی ایسے استاد کو رکھو جو کسی شیخ سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر اس سے خطا بھی ہو گی تو شیخ اس کی اصلاح کر دے گا ورنہ جس کا کوئی شیخ نہیں وہ کسی کی بات کیوں مانے گا۔

صحبت کی اہمیت کی ایک عجیب دلیل

ارشاد فرمایا کہ اگر ایک کروڑ امام ابو حنیفہ اور ایک کروڑ امام بخاری اور ایک کروڑ امام ابنِ حجر عسقلانی جیسے حافظ الحدیث محدثین جنہیں ایک ایک لاکھ احادیث مع اسناد کے یاد تھیں، بیٹھے ہوں اور وہیں اونٹ چرانے والا ایک ادنیٰ صحابی بیٹھا ہو جسے صرف ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو تو یہ ائمہ

حدیث اور ائمۂ فقہ اس صحابی کی خاکِ پا کے برابر نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ صحابی کو صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے جس سے یہ ائمہ محروم ہیں۔ اگر صحبت اہم نہ ہوتی تو کتابُ اللہ کی تلاوت سے اور کلامِ رسول اللہ کے مطالعے سے ہر مومن صحابی ہوجاتا۔ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ تو آج بھی موجود ہے لیکن کیا آج کوئی صحابی ہوسکتا ہے؟ اگر صحبت کوئی چیز نہیں تو کتاب اللہ کی تلاوت سے کوئی صحابی بن کر دکھائے۔ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ سے صحابی نہیں ہوتا۔ نگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت صحابہ ساز ہوتی ہے۔ ایک کروڑ پاور کا بلب جس نے دیکھ لیا اس کا نور دیکھنے والے کے ذرہ ذرہ میں سما جائے گا۔ جس نے ایک کروڑ پاور کا وہ بلب نہیں دیکھا اس کو وہ نور کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسا قوی النور اب قیامت تک کوئی نہیں پیدا ہوگا اس لیے اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا راز اور اس کی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اولیاء اللہ بن جاؤ، بلکہ یہ فرمایا کہ تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو۔ اس کا راز یہ ہے کہ جب تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو گے تو ان کے قلب میں اطمینان وسکون کی جو ٹھنڈک ہے ان کے پاس بیٹھنے سے جب تمہارا دل بھی ٹھنڈک پائے گا تو تمہارے دل میں اولیاء اللہ کی قدر و قیمت آئے گی کہ اللہ کے اولیاء ایسے ہوتے ہیں، تمہیں ولی بننے کا شوق پیدا ہوگا جیسے کسی غریب کے پاس فریج یا ڈیپ فریزر نہیں ہے تو وہ کسی امیر کے پاس جائے اور اپنی دودھ یا پانی کی گرم بوتل اس کے فریزر میں رکھ دے اور پھر ٹھنڈا ٹھنڈا پیے تو اسے معلوم ہوگا کہ فریج یا ڈیپ فریزر لینا چاہیے۔ اسی طرح جب اولیاء اللہ کے پاس تم اپنے دل میں ٹھنڈک اور چین و سکون پاؤ گے اور تمہارا ڈیپریشن بلا آپریشن صحیح ہوجائے گا تو تمہیں شوق پیدا ہوگا کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے یہ انعام ملتا ہے تو جب ہم خود اللہ والے بنیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ اور سکون واطمینان کی کس قدر عظیم دولت عطا ہوگی۔

نسبت مع اللہ کا خدائی منشور

حضرت والا نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

یہ آیت دین کی بنیاد اور دین کی ابتدا سے انتہا تک نسبت مع اللہ کے تمام درجات کا خدائی منشور ہے۔ اور نسبت کسے کہتے ہیں؟ بندے کو اللہ سے اور اللہ کو بندے سے تعلق ہو۔ اور تعلق بھی کیسا؟ وہ تعلقِ خاص جو اللہ اپنے اولیاء کو عطا فرماتا ہے۔ وہ خاص رابطہ جو اللہ اور بندے کے مابین ہو جاتا ہے ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اور ؎

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی سے آپ نکلنے نہ پائیے

اس کو کہتے ہیں نسبت۔ اس میں عطائے نسبت بھی ہے بقائے نسبت بھی ہے ارتقائے نسبت بھی ہے۔ غور سے سنیے! یہ سرکاری الفاظ ہیں یعنی مُنَزَّلٌ مِنَ السَّمَاءِ ، مِنَ الْاِلْهَامَاتِ سے ہیں۔ اللہ والوں کی دعاؤں کے صدقے میں اللہ سے وہ خاص تعلق ہو جانا جو اللہ اپنے اولیاء اور دوستوں کو دیتا ہے یعنی اپنا خاص تعلق علیٰ سطح الولایت نصیب فرمادے یہ عطائے نسبت ہے، پھر اس کو باقی بھی رکھے یہ بقائے نسبت ہے اور پھر اس میں ترقی بھی ہوتی رہے یہ ارتقائے نسبت ہے۔ یہ تین الفاظ اللہ نے مجھ کو نصیب فرمائے۔ یہ تینوں نعمتیں اہل اللہ کی صحبت میں موجود ہیں۔ اس لیے میں نے کہا کہ یہ آیت نسبت مع اللہ کے تمام درجات و مقامات کا خدائی منشور ہے۔

دنیا میں کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہوا جب تک اس نے کسی ولی کی تربیت اور صحبت نہ اُٹھائی ہو۔ جس طرح میاں بیوی کی صحبت کے بغیر کسی انسان کا ظاہری وجود

نہیں ہوا اسی طرح آج تک جب سے زمین وآسمان قائم ہوئے کسی کا روحانی وجود، ایمانی وجود، نسبت مع اللہ کا وجود اللہ والوں کی صحبت کے بغیر نہیں ہوا یعنی بدون صحبتِ اہل اللہ کوئی شخص ولی اللہ نہیں ہوا۔ میرا اللہ والوں سے تعلق شروع کرنے کا سبب صرف ایک جملہ بنا، جب کہ میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا، سمجھیے کہ میں بزرگوں کی گود میں بالغ ہوا ہوں۔ وہ جملہ یہ تھا کہ اللہ جس کو اپنا ولی بنانا چاہتا ہے اس زمانے کے کسی ولی سے اس کی دوستی کرادیتا ہے اور وہ ان کے پاس آنا جانا شروع کر دیتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ اس ولی کی صحبت سے ولی ہوجاتا ہے۔ اس لیے ایک ولی اللہ جب دنیا سے جاتا ہے تو ہزاروں کو ولی بنا کر جاتا ہے ورنہ آج پوری دنیا میں اولیاء اللہ کا بیج بھی نہ ملتا۔ آپ کو روئے زمین پر ایک ولی اللہ بھی نہ ملتا، لیکن اللہ کا دستور یوں ہی جاری ہے کہ ایک ولی کی صحبت سے لاکھوں ولی بن جاتے ہیں۔ اس لیے میں اس آیت کو دین کی بنیاد اور عطائے نسبت، بقائے نسبت اور ارتقائے نسبت کا خدائی منشور سمجھ کر بار بار ذکر کرتا ہوں لیکن اس کے مضامین آپ کو بدلے ہوئے ملیں گے۔ آیت تو وہی ہوگی مگر جو مضامین عطائے حق ہیں تو ان شاء اللہ! آپ کو ضرور بدلے ہوئے ملیں گے۔

اللہ والوں سے محبت کا انعام

آخر میں دوسری نعمت بیان کرتا ہوں، یہ نعمت بھی یہاں آکر ملی ہے۔ حضرت حکیم الامت تفسیر بیان القرآن میں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ[۸۵] کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ جب قیامت قائم ہوجائے گی تو کافروں کی آپس میں جو رشتہ داریاں ہیں وہ ان کے کچھ کام نہیں آئیں گی کہ یہ میری بیوی ہے، یہ میرا بیٹا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ چوں کہ یہ آیت کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اس کا عکس یہ ہوگا کہ جو مسلمان آپس میں اللہ کے لیے اللہ والوں سے تعلق قائم کرتے ہیں تو قیامت کے دن یہ تعلقات فائدہ سے خالی نہیں جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ والوں سے

۸۵؎ المؤمنون:۱۰۱

تعلق ہے خواہ صورتاً یا حقیقتاً، حقیقتاً تو یہ کہ وہ اس اللہ والے کی اولاد ہیں اور صورتاً یہ کہ وہ اس اللہ والے سے بیعت ہیں۔ تو یہ تعلقات قیامت کے دن غیر مفید نہیں ہوں گے اور قیامت کے دن کام آئیں گے۔ ان شاء اللہ!

اہل اللہ سے محبت ذریعۂ نجات ہے

دیکھیے! آج یہ بات عجیب ہو رہی ہے، کوئی مضمون مسلسل نہیں ہے، واقعات اور حکایاتِ اہل اللہ پیش کر رہا ہوں۔ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ آج کا دن اسی کا ہو گیا۔ اب حضرت جلال آبادی کی ایک بات اور سناتا ہوں کہ جب ریل چلتی ہے تو فرسٹ کلاس ڈبے بھی انجن کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اور تیسرے درجے یعنی تھرڈ کلاس کے ڈبے بھی انجن سے جڑے ہوتے ہیں جن کی سیٹوں کے اسکرو ڈھیلے ہوتے ہیں، چوں چاں کی آوازیں آتی ہیں، پورا ڈبہ ہلتا رہتا ہے، تھرڈ کلاس ڈبے میں بالکل چین نہیں ملتا لیکن جب وہ ریل منزل پر پہنچے گی مثلاً کراچی سے لاہور تو کیا وہ تھرڈ کلاس والے ڈبے بھی فرسٹ کلاس والوں کے ساتھ منزل پر نہیں پہنچیں گے؟ پہنچ جائیں گے نا؟ بس فرمایا کہ بزرگوں سے تعلق رکھو ان شاء اللہ! جہاں ان کا حشر ہو گا وہاں ہمارا بھی حشر ہو گا، بس ان سے لگے لپٹے رہو۔ ہم تھرڈ کلاس کے ڈبے ہیں ہمارے اسکرو بھی ڈھیلے ہیں، سیٹیں بھی ڈھیلی ہیں، یعنی ہمارا عمل ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر ہمارا ڈبہ انجن سے جڑا ہوا ہے تو ان شاء اللہ! ہم بھی منزل پر پہنچ جائیں گے۔

اہل اللہ کے صحبت کی برکات

بالا کوٹ کے مجاہدوں کا قافلہ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک شخص اس غرض سے کھڑا تھا کہ ایک نظر مجاہدین کے اس قافلہ کو دیکھ لوں جس میں سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید جیسے اولیاء ہیں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ حسبِ عادت نیچے دیکھ کر چل رہے تھے، اچانک جو نظر اٹھائی تو آپ کی نظر اس شخص کی نظر سے ٹکرائی تو ایک ہی نظر میں اللہ نے اس کو کیا دے دیا کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوتا تھا تو مسجد میں روشنی ہو جاتی

تھی۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حکیم الامت کے استاذ تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ معلوم کرو کہ یہ کون آتا ہے؟ جس کے آنے سے مسجد روشن ہو جاتی ہے۔ جب وہ حضرت کے پاس لائے گئے تو حضرت نے پوچھا کہ آپ کے آنے سے مسجد کیوں روشن ہو جاتی ہے؟ آپ ایسا کیا عمل کرتے ہیں؟ وہ رونے لگے کہ حضرت! میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے۔ بالاکوٹ جہاد کے لیے جب حضرت سید صاحب کا قافلہ جارہا تھا میں بھی راستہ میں کھڑا دیکھ رہا تھا تو سید احمد شہید کی نظر سے میری نظر مل گئی اس کے بعد سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر موضح القرآن کے مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے مسجد فتح پوری دہلی میں کئی گھنٹے عبادت کے بعد نکلے تو ایک کتا سامنے بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔ ان کے دل کا نور آنکھوں سے اس کتے پر پڑ گیا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا دہلی کے سارے کتے اس کے پاس ادب سے بیٹھ جاتے تھے، وہ کتوں کا پیر بن گیا۔ اس پر حکیم الامت نے ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا کہ آہ! جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے تو انسان کیسے محروم رہے گا۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب نے حکیم الامت کے انتقال کے بعد خواجہ صاحب کو پیر بنایا اور جب خواجہ صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمل پوری جو مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے والد اور حکیم الامت کے خلیفہ تھے ان سے فوراً رجوع کیا تاکہ سر پر اپنے بڑوں کا سایہ رہے اور جب ان کا انتقال ہوا تو مولانا شاہ عبد الغنی صاحب کو اپنا مربی بنالیا جب کہ حضرت والا خود بھی حکیم الامت کے خلیفہ ہیں۔ اللہ مرتے دم تک بزرگوں کا سایہ ہم کو نصیب فرمائے، آمین۔ اس پر میرے دو شعر ہیں:

میری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در میں مرنا

تبلیغ کے دو اہم لوازم

فرمایا کہ معلوم ہوا یہاں تبلیغی جماعت بھی آئی ہوئی ہے اس سے بڑا دل خوش ہوا۔ تبلیغی جماعت ہمارے بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی ہے جو حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قطبِ عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور چلتے پھرتے کتب خانہ تھے۔ انہوں نے ''ابو داوٗد شریف'' کی شرح ''بَذْلُ الْمَجْھُوْد'' سفر حج کے دوران لکھی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خلیل کو اللہ نے نسبتِ صحابہ عطا فرمائی ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے خلیفہ بھی ہوئے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم بھی تھے اور جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مدارس کا قیام بھی ضروری ہے اور خانقاہوں کا وجود بھی ضروری ہے۔ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اور ان کی دینی خدمات کی بنیاد ان ہی دو چیزوں پر ہے:(۱) علم کی نعمت انہوں نے مظاہر العلوم سہارن پور سے حاصل کی۔ اور (۲) تصوف اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اخلاص کی نعمت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کی صحبت سے حاصل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے دو چیزیں بہت ضروری ہیں۔ تبلیغ کی جس محنت و حرکات کا بانی ان دو صفات سے موصوف ہو تو سارے لوگوں پر لازم ہوا کہ ان دو صفات کو حاصل کریں ورنہ ان سے تبلیغ کا کام نہیں ہو سکے گا۔ ۱) علمِ دین کی نعمت۔ علمِ دین پڑھیں یا کتابوں سے سیکھیں۔ ۲) کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق ہونا چاہیے۔ اگر یہ دونوں باتیں اہم نہ ہوتیں تو اس جماعت کے بانی نے بھی حاصل نہ کی ہوتیں۔ کیوں کہ تبلیغ کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ علم نہ ہوگا تو تبلیغ کس چیز کی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ[۸۶]

۸۶؎ المآئدۃ:۶۷

اے نبی! تبلیغ کیجیے اس کی جو آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مَا اُنْزِلَ کا علم ضروری ہے ورنہ تبلیغ کس چیز کی کروگے؟ اور دوسرے شعبہ تزکیہ وتصوف کے متعلق بس اتنا ہی کہوں گا کہ تبلیغ کا اتنا بڑا کام اس شخص سے لیا گیا جس نے ایک عمر خانقاہ میں ایک اللہ والے کی صحبت وخدمت میں گزاری اور اپنے نفس کا تزکیہ کرایا اور لوگوں کے لیے داعی الی اللہ بننے کے لیے اور ان کی اصلاح وتربیت کے لیے سندِ خلافت عطا ہوئی۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کام کسی ایسے عالم سے کیوں نہیں لیا گیا جس نے کسی اللہ والے سے اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرایا؟ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں اللہ والا بننے کے لیے یہ دونوں چیزیں انتہائی اہم ہیں۔ لہٰذا اس کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیے۔

کامل دیوانۂ حق کون ہے

تو حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ کے دیوانے دوسروں کو بھی اللہ کا دیوانہ بناتے ہیں۔ کامل دیوانہ وہ ہوتا ہے جو دیوانہ ساز بھی ہو۔ اگر خود اکیلا دیوانہ ہے دوسروں کو دیوانہ نہیں بناتا تو ابھی وہ کامل دیوانہ نہیں ہے بالغ نہیں ہے، روحانی اولاد سے محروم ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو! کہ کامل دیوانہ جب ہوتا ہے جب دیوانہ سازی آجائے، اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جہاں بیٹھ جائے، جہاں آہ ونالہ کرے، جہاں گریہ وزاری کرے وہیں لوگ جمع ہوجائیں اور اللہ کے دیوانے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو اس قابل کردیں کہ ہم خود بھی دیوانے بنیں اور دیوانہ سازی بھی کریں۔ کامل بنیں، روحانی طور پر بالغ بنیں کہ ان سے دوسرے بھی دیوانے بن جائیں۔

دیوانۂ حق بننے کا طریقہ

لیکن اللہ کا دیوانہ کیسے بنیں؟ کسی دیوانے کے ساتھ رہو اور اس کی طرح غیر اللہ سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میں تمہیں مل جاؤں گا لیکن گدھوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ یہ بات اہلِ دل، اہلِ عقل اور اہلِ قسمت کی سمجھ میں آتی ہے۔ کیا چھوڑا اور کیا پایا اس کا Difference نکالو۔ جب عمل کروگے تو پتا چلے گا کہ عورتوں اور لڑکوں کو چھوڑا اور اللہ کو پالیا۔

معیتِ صادقین مطلوب ہے تقریر نہیں

ارشاد فرمایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے معلوم ہوا کہ معیتِ صادقین مطلوب ہے صادقین کا ساتھ مطلوب ہے۔ اس میں کہاں ہے کہ وہ تقریر کررہا ہو؟ صرف رہنا مطلوب ہے۔ کُوْنُوْا کے معنٰی ہیں رہ پڑو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے کہ صادقین سے مراد ہے کہ صَادِقِیْنَ فِی الْوِلَایَۃِ کے ساتھ رہ پڑو، تقویٰ میں کاذب نہ ہو، دردِ دل اس کا صادق ہو، جو تنہائی میں ہو وہی بازاروں میں بھی ہو۔ یہ نہیں کہ مسجد کے گوشہ میں تو باخدا ہے اور بازاروں میں جاکر شیطان ہے کہ ہر عورت کو دیکھ رہا ہے۔ مومنِ کامل وہی ہے جو ہر جگہ باخدا ہے، اس کی نسبت کسی وقت کمزور نہ ہو لَایَتَغَیَّرُ بَاطِنُہٗ مِنْ ظَاھِرِہٖ ظاہری حالات سے اس کا باطن متأثر نہ ہو۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے ظاہر ہے کہ اگر شیخ خاموش بیٹھا ہے تو بھی "کُوْنُوْا" ہے۔ معیت حاصل ہے کہ نہیں؟ تقریر ضروری نہیں۔

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ ہجرت کا حکم تمام صحابہ کو دیا گیا کہ جہاں میرا نبی جارہا ہے تم سب وہاں جاؤ، کعبہ سے مت چپکے رہو۔ کعبہ میرا گھر ضرور ہے اس کا طواف ضروری ہے مگر اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا۔ لہٰذا جہاں میرا نبی جارہا ہے تم بھی چلے جاؤ۔ اور کسی صحابی کو اجازت نہیں ملی کہ کعبہ میں رہ جائے۔ اس سے سبق ملا کہ اہل اللہ کی صحبت بہت ضروری ہے۔ فرض حج اور دوسرے واجبات کے بعد صحبتِ اہل اللہ بہت ضروری ہے، اللہ والوں سے چپکے رہو جیسے چھوٹا بچہ ماں سے چپکا ہوا دودھ پیتا رہتا ہے۔ میرے شیخ حضرت عبدالغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ اختر میرے پیچھے اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مصافحہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ اور ملاقات کی کوئی صورت نہیں

ہے۔ سوائے اس کے کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر مرید ہو جائے تو اس شیخ کا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا اپنے شیخ کے ہاتھ میں اور یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ[۸۷] اے صحابہ! تم جو میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہو تو اس کو تم نبی کا ہاتھ مت سمجھو وہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس طرح اللہ کا مصافحہ ہوا کہ نہیں؟ اس واحد طریقے کے علاوہ اللہ سے مصافحہ کا طریقہ کوئی ہمیں بتادے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں اللہ والا ہو، متبع سنت ہو، متبع شریعت ہو، سلسلۂ بزرگان کا صحبت یافتہ واجازت یافتہ ہو، اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آجائیں۔ اس کے تمام کردار، اطوار، گفتار، رفتار سب ایسے ہوں کہ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آجائے یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو، متبع شریعت ہو۔ متقی ہو، ایسے کمینہ فعل میں مبتلا نہ ہو کہ دیکھ کر جی چاہے کہ اس کے منہ پر تھوک دو اور جوتے لگاؤ کیوں کہ اگر تقویٰ نہ ہوا تو اس کی صحبت سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے معنیٰ ہیں کہ جو تقویٰ میں صادق ہیں ان کے ساتھ رہو تو تم بھی متقی ہو جاؤ گے۔ پس جو متقی نہیں اس کے ساتھ رہنے کا حکم نہیں ہے۔

ہجرت سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ ہجرت سے اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اہل اللہ سے اللہ ملتا ہے۔ حج و عمرہ ادا ہو گا کعبہ شریف سے مگر اصلاحِ باطن اور نفس کی اصلاح اللہ کے رسول سے ملے گی۔ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ ان بتوں کو نبی نے نکالا، کعبہ میں خود صلاحیت نہیں تھی کہ ان کو نکال دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو ساٹھ بتوں کو کعبہ سے نکال دیا اور غیر اللہ کے بتوں کو دلوں سے نکادیا۔ پس اللہ کے نبی کے جو وارث ہیں یعنی علماء، وہ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَةِ امت کے قلوب سے غیر اللہ کے بتوں کو قیامت تک نکالتے رہیں گے، چاہے وہ بت پتھر کے ہوں یا چلتے

۸۷؎ الفتح: ۱۰

پھرتے انسانوں کے ہوں۔ اللہ والے ہمارے دلوں سے ان چھپے ہوئے بتوں کو نکالتے ہیں اور حسینوں کی ناپاک محبت کو نکال کر دل کو پاک کر دیتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ پاک دلوں میں ہی آتے ہیں۔

اہل اللہ کی معیت کا انعام

ایک صاحب نے سوال کیا کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کس کو نصیب ہو گا؟ ارشاد فرمایا کہ جو یہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ اُن کی مَعِیَّۃ فِی الدُّنْیَا مَعِیَّۃ فِی الْجَنَّۃْ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اگر وہاں ساتھ رہنا ہے تو یہاں ساتھ رہنے کی کوشش کرو۔ اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے دے۔

دین سیکھنے کے لیے والدین کی اجازت کا مسئلہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ شیخ کے پاس جانے کو اگر ماں باپ منع کریں تو کیا کرے؟ ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "امداد الفتاویٰ" میں فتویٰ لکھا ہوا ہے کہ دین سیکھنا فرض ہے اس لیے اگر ماں باپ منع کرتے ہوں تو بلا اجازت کسی بہانے سے شیخ کے پاس چلا جائے، اور بیوی کی اجازت کے بغیر بھی آسکتا ہے۔ بیوی منع کرتی ہو تو کوئی بہانا کر دو کہ کسی کام سے جا رہا ہوں اور تمہارے لیے بہت عمدہ کپڑا لاؤں گا۔ بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا سچ بولنے سے زیادہ ثواب ہے کیوں کہ اس کا دل خوش کرنا ثواب ہے۔ مثلاً ایک چیز بیوی کے لیے پانچ روپے کی لائے اسے بتاؤ کہ یہ پچاس کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ملے گا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں کا دین کے لیے آنا زیادہ مفید ہے۔ اللہ کا زیادہ فضل ہوتا ہے۔ جو اصلاح کے لیے آتے ہیں اُن کو نفع ہوتا ہے ورنہ مجمع میں وعظ سن کر چل دیے اور بس۔

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے

پوچھا کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں یہ تاثیر کیوں ہے کہ ان کی صحبت میں آدمی کو اللہ کی طرف جذب نصیب ہوجاتا ہے؟ فرمایا: یہ نہ پوچھو۔ مقناطیس میں کھینچنے کی قوت کیوں ہے کہ لوہے کو کھینچ لیتا ہے؟ جس طرح مقناطیس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی صحبت میں اللہ کی طرف جذب نصیب ہوجاتا ہے اور بغیر جذب کے کسی کو وصول الی اللہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ غیر محدود راستہ ہماری محدود کوششوں سے کیسے طے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا سلوک بھی جذب ہی سے طے ہوتا ہے۔ آخر میں ہر سالک کو اللہ تعالیٰ جذب فرمالیتے ہیں۔

اہل اللہ سے حاصل کرنے کی چیز

ارشاد فرمایا کہ بزرگانِ دین کی صحبت سے اور اُن کے غلاموں کی صحبت سے کیا حاصل کرنا چاہیے؟ غلام اس لیے کہتا ہوں تاکہ میں بھی شامل ہوجاؤں۔ بزرگوں کی غلامی تو میں نے کی ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ لہٰذا بزرگانِ دین کی یا اُن کے غلاموں کی صحبت مل جائے تو کیا چیز حاصل کرنا چاہیے؟ روزہ نماز تو سب سیکھ لیتے ہیں۔ اللہ والوں سے اور ان کے غلاموں سے تقویٰ سیکھنا چاہیے کہ گناہوں سے بچنا آجائے۔ گناہوں سے بچنے کی ہمت پیدا ہوجائے کہ چاہے کتنی حسین عورت ہو، کتنا حسین لڑکا ہو اس کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو۔ ان شاء اللہ! بہت جلد ولی اللہ بن جاؤ گے۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کی دلنشین تشریح

اور ''فَادۡخُلِیۡ'' امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں دو زمانہ ہوتا ہے: حال اور استقبال۔ تو معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صرف ایک دفعہ کی ملاقات پر قناعت نہ کرنا، حال میں بھی ملو اور آیندہ بھی ملتے رہنا۔ یہ نہیں کہ ان سے مل کے جاؤ اور پھر ان کو بھول جاؤ اور ہمیشہ کے لیے حوروں سے لپٹ جاؤ۔ اگرچہ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت کی نعمتیں سر آنکھوں پر رکھو مگر اہل اللہ کی ملاقات پہلے کرو، اس وقت بھی اور حوروں کا مزہ لینے کے بعد بھی۔ بار بار اللہ والوں سے ملو حالاً بھی استقبالاً بھی۔ تمہارا حال اور استقبال اہل اللہ کی ملاقات سے محروم نہ رہے کیوں کہ ان ہی کی بدولت تم جنت میں آئے ہو اس لیے ذریعہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان کیا۔ بغیر اہل اللہ کی صحبت کے گناہ نہیں چھوٹتے اور گناہ نہ چھوٹتے تو جنت میں بھی نہ آتے۔ لہٰذا اہل اللہ کا ساتھ جنت میں بھی نہ چھوڑنا۔ جنت کی نعمتوں میں مشغول تو ہونا مگر اللہ والوں کے پاس نعمت دینے والا ہے۔ داخل ہوتے ہی ان سے ملو اور پھر جنت کی نعمتوں میں مشغول ہونے کے بعد بھی ان کے پاس آتے جاتے رہو۔

فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کی دوسری دلنشین تشریح

اور فَادۡخُلِیۡ بِعِبَادِیۡ نہیں فرمایا کہ میرے بندوں کے پاس جاؤ بلکہ فرمایا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ یعنی سر سے پیر تک دل اور جان اور جسم، سب لے جاؤ۔ دخول کی دو قسمیں ہیں: دخولِ تام اور دخولِ ناقص۔ تام یہ ہے کہ جسم دل اور جان سب داخل ہو جائے۔ اور ناقص یہ ہے کہ جسم داخل ہو اور دل کہیں اور ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس اندازِ بیان پر قربان ہو جائے تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ فرمایا۔ چوں کہ ظرف مظروف کو بالکل گھیر لیتا ہے، اللہ والوں کے ظرف میں تمہارے قلب اور جسم وجان کا مظروف بالکل سما جائے۔ اس کے بعد وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ہے۔ اور جنت کی نعمت خالص ہے، وہاں کوئی الم اور رنج و غم نہیں ہو گا جنت میں خالص راحت ہو گی، تو خالص راحت میں پہلی راحت اللہ تعالیٰ نے یہی بیان کی کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ تم کو بہت آرام ملے گا کیوں کہ ان کے پاس آرامِ جاں ہے وہ اپنے دل میں خالق کو لیے ہوئے ہیں اس لیے ان کے پاس تم کو مکمل اور بے مثل آرام ملے گا۔ اس لیے جسم سے، دل سے، روح سے میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ خالی جسم نہ لے جاؤ، کہ بیٹھے تو ہو اللہ والوں کے پاس اور دل حوروں میں لگا ہوا ہے۔ اس لیے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ہے کہ میرے بندوں

میں داخل ہو جاؤ مع جسم و دل اور روح کے، اور جنت میں یہ خود بخود ہو گا۔ اللہ کے خالص بندوں کی ملاقات میں حوریں وغیرہ یاد نہ رہیں گی کیوں کہ ان کے پاس اللہ ہے جو خالقِ حور ہے، جو جنت کی تمام نعمتوں کا خالق ہے۔ پس اللہ والوں کے پاس خالقِ جنت ہے۔ اس لیے پہلے ان کے پاس بیٹھو پھر بعد میں جنت میں جاؤ۔

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور بزرگوں سے بھی سنا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں یہ خاصیت ہے کہ جو اُن کے ساتھ رہتا ہے اللہ والا بن جاتا ہے۔ ان کی صحبت میں یہ اثر کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ حکم ہے **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ** کہ اللہ کے اخلاق کو اختیار کرو، اور اللہ والے اس صفت سے متصف ہوتے ہیں **متخلق باخلاق اللہ** ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں ایک صفت ہے جس کی خبر قرآنِ پاک نے دی ہے کہ **اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ**[۵۸] اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اللہ والے اس صفت کے مظہر ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے ظاہر ہونے کی جگہ اولیاء اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو اپنی تجلی اجتباء کا مرکز بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا جو ان کے پاس رہے گا اس کو بھی جذب مل جائے گا، وہ بھی اللہ کی طرف کھینچ جائے گا، لیکن جذب کسی کو جلد اور کسی کو دیر سے ملتا ہے۔ سوکھی لکڑی جلد جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی دھواں دیتی رہتی ہے دیر سے جلتی ہے۔ جو لوگ گناہوں کی زندگی گزار چکے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اُن کو اللہ والا ہونے میں وقت لگے گا۔ اس میں شیخ کا قصور نہیں ہے، طالب کا اپنا قصور ہے۔ جو مریض بدپرہیزی کرے گا اس کا مرض کیسے اچھا ہو گا؟ ڈاکٹر لاکھ اچھی دوا دے لیکن اگر مریض چھپ چھپ کر بدپرہیزی کرتا ہے تو شفا کیسے ہو گی؟ ڈاکٹر کا اس میں کیا قصور ہے؟ پہلے گناہ چھوڑو پھر اللہ کو پاؤ گے۔ گناہ چھوڑنا شرط ہے۔ دلیل **اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ**

۵۸؎ الشوریٰ: ۱۳

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود نفی فرمادی کہ ہمارا کوئی ولی نہیں مگر متقی بندے۔ یعنی جو گناہوں سے بچتے ہیں، جو اللہ والوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور اللہ والا بننا چاہتے ہیں لیکن نفس سے مغلوب ہو کر گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے لیکن پھر توبہ کرتے ہیں ایک دن ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی برکت سے جذب فرمالیتے ہیں۔ ان کو بھی جذب کی تجلی مل جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کا ارادہ ہی نہیں کرتے اور ٹھان رکھا ہے کہ گناہ نہیں چھوڑنا ہے اُن پر اللہ والوں کے جذب کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کو بجلی کا کرنٹ لگا ہو تو جو اس کے پاس جاتا ہے اس کو بھی کرنٹ لگ جاتا ہے لیکن جو کرنٹ سے بچنا چاہتے ہیں وہ لکڑی کی کھڑاؤں پہن کر جاتے ہیں جس سے بجلی ان کو نہیں کھینچتی۔

اسی طرح جو گناہوں کی لکڑی پر پیر رکھے ہوئے ہیں اللہ والوں کی جذب کی بجلی ان کو نہیں لگتی اور وہ محروم رہتے ہیں۔ دنیا کی کرنٹ ہلاک کرتی ہے اور اللہ کے جذب کی کرنٹ حیات دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجذوب حیاتِ جاوداں پا جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کہاں سے حاصل ہوتی ہے

عشقِ مجازی میں زندگی ضایع ہوتی ہے کیوں کہ محبوبانِ مجازی سب فانی ہیں۔ محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اس کے علاوہ کوئی محبت کے قابل ہی نہیں۔ یا جو لوگ محبت کے قابل ہیں وہ اللہ والے ہیں۔ کیوں کہ اللہ کی محبت ان سے ملتی ہے اس لیے ان کی خدمت کی جاتی ہے۔ بغیر اللہ والوں کی محبت کے اللہ تعالیٰ کا ملنا ناممکن ہے۔ بزرگوں کا اس پر اجماع ہے۔ صوفیا کا بھی اور علماء کا بھی، کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے نفس فنا ہوتا ہے چاہے جلدی یا دیر سے، یہ اپنی اپنی صلاحیت پر ہے۔ سوکھی لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی سوں سوں کرتی ہے اور بہت دیر کے بعد اُس میں آگ لگتی ہے۔ مگر اللہ والوں کی صحبت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اگر کوئی بزرگ بہت مشہور ہے اور طالب پوچھتا ہے کہ یہ کس کے صحبت یافتہ ہیں؟ لیکن اگر یہ پتا چلے کہ کسی کے صحبت یافتہ نہیں ہیں تو آدمی کا اعتقاد ختم ہو جاتا ہے کیوں کہ کسی اللہ والے کی صحبت کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔ اللہ والوں کی محبت اللہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور یہی محبت قائم رہتی ہے، دنیاوی محبت قائم نہیں رہتی۔

شیخ کا کٹ آؤٹ

جنوبی افریقہ کے ایک شیخ الحدیث جو حضرت والا دامت برکاتہم کے مُجاز بھی ہیں، فرمارہے تھے کہ برازیل میں انہوں نے عربوں میں حضرت والا کے مضامین بیان کیے۔ عربوں نے سنا اور بہت متأثر ہوئے اور پرتگالی زبان میں بھی ترجمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمادے اور اپنی کرم سے قبول فرمالے۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ شیخ کٹ آؤٹ(Cutout)ہوتا ہے، اگر وہ ہٹ جائے اور رخ بدل دے تو مرید گیٹ آؤٹ(Getout)ہوجائے گا۔ کٹ آؤٹ چھوٹا سا ہوتا ہے مگر بڑی بڑی مشینیں اُسی سے چلتی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم (افسوس! اب حضرتِ دار آخرت کی طرف کوچ فرماگئے) حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرتاب گڑھی اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کے کٹ آؤٹ سے ہمارا کام چل رہا ہے۔ سب ان بزرگوں کی برکت ہے اور ان کا فیض ہے۔ اللہ والوں کی غلامی اختر کو ملی ہے اس پر اللہ کا شکر ہے۔

صحبتِ صالحین کے ذریعے نفس کی شرارت سے بچاؤ

یہ دلیلِ اوّل ہے، آپ ثانی چاہتے ہیں کہ نہیں؟ بہت سی چیزیں ثانی چاہتے ہو جیسے عقدِ ثانی۔ کسی کے کان میں کہہ دو کہ دوسری شادی کروگے؟ تو کہے گا ہاں ہاں! پہلی تو ہوچکی دوسری کا ارادہ ہے۔ وہ دوسری دلیل کیا ہے؟ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ تمام شرارتیں تمہارا نفس کرتا ہے چاہے فاعل بنو چاہے مفعول بنو، جو کچھ بھی تم کرتے ہو تمہارے نفس کی شرارت ہے، حماقت ہے، جسارت ہے، حرارت ہے۔ تمہارا نفس گناہ کرتے کرتے گناہ گار زندگی کا عاشق ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی زندگی تمہارے کمینہ پن کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اگر تمہاری طبیعت سلیمہ ہوتی تو تم کو گناہ سے خودبخود نفرت ہوتی مگر تم پرانے چور ہو، بچپن سے عادت بگڑی ہوئی ہے۔ بچپن سے عادت بگڑ جاتی ہے تو بہت مشکل سے ٹھیک ہوتی ہے۔ بس جس پر اللہ تعالیٰ فضلِ خاص کردیں

وہی بچ جاتا ہے۔ ورنہ بچپن کی بگڑی ہوئی عادت بڑھاپے تک چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ تم کمینہ پن اور ذلالت کرتے ہو سب تمہارے نفس کی شرارت ہے۔ نفس اٰمِرْ نہیں ہے، اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْءِ ہے لہٰذا ہوشیار رہو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ مگر جن پر رب کا سایۂ رحمت ہو جائے۔ لہٰذا سایۂ رحمت میں جو لوگ ہیں ان کی برکت سے تم گناہوں سے، نفس کی شرارت سے، نفس کی جسارت سے، نفس کی حرارت سے بچ سکتے ہو بشرطیکہ جتنے میری رحمت کے واسطے ہیں جن پر میری رحمت برستی ہے ان کے سائے میں رہو۔ کون لوگ ہیں وہ؟ اہل اللہ اور اہل اللہ کے غلام۔ اور جو شخص نفس سے مغلوب ہو کر گناہ سے منہ کالا کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔ جس کے دن اچھے ہوتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ توفیقات سے مدد پہنچا دیتے ہیں۔

سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

کوئی کہے کہ ہم کہاں اللہ والے ڈھونڈیں؟ تو کہہ دو کہ اگر اللہ والے نہ ملیں تو آنکھیں تو ہیں، دیکھتے تو ہو کہ فلاں آدمی نے فلاں اللہ والے کی صحبت اٹھائی ہے۔ لہٰذا اللہ والے مل جائیں تو کیا کہنا ہے ورنہ اللہ والوں کے غلاموں سے بھی وہی کام ہوتا ہے۔ اس کی مثال سن لیجیے۔ اگر حکیم اجمل خان کا ایک شاگرد ڈربن میں ہو تو جب سن لو گے کہ حکیم اجمل خان کا صحبت یافتہ ہے تو چاہے مہنگا علاج کرتا ہو اسی سے علاج کراؤ گے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے غلام کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں شامل ہیں، اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین متقین کی صحبت میں رہو تو متقین میں سب آ گئے، اہل اللہ بھی آ گئے، ان کے غلام بھی آ گئے۔ اور دنیاوی حکیم تو علاج کا پیسہ لیتے ہیں لیکن اللہ والے اور ان کے غلام کوئی پیسہ نہیں لیتے۔ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے لیے اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی جان گھلاتے ہیں۔

ہدایت کی علامت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر فدا ہونا اللہ والوں کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو اس کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ

اس کے دل میں وقت کے کسی ولی کی محبت ڈال دیتے ہیں پھر وہ اس ولی کی صحبت میں رہتا ہے۔ اس کی عبادت، اس کی فدا کاری اور وفاداری دیکھتا ہے تو اپنی بے وفائیوں، اپنی نافرمانیوں، اپنی حرام کاریوں اور اپنی بد معاشیوں پر نادم ہو جاتا ہے۔ اور اسے توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔

مگر تمہیں یہ ڈر کیسے ملے گا؟ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اللہ والوں کے پاس رہو۔ لاکھ کتابیں پڑھتے رہو مگر کتاب پڑھنے سے بد معاشی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اگر اللہ والوں کی صحبت نہ ملی تو سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی بد معاشی کرے گا۔ اس لیے اللہ والوں کی صحبت میں رہو یا اللہ والوں کے غلاموں کی صحبت میں رہو۔ اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟ کہ اس نے غلامی کی ہو اللہ والوں کی۔

اہلِ سلسلہ کے لیے تین عظیم نعمتیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں اور فرمایا کہ ان شاء اللہ! میری تینوں دعائیں قبول ہو گئیں۔ اس لیے میرے سلسلے میں جو داخل ہو گا اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ! تین نعمتیں حاصل ہوں گی:

۱۔ روزی کی فراغت۔ ان شاء اللہ! کسی کو فاقہ نہیں ہو گا۔

۲۔ اطمینان وجمعیتِ قلب۔

۳۔ حسنِ خاتمہ۔ ان شاء اللہ! خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

اور مشاہدہ بھی ہے کہ اس سلسلے والوں کو یہ سب نعمتیں حاصل ہیں۔

صحبتِ شیخ جلد صاحبِ نسبت ہونے کا راستہ

اور اگر یہ تعلق غیر مفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم نہ

دیتے۔ جس کا ترجمہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے کہ متقین بندوں میں رہ پڑو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کامل کا ساتھ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اوصاف اس کے ساتھ رہنے والوں میں جذب ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہوجائے گا۔ اسی لیے اہل اللہ اپنے شیخ کی صحبت میں رہنے پر زور دیتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء مرید ہونے سے کیوں کتراتے ہیں؟ کیوں کہ اس میں نفس کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ افوہ! میں تو بندے کا بندہ بن جاؤں گا۔ میں بھی ایک بندہ ہوں اور شیخ بھی ایک بندہ ہے تو بندے کا بندہ اور غلام کا غلام کیوں بنے؟ مگر ان اہلِ نفس کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اسی طریقے سے ہوتا ہے کہ اس بندے نے میری وجہ سے ایک بندے کی غلامی اختیار کی ہے کیوں کہ وہ نیک گمان رکھتا ہے کہ یہ شخص اللہ کا ولی ہے اس لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم سمجھ کر غلامی کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقے سے بہت جلد فائدہ پہنچتا ہے اور بندہ جلد صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے۔

اللہ والوں کے دل تقویٰ کی کانیں ہیں

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ والوں کے دل تقویٰ کی کانیں ہیں پس جس طرح سونا، سونے کی کان سے، چاندی، چاندی کی کان سے، نمک کو نمک کی کان سے حاصل کرتے ہیں، تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے خزانے کو اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل کرنا چاہیے۔ اور جس طرح نمک کی کان میں ایک گدھا گر کر مر گیا تو وہ بھی نمک بن گیا تھا اسی طرح ان کی صحبت میں اپنی رائے فنا کرکے اپنے جاہ و مرتبہ کو مٹا کر کچھ دن رہ لیجیے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ بھی اللہ والے بن جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم پتھر ہو تو نا اُمید نہ ہو، اہلِ دل کے پاس جانے سے موتی بن جاؤ گے۔

صحبتِ شیخ کا نفع اور ذکر و فکر

اگر صحبت شیخ کی میسر ہو لیکن التزامِ ذکر و فکر نہ ہو تو بھی نفع کامل نہیں ہوتا۔

ذکر سے دل میں نرمی اور قبولِ اثرِ صحبت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ کاشت کار بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو نرم کرتا ہے یعنی اس میں سے کنکر پتھر نکالتا ہے پھر بیج ڈالتا ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ سے غیر اللہ کے کنکر پتھر دل سے نکل جاتے ہیں۔ پھر دل میں صحبتِ شیخ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل اللہ کے فیضِ صحبت کی مثال

صحبت کی نافعیت کی ایک عجیب مثال حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ وہ یہ کہ مثلاً دو تالاب ہیں۔ ایک میں خوب مچھلیاں ہیں اور دوسرا خالی ہے۔ اگر یہ خالی تالاب چاہے کہ مچھلیاں میرے اندر بھی آجائیں تو اس تالاب کو دوسرے تالاب سے اتصال حاصل کرنا پڑے گا کیوں کہ مچھلیاں خشکی کا فاصلہ طے کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی طرح جو دل صاحبِ نسبت ہے اس کے تمام انعاماتِ ولایت مثل علوم و معارف، صدق و یقین، تقویٰ و خشیت وغیرہ دوسرے خالی دل میں اس وقت آسکتے ہیں جب کہ یہ خالی دل اس قلبِ عارف سے متصل ہو جائے اور یہی تعلقِ خُلت یعنی گہری اور خالص دوستی کا تعلق ہے کہ دل کو دل سے ملادے پس بقاعدہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ[۸۹] کہ ہر دوست اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس کا سارا دین اس کے اندر منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ اللہ تک پہنچنے کا بہت ہی آسان راستہ ہے۔ اسی لیے مولانا رومی نے فرمایا ہے کہ ؂

مہرِ پاکاں در میانِ جاں نشاں
دل مدہ اِلّا بہ مہرِ دل خوشاں

اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی محبت اپنی جان کے اندر بٹھالو اور دل کسی کو مت دو سوائے ان کے جن کے دل اللہ کی محبت سے اچھے ہو گئے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ اور نصابِ ولایت

اگر تین چیزیں ہوں تو آدمی ولی اللہ بن جائے گا:

۸۹؎ جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

۱) شیخ کی صحبت جو وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ[۹۰] سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے محمد! آپ صحابہ کو بھی وقت دیجیے، ان کے پاس رہیے چاہے اس کے لیے آپ کو تکلیف اٹھانی پڑے لیکن آپ صبر کیجیے اور اپنے پھول سے ان کو خوشبودار کر دیجیے کیوں کہ آپ کی صحبت سے ہمیں اسلام پھیلانا ہے۔

۲) یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ ذکر بھی کرو، اللہ کا نام بھی لو تاکہ اللہ تک پہنچ جاؤ کیوں کہ اللہ کے نام میں میگنٹ ہے۔ جو میگنٹ پیدا کرتا ہے کیا اس کے نام میں میگنٹ نہیں ہوگا؟ میرے شیخ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچاتا ہے۔ اللہ اللہ کرنا ہمیں اللہ تک پہنچاتا ہے۔ تو دو چیزیں ہو گئیں: شیخ کی صحبت اور ذکر اللہ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جارہا ہے کہ وَاصۡبِرۡ آپ صحابہ کے ساتھ صبر کرکے رہیے کیوں کہ یہ لوگ ہمارا ذکر کررہے ہیں۔ ہم آپ کو غیروں کے پاس بیٹھنے کو نہیں کہہ رہے ہیں آپ میرے عاشقوں میں بیٹھیے۔

۳) یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ ان صحابہ کے قلب میں، میں مراد ہوں یُرِیۡدُوۡنَ مضارع ہے جس میں دو زمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، کیا مطلب؟ کہ ان کے دل میں اس وقت بھی میری ذات مراد ہے، یہ محض کھانے پینے والے نہیں ہیں میں ان کا مراد ہوں۔ اصلی مرید وہ ہے جس کے دل میں اللہ مراد ہو، اللہ کے سوا کوئی غیر اللہ مراد نہ ہو۔ جو شیخ کے ساتھ رہے وہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہ لائے کہ شیخ کے ساتھ سفر کروں گا اور طرح طرح کے شہر دیکھوں گا۔ طرح طرح کی شکلیں دیکھوں گا۔ شیخ کے پاس صرف اس لیے رہو کہ ہم کو اللہ مل جائے اور مضارع میں دوسرا زمانہ مستقبل کا ہے یعنی آیندہ بھی یہی ارادہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو مل جائے۔ تو ان شاء اللہ! ایک دن اللہ مل جائے گا۔

شقاوت سے بچنے کا ایک ہی راستہ

وَدَرۡکِ الشَّقَآءِ[۹۱] سے اگر بچنا ہے تو اللہ والوں کے جلیس بن جاؤ۔ آپ کو

---

[۹۰] الکھف: ۲۸

[۹۱] صحیح البخاری: ۹۷۹/۲ (۶۶۵۸)، باب من تعوذ باللہ من درک الشقاء وسوء القضاء، المکتبۃ المظھریۃ

شقاوت کے پکڑنے سے تحفظ حاصل کرنا ہے تو بدنصیبی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ جلدی سے کسی اللہ والے کے پاس بیٹھ جاؤ۔ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ[۹۲] پوری کائنات میں شقاوت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، بدبختی بدنصیبی سے بچنے کا پورے عالم میں کوئی راستہ نہیں ہے، آپ ساری دنیا میں بھاگے بھاگے پھرو۔ شرقًا، غربًا شمالًا جنوبًا مگر شقاوت پھر بھی پکڑ لے گی۔ لہٰذا لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ اہل اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ تو آپ کی شقاوت پر لَا داخل ہو جائے گا اور اس لَا میں آپ کو حالاً و استقبالاً حفاظت کی ضمانت ہے کیوں کہ لَا یَشْقٰی مضارع کا لفظ ہے۔ یعنی آپ کو مستقبل کی بدنصیبی سے بھی اس میں حفاظت اور ضمانت ہے۔ شقاوت سے فی الحال بھی محفوظ اور آیندہ بھی محفوظ رہو گے، ان شاء اللہ! بدنصیبی نہیں آئے گی۔ جو اللہ والوں کے ساتھ رہتے ہیں وہ مستقبل میں بھی بدنصیب نہیں ہو سکتے، مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانے ہوتے ہیں لہٰذا اللہ والوں کے دوست خوش نصیبی کے ساتھ جیتے ہیں اور خوش نصیبی کے ساتھ مرتے ہیں۔

اس کی شرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں ان الفاظ سے فرمائی ہے اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والے ان ہی کے ساتھ مندرج ہوتے ہیں۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کو اللہ ان ہی میں لکھ لیتا ہے۔ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ[۹۳] اور وہ تمام مہربانیاں جو اللہ والوں پر برستی ہیں اللہ ان کے ساتھیوں کو بھی دے دیتا ہے کیوں کہ یہاں مفعول لہٗ آرہا ہے، مفعول لہٗ فعل کا سبب بیان کرتا ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا میں نے پٹائی کی اس کی ادب سکھانے کے لیے تو ''تَادِیْبًا'' منصوب کیوں ہے؟ کیوں کہ مفعول لہٗ ہے اور اگر آپ نے مَشْدُوْدًا کہہ دیا کہ باندھ کر رسی سے مارا تو مَشْدُوْدًا اس کا حال ہے اور فِی الْمَسْجِدِ کہہ دیا تو مکان بھی آگیا اور یہ مفعول فیہ ہو گیا۔ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اِکْرَامًا لَّھُمْ اس میں اپنے پیاروں کا اکرام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔

---

۹۲ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظھریۃ

۹۳ فتح الباری: ۲۱۳/۱۱، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، دار المعرفۃ، بیروت

شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو

ہمارے بزرگوں اور اکابر کا تعامل چلا آرہا ہے کہ شیخ سے بیعت ہونا اور ان کے مشورے سے راستہ طے کرنا ہے، خالی علم سے نہیں، اپنے شیخ سے پوچھ پوچھ کے کام کرنا ہے، تو مشائخ کا یہ تعامل شاہراہِ اولیاء ہے۔ جو سپر ہائی وے کو چھوڑ کر کسی چھوٹی گلی میں گھس گئے ان پر ڈاکہ پڑ گیا۔ چوں کہ سپر ہائی وے پر بہت سی موٹریں چل رہی ہیں تو ڈاکو بھی ڈرتا ہے کہ کسی موٹر میں کوئی صاحبِ اسلحہ ہو سکتا ہے۔ تو شاہراہِ اولیاء کو مت چھوڑو اسی پر چلو۔

نسبت اہلِ نسبت ہی سے ملتی ہے

ملا کرتی ہے نسبت اہلِ نسبت ہی سے اے اخترؔ
زباں سے ان کی ملتا ہے بیانِ دُرفشاں مجھ کو

دیکھو! اگر کوئی چراغ ایک کروڑ کا ہو، موتیوں سے جڑا ہوا اور اس میں تیل بھی دس کروڑ کا ہو اور بتی کا دھاگہ بھی بہت قیمتی ہو لیکن اس میں روشنی نہیں ہوگی یہ تمام عمر بے نور رہے گا اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی لیکن جب کسی جلتے ہوئے چراغ سے وصل کرے گا تو یہ روشن ہو جائے گا کیوں کہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں۔ یہ ہے شیخ کی صحبت کی قیمت۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا یہ راز بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے چراغ کے ظرف پر ناز مت کرو، جو چراغ میری محبت میں جل رہے ہیں ان کے ساتھ رہو، یہ ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا عاشقانہ ترجمہ کہ چراغوں سے چراغ جلتے ہیں، میری محبت میں جلتے ہوئے چراغوں کے پاس رہو پھر تم خود روشن ہو جاؤ گے اور ایسے روشن ہو گے کہ پھر تم سے دوسرے چراغ روشن ہوں گے۔ اس کو ایک اور مثال سے سمجھاتا ہوں۔ کسی نے میرے شیخ سے پوچھا کہ اللہ والا بننے کا کیا طریقہ ہے؟ فرمایا کہ جو بے نمازی کو نمازی بنانے کا طریقہ ہے یعنی ایک بے نمازی کو دس نمازیوں میں ڈال دو۔ کسی کمرے یا کسی ہال میں کرائے پر دس پردیسی رہتے ہوں اور دسوں نمازی ہوں۔ بڑے شہروں میں اکثر ایسا

ہوتا ہے کہ آدمی الگ الگ مکان نہیں لے سکتا ایک ایک کمرے میں دس دس آدمی رہتے ہیں تو جس کمرے میں دس نمازی ہوں اس میں ایک بے نمازی کو چھوڑ دو وہ کب تک بے نمازی رہے گا۔ تو جو خدا کا عاشق نہ ہو خدائے تعالیٰ کے عاشقوں کے گروپ میں اور گروہ میں وہ اِن (IN) ہو جائے اور انٹر (Enter) ہو جائے تو ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے کرم سے عاشقوں کی برکت سے وہ اللہ کا عاشق ہو جائے گا۔

بغیر صحبتِ شیخ کیفیتِ احسانیہ حاصل نہیں ہو سکتی

ایسے ہی جو شخص کہے کہ بھئی! کسی اللہ والے سے تعلق جوڑ لو بغیر پیر کے مت رہو تو یہ بھی اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ ہے کیوں کہ بغیر پیر کے جو رہتا ہے جس کا کوئی مربّی نہیں ہوتا وہ مربّہ نہیں بن سکتا۔ کتابوں سے کوئی کیفیتِ احسانیہ نہیں پا سکتا۔ کیفیتِ احسانیہ قلب سے قلب میں منتقل ہوتی ہے۔ اخلاص اور اللہ کی حضوری یعنی احسان یہی ہے:

اَنْ یُّشَاهِدَ رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ حَتّٰی كَاَنَّهٗ يَرَى اللهَ تَعَالٰی شَانُهٗ بِعَيْنِهٖ[۹۴]

یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے دل کی آنکھ سے دیکھے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کیفیت ہے کمیت نہیں ہے۔ نبی کے قلبِ مبارک میں اتنی بڑی احسانی کیفیت تھی کہ صحابہ نے قلبِ نبوت سے جو کیفیتِ احسانیہ حاصل کی وہ اب کسی کو نہیں مل سکتی۔ لہٰذا اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہو سکتا کیوں کہ قلبِ نبوت نہیں پا سکتا۔ اولیاء سے جس کے اندر کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوتی ہے تو وہ ولی تو ہو سکتا ہے صحابی نہیں ہو سکتا کیوں کہ صحابی وہ ہوتا ہے جس کو کیفیاتِ احسانیہ نبی کے قلب سے حاصل ہوں۔ تو کیفیاتِ احسانیہ کے لیے کچھ دن جا کے شیخ کے ساتھ رہو ؎

کبھی کبھار وزِٹ کو تو کمپنی نہیں کہتے

یہ مولانا منصور صاحب کا مصرع ہے۔ لہٰذا جب ایک طوفان کے ساتھ دوسرا طوفان دریا میں مل جائے پھر دیکھو ؎

۹۴؎ فتح الباری:۱/۱۲۰، قولہ: باب سؤال جبریل عن الایمان، دار المعرفۃ، بیروت

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مئے مرشد کو مئے حق میں ملا لینے دو

شیخ کی محبت کو اللہ کی محبت سے ملاؤ پھر دیکھو کہ کیسی مستی ہوتی ہے۔

نگاہِ اولیاء رنگ لاتی ہے

میری حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی تو وہاں علمائے ندوہ بھی موجود تھے تو حضرت نے فرمایا کہ اے ندوہ کے علماء! بُری نظر کو تو تم تسلیم کرتے ہو، اسلام کا عقیدہ ہے، حدیث میں ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ [95] بُری نظر لگ جاتی ہے اس کو مان لیتے ہو تو اللہ والوں کی اچھی نظر کو کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو؟ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے فَکَیْفَ نَظَرُ الْعَارِفِیْنَ الَّذِیْ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ وَلِیًّا وَالْجَاهِلَ عَالِمًا [96] پھر ہنس کر یہ شعر پڑھا ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

تفسیر روح المعانی کی عبارت ہے خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ [97] اللہ والوں کے ساتھ، اپنے شیخ کے ساتھ، اپنے مربی کے ساتھ اتنا رہو، اتنا اختلاط رکھو کہ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ، ان ہی جیسے بولنے لگو، وہی آہ و فغاں، چشمِ اشکبار، تڑپتا ہوا قلب، شیخ کی ساری کیفیات اور کمیات تم میں منتقل ہو جائیں چاہے کمیات منتقل نہ ہوں مثلاً شیخ پہلوان کی طرح ہے اور مرید کمزور ہے تو اس جیسا ہونے کے لیے کیفیاتِ احسانیہ کافی ہیں پھر اس کی دو رکعات بھی لاکھ رکعات کے برابر ہو جائیں گی۔

صحبتِ اہل اللہ کے فوائد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اہل اللہ کے پاس بیٹھو گے ان کی

---

۹۵ صحیح البخاری: ۲/۸۵۴،(۵۷۵۹)، باب العین حق، المکتبۃ المظھریۃ
۹۶ مرقاۃ المفاتیح: ۸/۳۶۴، کتاب الطب والرقی، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان
۹۷ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

صحبت میں رہو گے تو اگر تمہیں اللہ کی محبت کی پیاس نہ بھی ہو گی تو پیاس بھی مل جائے گی، وہ پیاس بجھانا بھی جانتے ہیں اور پیاس لگانا بھی جانتے ہیں۔ اللہ والے خالی اللہ کی محبت کا پانی نہیں پلاتے بلکہ جن کو اللہ کی محبت کی پیاس نہ ہو ان کو پیاس بھی لگاتے ہیں ؎

گر تو طالب نیستی تو ہم بیا

اگر تمہیں اللہ کا عشق، اللہ کی محبت کی پیاس نہیں ہے تو بھی میرے پاس آؤ ؎

تا طلب یابی ازیں یارِ وفا

تاکہ تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طلب، اللہ تعالیٰ کی تڑپ اور پیاس مل جائے۔ یہ ایسے باوفا دوست ہیں کہ اللہ پاک نے قیامت تک کے لیے ان کی رفاقت کے حسن کو منصوص کر دیا:

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

جن کی رفاقت کی اللہ تعالیٰ تعریف کر دے، جن کی رفاقت کو اللہ پاک حسین فرمادے ان کو چھوڑ کر کن سے دوستی کر رہے ہو؟ علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ خازن میں لکھتے ہیں کہ جملہ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا میں حَسُنَ افعالِ تعجب میں سے ہے، یعنی مَا اَحْسَنَ رِفَاقَتَہٗ[۹۸] یہ حضرات کیا ہی اچھے رفیق ہیں! یعنی اللہ پاک یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں کہ تمہیں ہماری ذات تک لے آتے ہیں۔ اگر تم ہم کو اچھا سمجھتے ہو تو ان کو اچھا کیوں نہیں سمجھتے؟ جو اچھے تک پہنچا دے وہ اچھا نہیں ہے؟ شاعر کہتا ہے کہ ؎

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اگر اللہ والے بھی ہم سے محبت کریں تو دوستو! پھر تو لطف اور وجد آجاتا ہے۔ تو اگر تمہارے اندر طلب نہیں ہے تو پھر تم کو اللہ والوں کے پاس یا ان کے غلاموں کے پاس آنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اتباع کی برکت سے غیر معصومین کو معصومین کے ساتھ عطف کر کے بیان کر دیا:

---

۹۸ التفسیر الخازن: ۳۹۷/۱، النسآء (۶۹)، دار الکتب العلمیۃ بیروت

مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ [99]

انبیاء (علیہم السلام) معصوم ہیں، بے گناہ ہیں، اور صدیقین، شہداء اور صالحین معصوم نہیں ہیں لیکن انبیاء کی اتباع کی برکت سے معصومین کے ساتھ غیر معصومین کو عطف کر دیا اور ہمیں یہ بتادیا کہ اگر تم بھی پھولوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اپنے کانٹوں کو اللہ والوں کے پھولوں کے ساتھ ان کی اتباع کے ذریعے ملا دو۔ میرا شعر ہے ؎

ہمیں احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر

یعنی ہم آپ کے چمن میں کانٹے ہیں لیکن حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے صالحین ساتھیوں سے فرماتے ہیں کہ ؎

جس گلستان کے تم گلِ تر ہو
خار اس بوستان کے ہم بھی ہیں

ہم تمہارے دامن سے لپٹے ہوئے ہیں۔ اگر کانٹا اپنا منہ چھپانا چاہتا ہے تو پھولوں کے دامن میں رہے وہ بھی پھولوں کے ساتھ بک جائے گا۔ گناہ گار نیکوں کے ساتھ رہیں تو ان شاء اللہ! ان کے کانٹے بھی پھول بن جائیں گے یعنی فاسق ولی اللہ بن جائیں گے ؎

چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اے دنیا والو! تعجب کیوں کرتے ہو؟ اگرچہ ہم گناہ گار ہیں مگر اللہ والوں سے تو جڑے ہوئے ہیں، پھر تم کو کیوں تعجب ہوتا ہے؟ چمن ایسے منظر سے خالی نہیں ہے، جاؤ دیکھو! گلاب کے پھول کے پیچھے کانٹے بھی چھپے ہوئے ہیں۔ یہ کانٹے ہوتے ہوئے بھی پھولوں کی خوشبو سونگھ رہے ہیں اور باغ سے نکالے بھی نہیں جا رہے ہیں، لیکن اگر یہی کانٹے پھول سے الگ ہوتے تو مالی انہیں اکھاڑ کے پھینک دیتا۔

---

[99] النسآء: ٦٩

مجاہدہ کے ساتھ صحبتِ اہل اللہ ضروری ہے

مجاہدات سے اور محنتوں سے دل بنتا تو ہے لیکن خالی مجاہدہ کافی نہیں صحبتِ صالحین بھی ضروری ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجاہدہ کوئی تنہا نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی تنہا مجاہدہ کرتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے تلّی اگر تنہا مجاہدہ کرکے اپنا تیل نکلوالے لیکن گلاب کی صحبت نہ اٹھائے تو وہ رہے گا تلّی ہی کا تیل، اور اگر کچھ دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہ کر گلاب کی خوشبو اپنے اندر بسالے اور پھر مجاہدہ کرے، کولہو میں اپنا تیل نکلوائے تو اس کا نام روغنِ گل ہوگا۔ بولیے صاحب! اگر تلّی گلاب کے پھولوں کی صحبت اختیار نہ کرے تو اس کا تیل روغنِ گل ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اگر تلّی چنبیلی کی صورت میں نہ رہے اور کہے کہ ہم مجاہدہ کرکے اپنے کو کولہو میں پسوا کے خود روغنِ چنبیلی ہوجائیں گے تو ذرا تل چنبیلی کا تیل بن کے دکھادے۔ تلّی کا تیل چنبیلی کا تیل جب ہوگا کہ جب وہ کچھ دن چنبیلی کی صحبت میں رہے، اور روغنِ گل جب ہوگا کہ جب کچھ دن گلاب کی صحبت میں رہے۔ اسی لیے کسی سے استفادہ کے لیے پہلے یہ معلوم کرلینا چاہیے کہ فلاں صاحب کس کے صحبت یافتہ ہیں؟ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج بھی جو عالم کسی ولی اللہ کی آغوشِ تربیت میں مجاہدات سے گزرے تو اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو ایک عالم میں اڑادے گا۔

اب مجاہدہ کی ایک اور مثال دیتا ہوں۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ دیکھو بھئی! ایک کباب ہے مگر ہے کچا، قیمہ ہے، ٹکیہ ہے اور سب مسالہ موجود ہے، کباب کے اجزاء سے کوئی جز اس میں سے غائب نہیں ہے، وہ صورتاً اجزائے ترکیبیہ کباب کا جامع ہے لیکن مجاہدے سے نہیں گزرا، کڑاہی میں تیل گرم کرکے اس کو تلا نہیں گیا، کچی ٹکیہ رکھی ہوئی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ لو! کباب کھالو اور جب کچا کباب کھایا تو متلی چھوٹنے لگی۔

تو میرے شیخ یہ مثال دے کر فرماتے تھے کہ ہمارے پاس کباب تو ہے مگر کچا ہے یعنی ایمان کا کباب تو ہے مگر کچا ہے، تلا ہوا نہیں ہے، اسی لیے جو کھاتا ہے وہ تھوک دیتا ہے۔ لہٰذا میں مسلمانوں کو، مولویوں کو یہی کہتا ہوں کہ کچھ دن مجاہدہ کرلو، گناہ سے بچو، مگر

مجاہدہ اللہ والوں کے مشورہ سے کرو کیوں کہ جہاں مجاہداتِ صحابہ ہیں وہاں اصل اہمیت آغوشِ صحبتِ رسول کو حاصل ہے۔ اگر یہی صحابہ جہاد اور مجاہدہ کرتے اور صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آغوشِ تربیت نہ ملتی تو صحابہ کو یہ مقام نہیں مل سکتا تھا۔

علمائے خشک کی ناقدری کی وجہ

لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کی تقریر میں مزہ نہیں آتا۔ مزہ اس لیے نہیں آتا کہ ہم نے صحبتِ اہل اللہ نہیں اٹھائی ہم مجاہدہ سے نہیں گزرے۔ دیکھیے! میں اپنے کو شامل کرکے کہہ رہا ہوں کہ ''ہم نہیں گزرے'' تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ تو میرے ہی لیے کہہ رہے ہیں، میری ہی طرف رُخ ہے۔ نہیں، ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھایا ہے کہ اپنے کو شامل کرو۔ لہٰذا جب کوئی شخص یہ کہے کہ کیا بُرا حال ہے لوگوں کا! تو سمجھ لو کہ سب سے بُرا انسان یہ خود ہے۔ لہٰذا اپنے کو پہلے شامل کرو کہ ہم لوگ مجاہدے سے نہیں گزرے۔ جنہوں نے اپنے کو مجاہدے سے گزارا اللہ نے آج بھی ان کی تقریر میں درد رکھا ہے؎

مجھ کو جب وادیٔ حسرت سے گزارا اس نے
ہر بُنِ مو سے مرے خون کا دریا نکلا

لاکھ دنیا کے حاسدین جمع ہو کر مجاہدات سے گزرے ہوئے لوگوں پر خاک ڈالیں لیکن ان کی نسبت مع اللہ کے آفتاب کو چھپا نہیں سکتے، ان کا دردِ دل چُھپ نہیں سکتا۔ اس پر میرا ایک شعر سن لیجیے؎

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چُھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

جو اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنی بُری خواہشات کا، اپنی حرام تمناؤں کا خون کرتا ہے بُری خواہشات کے خون کا دریا جس کے دل میں بہتا ہے اس کے دریائے خونِ دل اور خونِ تمنا کو کوئی نہیں چھپا سکتا۔ میرے شیخ کی یہ بات یاد کرلو! فرماتے تھے کہ جب کوئی غیر عالم اللہ والا بنتا ہے تو وہ صاحبِ نور ہو جاتا ہے لیکن جب عالم اللہ والا بنتا ہے تو وہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر

ہو جاتا ہے۔ ایک علم کا نور اور ایک اس کے تقویٰ اور ذکر و فکر کا نور۔ تو یہ فرمایا کہ دیکھو! کچا کباب کھا کر متلی ہونے لگتی ہے اور آدمی اسے تھوک دیتا ہے لیکن اگر تل دیا جائے تو دور تک اس کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ پھر کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ کس محلے میں کباب کی دوکان ہے، دور دور تک اس کی خوشبو اس کا پتا بتاتی ہے۔

کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ

آپ بتایئے! کہ کیا صرف کتاب پڑھنے سے اہل اللہ کے فیوض و برکات حاصل ہو جائیں گے؟ کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جب کتاب نازل ہوتی ہے تو اللہ کوئی نبی بھی پیدا کرتا ہے۔ اگر کتاب اللہ ہدایت کے لیے کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ رجال اللہ پیدا ہی نہ کرتے۔ نبیوں کی بعثت کتاب کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے اور امتیوں کو نبی کی صحبت کا حکم دیا گیا ہے جیسے نبی آخر الزماں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے:

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ

اے نبی! آپ صبر کر کے بیٹھیے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لیے کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ اکیلے بہت عبادت کر رہے ہیں، اگرچہ آپ کو میرے ساتھ خلوت محبوب ہے لیکن یہ صحابہ کیسے بنیں گے؟ اپنے نفس پر صبر کر کے ان کے ساتھ بیٹھیے اور ان کو اپنی صحبت میں رکھیے تاکہ آپ کے قلب کا یقین ان کے قلب میں اُترے۔

تقویٰ کی آگ اور قلوبِ صادقین

كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ پر ایک مثال حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت اقدس کی برکت سے عطا فرمائی، جس کے بیان سے اہلِ علم کو وجد آیا۔ وہ یہ ہے کہ کتابوں میں اگر آگ لکھی ہو اور آگ کے خواص پر بہت ہی ضخیم کتابیں بھی ہوں اور کوئی عمر بھر اس کو پڑھتا رہے تو کیا آگ کی حرارت سے استفادہ کر سکتا ہے؟ تاآنکہ خارج میں آگ کے

پاس جا کر حرارت نہ حاصل کرے۔ بس تمام دینی انعامات صدق ویقین، خشیت و تقویٰ، محبتِ شدیدہ مع اللہ کی آگ کتابوں کے نقوش سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ خارج میں جن کے سینے اس آگ کے حامل ہیں ان کی صحبت میں رہ کر ان نعمتوں کا استفادہ کرنا ہو گا، جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ اِلّا بمہر دل خوشاں

حدیثِ پاک میں ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ[100]

یعنی ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس کسی اہل اللہ کو اپنا خلیل بنانا پڑے گا ورنہ تعلقِ ضعیف سے استفادہ بھی ضعیف ہو گا۔

صحبتِ صالحین سے نفعِ کامل کا مدار کس چیز پر ہے

صرف عبادت اور ذکر سے نفس نہیں مٹتا ورنہ شیطان کی عبادت ایک ہزار سال کی اس کے نفس کو ضرور مٹا دیتی اور حال اس کا ظاہر ہے۔ پس نفس کو مٹانے کے لیے صادقین کی معیت و صحبت بہت ضروری ہے۔ اور تعلق بھی غلامی کا ہو، محض دوستی کا نہ ہو۔ یہی بات شیطان کو حاصل نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ[101]

اس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ تعلق اہل اللہ سے اتباع کا مامور بہ اور نفعِ کامل کا مدار صرف اتباع پر ہے۔ اگر اتباع نہ ہو تو رسمی مریدی بھی مفید نہیں۔ پس شیخ سے محض دوستانہ تعلق بے سود ہے، غلامی کا تعلق ہونا چاہیے۔ نیز اہل اللہ کی اولاد و اقرباء اور اہلِ محلہ کے دین سے محروم رہنے کی وجہ عدمِ اتباع ہے۔ لہٰذا ان کی محرومی پر اشکال باقی نہ رہا۔

[100] جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید
[101] لقمان: ۱۵

سلیم العقل اور سلیم القلب میں معقول نسبت

ایک اہلِ علم نے دریافت کیا کہ سلیم العقل اور سلیم القلب میں کیا فرق ہے؟

احقر نے جواب دیا کہ ان دونوں کلی میں نسبتِ تساوی ہے۔ ہر سلیم العقل سلیم القلب اور ہر سلیم القلب سلیم العقل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح اس کا عکس بھی ہے کہ جو سلیم القلب نہ ہوگا وہ سلیم العقل بھی نہ ہوگا اسی طرح جو سلیم العقل نہ ہوگا وہ سلیم القلب بھی نہ ہوگا۔ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اسی سبب سلامتیٔ عقل و فہم کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے کہ اسی سے سلامتیٔ قلب کا پتا چلتا ہے۔ نیز سلامتیٔ عقل سلامتیٔ قلب ہی کا ثمرہ ہے اور اولیٰ کے لیے ثانیہ بمنزلہ علت ہے اور باعتبارِ اوّلیت سلامتیٔ قلب کو تقدم حاصل ہے، اور قلب میں سلامتی پیدا ہونے کے اسباب اعمالِ صالحہ کا اختیار اور معاصی سے اجتناب ہیں جو صحبتِ شیخ کامل ہی کے صدقہ میں میسر ہوتے ہیں۔ اس ناکارہ کی ایسی باتوں سے اہلِ علم مسرور اور محوِ حیرت ہوتے ہیں۔

وَذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللهِ تَعَالٰى وَكَرَمِهٖ بِبَرَكَةِ دُعَاءِكُمُ الْعَالِيَةِ

قرآنِ پاک کے علوم کی جامعیت وبلاغت

اسی طرح دوسرے مقام پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

تو یہاں بھی امرِ اوّل یعنی تقویٰ مقصود اور مامور بہ ہے اور امرِ ثانی یعنی معیتِ صالحین کاملین تقویٰ کا ذریعۂ حصول ہے۔ چناں چہ عادتُ اللہ یہی ہے کہ بدونِ شیخ کامل کسی کو بھی تقویٰ میسر نہیں ہوتا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت ایک بے بہا شے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ چناں چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کی تلقین کی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ اِلٰى حُبِّكَ[۱۰۲]

---

[۱۰۲] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کا طالب ہوں اور اس کی محبت کا بھی جو آپ کا محب ہو اور اس عمل کی محبت کا بھی جو آپ کی محبت سے قریب تر کر دے۔ یہاں محبِّ ربانی یعنی عاشقانِ حق کی محبت کو ان اعمال پر مقدم کیا گیا جو حق تعالیٰ کی محبت سے قریب کرتے ہیں جس سے حبِّ شیخ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، کیوں کہ جس کو واصل باللہ جان کر راہ نما بنایا گیا ہو اس کی محبت جتنی بھی زیادہ ہو گی اسی قدر جلد وصول الی اللہ کی ضامن ہو گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس عاشقِ حق کی محبت کی برکت سے اعمالِ تقرب کی محبت اور توفیق ہو گی جو ذریعہ ہو گا وصول الی اللہ کا۔ پس اہل اللہ کی محبت اعمالِ تقرب کی بھی ضامن ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی بھی ضامن ہے۔

پس حبِّ شیخ سے بڑھ کر محبتِ حق کے حصول کے لیے کوئی عمل مؤثر نہیں۔ یہی راز ہے جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتبِ تصوف میں ذکر فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں فرائض و واجبات و سننِ مؤکدہ پر اکتفا کرے اور نوافل و اذکار ملتوی کر دے۔

دنیا میں جنت کا مزہ دلوانے والے تین اعمال

ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگے وہ تین اعمال کرے:

۱) اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے۔ اللہ والوں کے لیے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ معلوم ہوا کہ یہ خاص بندے ہیں جن کو یاءِ نسبتی سے اپنا فرمارہے ہیں کہ یہ میرے ہیں، اور دخولِ جنت کی نعمت سے مقدم فرمارہے ہیں۔ معلوم ہوا اہل اللہ یعنی صالحین کی معیت جنت سے افضل ہے، کیوں کہ ان کے دل میں اللہ ہے جو خالقِ جنت اور خالقِ نعمائے جنت ہیں، اور جنتی یعنی صالحین بندے دنیا ہی سے تو جنت میں جاتے ہیں اس لیے جو ان کی صحبت پا گیا وہ گویا جنت میں داخل ہو گیا بلکہ جنت سے افضل نعمت پا گیا اور اس کی جنت شروع ہو گئی۔ اس لیے دنیا میں جس کو اللہ والے مل جائیں اس کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے کیوں کہ جنت مکان

ہے اور اہل اللہ اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اور مکان کتنا بھی اچھا ہو مکین سے اچھا نہیں ہو سکتا۔ اچھے مکین کی صحبت تو اچھے مکان سے بھی افضل ہے، بلکہ مکان میں حُسن تو حُسنِ مکین ہی سے آتا ہے۔ میر افارسی شعر ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید

ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید

جب مجھے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔ اور جو لوگ جنت میں جانے والے ہیں یہاں ان کے ساتھ رہنے والا بھی جنت میں جائے گا۔ وہاں کا ثمرہ **فَادْخُلِیْ** دراصل یہاں کے **فَادْخُلِیْ** کا ثمرہ ہوگا یعنی جو یہاں اہل اللہ کے ساتھ رہتا ہے تو یہ رفَاقَۃ فِی الدُّنْیَا رِفَاقَۃ فِی الْجَنَّۃ کا ذریعہ ہوگی۔ لیکن صرف ساتھ رہنا کافی نہیں بلکہ ساتھ رہنے کی شرط اتباع ہے کیوں کہ رِفاقت بدون اتباع صحیح نہیں۔ قربِ حسّی مقصود نہیں، اتباع حاصل ہے تو دوری میں بھی قربِ معنوی حاصل ہے۔ جو متبع نہیں وہ قریب رہ کر بھی رفیق نہیں اور جسے اتباع حاصل ہے وہ دور ہو کر بھی قریب ہے۔ پس جو صحیح معنوں میں ان کا رفیق ہوگا دنیا ہی میں اس کو جنت کا مزہ آنے لگے گا کیوں کہ یہ اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یائے نسبتی سے ان کو اپنا فرمایا ہے کہ یہ میرے ہیں۔ جنت میں بھی میرے ہیں اور دنیا میں بھی میرے ہو کے رہے۔ نہ نفس کے ہوئے نہ شیطان کے ہوئے نہ معاشرہ کے ہوئے، ساری زندگی میرے ہو کے رہے، ساری زندگی میری مانی، نہ نفس کی مانی، نہ شیطان کی مانی، جسم و جان سے مجھ پر قربان رہے۔ گناہوں کے تقاضوں پر صبر کیا، اگر کبھی غلطی ہو گئی تو خون کے آنسو بہائے، میرے حضور میں کلیجہ رکھ دیا۔ تو پھر ان کے لیے میں یائے تخصیص کیوں نہ لگاؤں اور ان کو کیوں نہ کہوں کہ یہ میرے ہیں؟

۲) اور دوسرا عمل یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو جو متبعِ سنت و شریعت ہو اور بزرگانِ دین کا صحبت یافتہ و اجازت یافتہ ہو اپنا مربی اور دینی مشیر بنالیں اور اس کے مشورہ سے خلوت میں کچھ ذکر کر لیا کریں۔ تو ذکر سے جو نور پیدا ہوگا خواہ قلیل و ضعیف ہو

بوجہ ہم جنسیت کے شیخ کے نور قوی و کثیر کا جاذب و جالب ہو گا۔ کیوں کہ بقاعدہ اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ نور نور کو جذب کرتا ہے اور نار نار کو جذب کرتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نوریاں مر نوریاں را جاذب اند
ناریاں مر ناریاں را طالب اند

نوری لوگ نوریوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ناری ناریوں کے طالب ہوتے ہیں۔ پس سالک جب ذکر کرتا ہے تو یہ نورِ ذکر شیخ کے باطنی فیضان کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جو ذکر کا التزام نہیں کرے گا اس کو شیخ سے نفعِ کامل نہ ہو گا جس طرح قطب نما کی سوئی پر مقناطیس کی ہلکی سی پالش ہوتی ہے جس کی وجہ سے قطبِ شمالی کا خزانۂ مقناطیس اس سوئی کو اپنی طرف کھینچے رکھتا ہے اگر سوئی پر مقناطیس کی تھوڑی سی پالش نہ ہو تو قطب شمالی اس سوئی کو شمال کی طرف جذب نہیں کرے گا۔ اسی طرح التزامِ ذکر کو استقامت میں بہت خاص دخل ہے۔ قلب کی سوئی پر ذکر کے نور کی پالش کی برکت سے حق تعالیٰ کا نور ذاکرین کے قلوب کو اپنی طرف کھینچے رکھتا ہے۔ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ قطب شمالی کی طرف مستقیم رہتی ہے اگر قطب شمالی سے ذرہ برابر اس کا رخ پھیرنا چاہو تو تڑپ جاتی ہے اور جب تک اپنا رخ قطب شمالی کی طرف درست نہیں کر لیتی بے چین رہتی ہے۔ اسی طرح جس قلب پر نور کی پالش ہوتی ہے تو ذرا بھی میلان الی المعصیت ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخ پھرنے لگے تو ایسا دل تڑپ جائے گا۔

۳)اور تیسرا عمل یہ ہے کہ خلوت و جلوت میں حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں۔ کیوں کہ حقوق العباد صاحبِ حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اور ہر کام کو شریعت کے مطابق رکھیں۔

اللہ والوں کے پاس کیا ملتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ والوں کے پاس کیا ملتا ہے؟ بات یہ ہے کہ اعمال دو قسم کے ہیں: ایک ظاہرِ نبوت ہے اور ایک باطنِ نبوت ہے۔ ظاہرِ

نبوت یعنی اعمالِ ظاہرہ تو کتب سے مل جاتے ہیں کہ مغرب کی اتنی رکعات فرض ہیں۔ عشاء کی اتنی ہیں۔ اوّابین اور اشراق وغیرہ کی اتنی رکعات ہیں۔ لیکن باطنِ نبوت کتابوں سے نہیں ملتا مثلاً صبر شکر تسلیم و رضا تواضع فنائیت اخلاص احسان غضب میں اعتدال شہوت کا ضبط، ورع و تقویٰ و خشیتِ قلب وغیرہ یہ سب باطنِ نبوت ہے۔ کتابوں کے اوراق اس کے حامل نہیں ہوسکتے۔ چناں چہ یہ باطنِ نبوت بہ فیضانِ ولایت عطا ہوتا ہے یعنی اہل اللہ کے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔ اہل اللہ کے پاس کوئی رہتا ہے یا چلّہ لگا کر گھر واپس جاتا ہے تو لوگ دریافت کریں گے کہ کیا ملا؟ تو ممکن ہے بے چارہ صوفی گھبرا جائے اور نہ بتا سکے لیکن جو ملا ہے وہ جب وقت آئے گا تو ظاہر ہو جائے گا مثلاً جب مصائب آئیں گے تو صبر و رضا میں خانقاہ کی برکات معلوم ہوں گی۔ فیضانِ مشائخ کا اثر غصہ اور شہوت کے ضبط میں معلوم ہو گا۔ اپنے کو حقیر سمجھنا، مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ ظن، مخلوق کی خیر خواہی، ایثارِ نفس، اکرامِ مومن وغیرہ میں معلوم ہوتا ہے۔

اصلاحِ نفس کا آسان ترین نسخہ

ارشاد فرمایا کہ جو مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرے گا ان شاء اللہ! اس کے نفس کی مکمل اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاحِ نفس کا یہ آسان ترین نسخہ ہے:

۱) نواب قیصر صاحب جو حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے مرید ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں اس مجلس میں موجود تھا جب خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جنہوں نے اپنے دل میں اللہ کی محبت حاصل کر لی ہے ان کے جوتوں میں پڑ جاؤ یعنی نفس کو مٹا دو، اور نفس کو مٹانے کی نیت ہی سے ان کے پاس جاؤ۔ جو وہ بتلائیں وہ کرو، جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ اسی کو مولانا رومی نے فرمایا:

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

یعنی قیل و قال کو چھوڑو، مردِ حال بنو۔ اور کیسے بنو گے؟ کسی مردِ کامل یعنی اللہ والے کے سامنے اپنے نفس کو پامال کردو۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی پڑھاتے ہوئے اس شعر کی شرح میں مجھ سے فرمایا تھا کہ مال مالیدن سے ہے، مالیدن معنیٰ ملنا، اسی لیے ملی ہوئی روٹی کو ''ملیدہ'' کہتے ہیں یعنی اپنے نفس کو ملیدہ بنوالو، پامال کردو۔ اسی کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کے جوتوں میں پڑ جاؤ۔ ایک بار خواجہ صاحب نے پوچھا کہ کیا ذکر اللہ میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ وہ ہمیں اللہ تک پہنچادے پھر اہل اللہ کی صحبت کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ سپاہی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح اللہ تک ذکر ہی پہنچاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اہل اللہ کے مشورہ سے ہو۔

۲) میں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ مجھے آپ کی محبت بے انتہا محسوس ہوتی ہے۔ تو میرے شیخ نے لکھا کہ محبتِ شیخ تمام مقامات کی مفتاح ہے یعنی اللہ کے راستے کے تمام مقاماتِ قرب کی کنجی ہے۔ کنجی جتنی اچھی ہوتی ہے اتنی ہی جلدی تالا کھلتا ہے اور کنجی جتنی خراب اور گھسے ہوئے دندانے والی ہوگی تالا اتنی ہی مشکل سے کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بقدر شیخ کی محبت کے عطا ہوتی ہے۔ جتنی زیادہ شیخ کی محبت ہوگی اتنی زیادہ اللہ کی محبت عطا ہوگی۔ اگر شیخ سے تعلق ڈھیلا ڈھالا ہوگا تو اس کے دل میں اللہ کا تعلق بھی ڈھیلا ڈھالا ہوگا۔ تاریخ میں ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ شیخ سے کسی کا تعلق ڈھیلا ڈھالا رہا ہو اور اس کو اللہ کی محبت کا عظیم خزانہ مل گیا ہو۔

صحبتِ صالحین اور اللہ کے دردِ محبت کی آگ

ایک مبلغ اللہ والے عالم نے مجھ کو بتایا کہ اللہ کی طرف بلانا لگانا ہے یعنی اللہ کی محبت کی آگ لگانا ہے مگر لگا وہی سکتا ہے جس کے لگی ہو۔ کیا بات کہی! میں دل سے فریفتہ ہوں اس بات پر۔ اس لیے دوستو! علمائے کرام، طلبائے کرام سے کہتا ہوں: پہلے اپنے دل

میں لگاؤ، لگنے کے بعد فکر کرو لگانے کی۔ اپنے لگی نہیں اور لگانے کے لیے بھاگے جا رہے ہو۔ آج کل اسی وجہ سے لگ نہیں رہی ہے کیوں کہ جس کے خود نہیں لگی وہ دوسروں کو کیا لگائے گا؟ لہٰذا پہلے کسی عاشقِ حق اللہ والے سے تعلق قائم کرو، دل میں اللہ کے دردِ محبت کی آگ حاصل کرو۔ دیکھو شمس الدین تبریزی کے سینے میں جو غم کی آگ تھی وہ آگ ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کی صورت میں مولانا رومی کی زبان سے نکلی۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ بانسری خود نہیں بجتی، اس کا ایک سرا کسی بجانے والے کے منہ میں ہوتا ہے پھر دیکھو اس بانسری سے کیسی آواز نکلتی ہے۔ ایسے ہی ہماری روح میں اللہ کی محبت کے نغمات موجود ہیں، دردِ دل کی بے شمار امواج ولہریں موجود ہیں لیکن اپنی روح کا ایک سرا کسی اللہ والے کے منہ میں دے دو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری زبان سے اپنی محبت کے کیسے مضامین بیان کراتے ہیں کہ دنیا حیران رہ جائے گی۔

صحبتِ شیخ اور نفلی عبادات

ایک صاحب مجلس میں دیر سے آئے تو ان سے دریافت فرمایا کہ کہاں تھے آپ؟ جب شیخ افادہ کر رہا ہو تو شیخ کے پاس بیٹھنا تمام نفلی عبادات سے خواہ وہ نفلی عمرہ وطواف ہی کیوں نہ ہو افضل ہے۔ جب صحبتِ شیخ میسر ہو تو صرف فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرو۔ باقی وقت شیخ کے پاس بیٹھو۔ کعبہ شریف میں اگر تزکیہ کی طاقت ہوتی تو کعبہ خود تین سو ساٹھ بتوں کو نکال دیتا مگر کعبہ سے بت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالے۔ شیخ کو نائبِ رسول سمجھو۔ دل کو غیر اللہ کی گندگی سے پاکیزگی شیخ کے ذریعے ملے گی۔

جو لوگ دیر سے آئے، گزارشاتِ شیخ سے محروم ہوگئے۔ کیا عبادت کرتے ہو؟ ارے عبادت کی روح شیخ سے ملے گی۔ اپنی عبادت میں لگے رہے اور شیخ کی صحبت میں نہیں آئے۔ افسوس ہے آپ لوگوں کی سمجھ پر! شیخ موجود ہو تو فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ کو ادا کر کے جا کے دیکھو کہ معلوم نہیں شیخ کیا بات کر رہا ہے۔ شیخ سے اللہ ملے گا۔ اسی لیے اللہ نے کُوْنُوْا مَعَ الْحَاضِرِیْنَ فِی الْکَعْبَۃِ نہیں فرمایا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا کہ

جو سچے ہیں، متقی ہیں، صادقین ہیں یعنی جو تقویٰ میں صادق ہو کہ ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ جیتا ہو وہی اصل شیخ ہے۔

صحبتِ شیخ سے کیا ملتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے میں ایک حج مقبول کا ثواب ملتا ہے تو اپنے شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میرے قلب کو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ جواب عطا فرمایا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور مرشد کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے، ربُّ الکعبہ ملتا ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ **اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ**[۱۰۳] اللہ والوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ ان کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے۔ اصلاح کے لیے انسان چاہیے۔ اسی لیے پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کعبہ شریف میں اصلاح کی شان ہوتی تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے نہ ہوتے۔ نبی اور پیغمبر اصلاح کرتا ہے پھر کعبہ شریف کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ ورنہ کفر کے موتیا سے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں وہ کعبہ کے انوار کیا دیکھے گا۔

اخلاص اور صحبتِ اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ کراچی میں ایک کالج کے پرنسپل نے کہا کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے کہ مجھ کو عقل اہلِ فرنگ یعنی اہلِ مغرب سے ملی ہے۔ اور عشق مجھے صوفیا سے ملا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو عشق تو ملا لیکن عشقِ کامل نہ ملا، ناقص ملا ورنہ چہرے پر داڑھی ضرور آجاتی۔ عشق کی بجلی تو آئی لیکن لوڈ شیڈنگ تھی۔ جس کی وجہ سے گالوں کے ایئرکنڈیشن نہیں چل سکے۔ پرنسپل صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی اور کہا کہ یہ بہت عمدہ عنوان ہے کیوں کہ اس میں ان کی اہانت بھی نہیں ہے، ان کے عشق کو بھی آپ نے تسلیم کرلیا اور یہ بتا بھی دیا کہ بجلی کمزور تھی ورنہ شریعت کی اتباعِ

---

[۱۰۳] التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۳۱۷، مؤلفہ حضرت التھانوی رحمہ اللہ

کامل نصیب ہو جاتی۔ اس لیے اہلِ علم کو اپنے معلوم کو معمول بنانے کے لیے اہلِ عمل کی یعنی اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے ورنہ معلومات رہیں گی معمولات نہ رہیں گے اور اگر معمولات ہوں گے تو ان میں اخلاص نہ ہو گا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اخلاص صرف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔

آدابِ مجالسِ اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے زبان ایک دی ہے اور کان دو دیے ہیں۔ لہٰذا شیخ کی صحبت میں سنو زیادہ اور بولو کم۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع میں سالک کو بالکل شیخ کی بات سننی چاہیے جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان کو زبان نہیں دی جاتی لیکن سنتے سنتے پھر وہ بالکل ماں باپ جیسی گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ جو شیخ کے حضور میں سراپا کان بن جاتا ہے اور دل کے کان سے بھی سنتا ہے ایک دن پھر وہ شیخ کی طرح بولنے لگتا ہے اور شیخ کا دردِ دل بھی پا جاتا ہے۔

دعوت اِلی اللہ اور صحبتِ صالحین

ایک شخص نے کہا کہ خانقاہوں میں ولیوں کا کام ہوتا ہے یہ نبیوں کا کام نہیں۔ میں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو کیوں کہ عالم نہیں ہو۔ شعبۂ تزکیۂ نفس کے لیے جو خانقاہیں بن رہی ہیں یہ کارِ نبوت کو انجام دے رہی ہیں۔ بتاؤ! آیت یُزَکِّیۡهِمۡ ولیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی؟ کہ میرا نبی تزکیہ کرتا ہے لہٰذا تزکیۂ نفس کے لیے خانقاہیں بنانا، پیری مریدی کرنا، اس شعبہ کو زندہ کرنا کارِ نبوت ہے۔ اس کو ولیوں کا کام کہنا بے وقوفی اور کم علمی ہے۔ عوام اور خواص سب کو تزکیہ کی ضرورت ہے۔ اور خواص کی تربیت عوام کی تربیت سے افضل ہے کیوں کہ خواص کے ذریعے سے دین عوام میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر علماء اللہ والے بن جائیں، صاحبِ نسبت دردِ بھرا دل ان کے سینے میں ہو تو بتاؤ کیا عالم ہو گا! اس عالِم سے پورا عالَم روشن ہو جائے گا۔ ورنہ جو روحانی امراض کے ساتھ دعوت دے گا تو اس کی دعوت الی اللہ میں اثر نہ ہو گا۔

اسی لیے دعوت الی اللہ کے ساتھ عملِ صالح کی آیت نازل ہوئی۔وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا[۱۰۴] معلوم ہوا کہ جو دعوت الی اللہ کرے وہ نیک عمل بھی کرے، گناہوں سے بچے۔اور عملِ صالح کی توفیق اہل اللہ کی صحبت سے ہوتی ہے۔

منزل سے پہلے راہ بر کی تلاش

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد

اے خدا! آپ ہم نالائقوں کے ساتھ وہ معاملہ کیجیے جس کے آپ اہل ہیں۔ آپ لائق ہیں، اس لیے آپ کے لائق معاف کر دینا، خطاؤں کو بخش دینا ہے۔اے خدا! وہ معاملہ ہمارے ساتھ کیجیے جس کے آپ لائق ہیں۔ کیا مولانا کے یہ علوم معمولی ہیں؟ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

من نہ جویم زیں سپس راہِ اثیر

میں پہلے اللہ کا راستہ ہر گز نہیں ڈھونڈوں گا۔پہلے کیا کروں گا۔

پیر جویم پیر جویم پیر پیر

ایک مصرعہ میں چار دفعہ پیر کا نام لیا کہ ہم اللہ کو ڈھونڈنے کے لیے پہلے خود سے نہیں نکل پڑیں گے۔ جن کے ذریعے خدا ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے یعنی اللہ والوں کو مرشد کو اور پیر کو ڈھونڈیں گے۔ یہ صاحبِ قونیہ نے، مولانا رومی نے ہم کو ہدایت دی کہ جن کے ذریعے سے اللہ ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے۔ آپ بتائیے! پہلے راہ بر کو تلاش کرتے ہیں یا پہلے منزل کو ڈھونڈتے ہیں؟ آپ قونیہ میں جہاں جہاں جا رہے ہو پہلے صائم (راہ بر کا نام) کو ڈھونڈتے ہو یا نہیں؟ راہ بر کو تلاش کرتے ہو کہ بھئی! کدھر کو چلیں؟ تو معلوم ہوا کہ منزل سے پہلے راہ بر کو تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ سے پہلے اللہ والوں کو تلاش کرو۔ کہیے جناب! کیسا مضمون ہے؟ کیا یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا

[۱۰۴] حٰمٓ السجدۃ: ۳

فیض نہیں ہے؟ یہ صاحبِ قونیہ کا فیض نہیں ہے؟ اللہ کو تلاش کرنے سے پہلے اللہ تک پہنچانے والوں کو تلاش کرو، راہ بر کو تلاش کرو منزل سے پہلے۔ اللہ ہماری منزل ہے مگر ہمیں راہ بر چاہیے جو ہمیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ بتائے۔

محبتِ الٰہیہ اور اس کا طریقۂ حصول

پہلے شعر میں مولانا نے دنیا میں آنے کا مقصد بتادیا کہ وہ اللہ کی یاد اور اللہ کی تلاش میں بے چین رہنا ہے اور اس مقصد کے حصول کا طریقہ بھی بتادیا کہ ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند

جس طرح بانسری بانس کے مرکز سے کٹ کر آئی ہے اور اپنے مرکز کو یاد کرکے روتی ہے تو اے لوگو! تم بھی عالمِ ارواح سے، عالمِ امر سے، اللہ کے عالمِ قرب سے کٹ کر دنیا میں آئے ہو تم کیوں اللہ کو یاد کرکے نہیں روتے؟ تم کیوں اپنے مرکز کو یاد نہیں کرتے؟ کیوں دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر تم اللہ کو بھول گئے؟ لہٰذا بانسری کی طرح تم بھی روؤ! اللہ کو یاد کرو جن کے پاس سے یہاں آئے ہو۔ لیکن بانسری کو رونے کی یہ توفیق جب ہوتی ہے جب وہ کسی کے منہ میں ہوتی ہے، بانسری خود نہیں بجتی بجائی جاتی ہے۔ اس کی صلاحیت آہ وفغاں محتاج ہے کسی بجانے والے کی۔ جب کوئی بجانے والا اس کا ایک سرا اپنے منہ میں لیتا ہے تب اس میں آہ ونالے پیدا ہوتے ہیں ورنہ ایک لاکھ سال تک اگر زمین پر پڑی رہے تو بج نہیں سکتی۔ اسی طرح تمہاری روح کے اندر بھی اللہ کی یاد میں رونے کی صلاحیت موجود ہے مگر رونا جب نصیب ہوگا جب کسی اللہ والے سے تعلق کروگے۔ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوگے، اس کو اپنا مربی بناؤ گے۔ اس تعلق کی برکت سے اس اللہ والے کا دردِ دل تمہاری روح میں داخل ہوجائے گا اور پھر تمہاری روح بھی مثل بانسری کے اللہ کی یاد میں رونے لگے گی۔ اور اہل اللہ کی صحبت کا کیا اثر ہوگا؟ اس کو دوسرے مصرع میں بیان کرتے ہیں کہ ؎

واز جدائی ہا شکایت می کند

جس طرح بانسری اپنے مرکز کی جدائی کا غم بیان کرتی ہے خود بھی روتی ہے اور دوسروں

کو بھی رلاتی ہے۔ اسی طرح تمہاری روح بھی اپنے اللہ کی جدائی کا غم بیان کرے گی خود بھی روئے گی اور دوسروں کو بھی رُلائے گی اور اللہ کا دیوانہ بنائے گی۔ بانسری کی مثال سے مولانا نے یہ سبق بھی دے دیا کہ تم اللہ کی یاد میں رو نہیں سکتے جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہ رہو گے۔

عالمِ منزل اور بالغِ منزل

ارشاد فرمایا کہ نقوش اور الفاظ پڑھا دینا اور ہے اور اللہ کو پا جانا اور ہے۔ عالمِ منزلِ لیلیٰ اور ہے اور بالغِ منزلِ لیلیٰ اور ہے۔ مجنون بہت سے بنے ہوئے ہیں، کوئی چالاک مجنون بھی ہے وہ منزلِ لیلیٰ کا جغرافیہ پڑھاتا ہے اور تنخواہ لیتا ہے مگر کبھی لیلیٰ تک نہیں گیا۔ یہ عالمِ منزل تو ہے بالغِ منزل نہیں ہے۔ اس کا پڑھانا بھی خشک ہو گا۔ نہ یہ خود مست ہو گا نہ دوسروں کو مست کرے گا۔ اصلی مجنون جو بالغ منزل لیلیٰ اور عاشق لیلیٰ ہے وہ جب پڑھائے گا تو خود بھی مست ہو گا اور دوسروں پر بھی وجد طاری کرے گا۔ مدرسوں میں علم منزل مولیٰ سکھایا جاتا ہے اور خانقاہوں میں بلوغ منزل مولیٰ کا انتظام کیا جاتا ہے کہ علمِ منزل رکھنے والے بالغِ منزل ہو جائیں۔ اللہ تک پہنچ جائیں خانقاہوں سے، اللہ والوں کی صحبت سے۔ جب عالمِ منزل بالغِ منزل ہو جاتا ہے اپنے علم پر عمل کر کے، اہل اللہ کی برکت سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کا درس خشک درس نہیں ہوتا، درسِ محبت ہوتا ہے۔ یہ جب اللہ کا نام لیتا ہے، اللہ کی طرف بلاتا ہے تو خود اس کی روح پر زلزلہ طاری ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسری روحوں کو بھی مست کر دیتا ہے۔ ہزاروں اس کی صحبت سے اللہ والے بن جاتے ہیں۔ لہٰذا محض عالمِ منزل ہونا کافی نہیں بالغِ منزل ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پڑھنے پڑھانے کا مزہ جب ہے کہ پڑھانے والا بھی صاحبِ نسبت ہو اور پڑھنے والا بھی صاحبِ نسبت ہو۔

صحبت اور کتاب کے متعلق ایک الہامی علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ صحبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ ایک لاکھ کتابیں پڑھنے

والے میں وہ بات نہیں پاؤ گے جو صحبت یافتہ لوگوں سے پاؤ گے۔ دیکھیے! قرآنِ پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا صرف اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ[۵۵] نازل ہوئی اور نبوت عطا ہو گئی۔ قرآنِ پاک ابھی ۲۳ سال میں مکمل ہو گا لیکن نبوت آپ کو ایک ہی آیت کے نزول پر مکمل عطا کی گئی۔ نبوت ناقص نہیں دی گئی کہ قرآنِ پاک ابھی مکمل نہیں ہوا تو نبوت تھوڑی سی دے دی گئی ہو۔ نہیں! مکمل نبوت عطا ہوئی، اور ایسی مکمل ہوئی کہ جس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا وہ صحابی ہو گیا، اور مکمل صحابی ہوا ہے ناقص صحابی نہیں ہوا۔ وہ صحابی مکمل، آپ نبی مکمل، اگرچہ قرآنِ پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ نبوت اور صحابیت کتاب اللہ کی تکمیل کی تابع نہیں۔ اگر کتاب صحبت سے زیادہ اہم ہوتی تو اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ کے نزول کے وقت ایمان لانے والے صحابی نہ ہوتے بلکہ یہ ہوتا کہ ابھی تو ایک ہی آیت نازل ہوئی ہے، جب پورا قرآن نازل ہو جائے گا تب صحابی بنو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس وقت ایمان لانے والے صحابہ کا مقام سب سے بڑھ گیا اور وہ اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ کہلائے، اور آج پورا قرآن سینوں میں ہے لیکن کوئی صحابی بن کر دکھائے! اس سے اندازہ کیجیے کہ صحبت کیا چیز ہے۔

انڈا ایک لاکھ سال تک پڑا رہے تو انڈا ہی رہے گا بلکہ گندا ہو جائے گا، اور مرغی کی صحبت میں ۲۱ دن تک رہے تو حیات آجاتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ بزرگوں کے پاس رہتے ہیں ان کو حیاتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ صحبت یافتہ عالم کے اخلاق میں اور غیر صحبت یافتہ عالم کے اخلاق میں آپ زمین و آسمان کا فرق پائیں گے۔ بے صحبت یافتہ کہیں دولت سے بِک جائے گا، کہیں مال سے، کہیں جاہ سے، کہیں باہ سے۔ اور اللہ کا ولی اور صاحبِ نسبت کبھی بک نہیں سکتا۔ سورج اور چاند سے نہیں بک سکتا، سلاطین کے تخت و تاج سے نہیں بِک سکتا، لیلائے کائنات کے نمکیات سے نہیں بک سکتا اور مجانینِ عالم کی عشقیات سے بھی نہیں بک سکتا۔

اسی لیے بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

---

[۵۵] العلق:۱

اے علمائے کرام! مدرسوں سے فارغ ہو کر چھ مہینے کسی اللہ کے ولی کے پاس رہ لو تاکہ تمہاری نفسانیت مٹ جائے اور للّٰہیت آجائے۔ ایک محدث نے کیا خوب کہا ہے:

اگر ملی نہ غلامی کسی خدا کے ولی کی
تو علمِ درسِ نظامی کو علم ہی نہیں کہتے

ورنہ ضمیر فروشی اور نفس پرستی رہتی ہے۔ جس کے دل میں خالقِ دل متجلی نہیں اس کا دل دل نہیں ہے وہ دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

صحبت اہلِ دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں

مولانا رومی کی محبتِ شیخ اور اس کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ ہوائی جہاز ڈھائی گھنٹے میں جدہ پہنچ جاتا ہے اور ریل شاید ایک ماہ میں پہنچے لہٰذا عبادت کی کثرت مت دیکھو۔ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی کثرتِ عبادت میں ہی مشغول مت رہو۔ کسی اللہ والے کے پاس جا کر بیٹھو تو تمہاری دو رکعت ایک لاکھ رکعت کے برابر ہو جائے گی کیوں کہ ان کی صحبت کی برکت سے تمہارے اندر دین کی سمجھ اور اللہ کی محبت اور معرفت پیدا ہو گی۔ اللہ والوں کی صحبت کا ایک عجیب انعام ہے یعنی محنت کم اور مزدوری زیادہ۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ مولانا رومی اپنے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر وجد کرتے ہیں؟ ایک ہی مصرع میں چار چار بار شیخ کا نام لیتے ہیں ؎

من نہ جویم زیں سپس راہِ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مولانا رومی ہزار سال عبادت کرتے تو وہ قربِ عظیم نصیب نہ ہوتا جو انہیں شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت سے نصیب

ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے گرویدہ و عاشق ہیں اور ان کے نام سے مست ہو جاتے ہیں۔ آدمی جس سے پاتا ہے اس کی گاتا ہے۔

یہاں تک کہ ایک بار حضرت شمس الدین تبریزی بغیر بتائے کہیں چلے گئے تو مولانا رومی بے قرار ہو گئے اور دیوانہ وار ان کی تلاش میں نکلے تو کسی نے کہا کہ ملکِ شام کی فلاں گلی میں، میں نے مولانا شمس الدین تبریزی کو دیکھا ہے تو ٹھنڈی آہ کھینچی اور فرمایا کہ آہ! جس شام میں میرا شمس رہتا ہے اس شام کی صبح کیسی ہو گی؟ اور فرمایا۔

اِبْرِکِیْ یَا نَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْرُ
اِنَّ تَبْرِیْزًا لَنَا ذَاتُ الصُّدُوْرِ

اے اونٹنی! ٹھہر جا میرا تو کام بن گیا اور میرے نصیب جاگ اٹھے۔ شہر تبریز سینوں کے بھید والا شہر ہے۔ اللہ کی محبت کے اسرار اسی شہر کے صدقے میں میرے شیخ تبریزی کے سینہ مبارک سے ملے ہیں۔

اِسْرَحِیْ یَا نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاضِ
اِنَّ تَبْرِیْزًا لَنَا نِعَمَ الْمَفَاضُ

اے میری اونٹنی! شہر تبریز کے باغوں کے ارد گرد خوب چر لے۔ شہر تبریز ہمارے لیے بہت بڑے فیض کی جگہ ہے۔

ہر زماں از فوح روح انگیز جاں
از فراز عرش بر تبریزیاں

مولانا جوشِ محبت میں اہلِ شہر تبریز کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! شہر تبریز والوں پر آسمان سے ہمہ وقت رحمتوں کی بارش فرما۔ مولانا اپنے پیر پر فدا ہو کر ہم سب لوگوں کو سبق دے گئے کہ شیخ سے کس طرح محبت کرنی چاہیے۔

صحبت یافتہ اور فیض یافتہ

ارشاد فرمایا کہ جس بادشاہ کو اپنی بادشاہت کا علم نہ ہو وہ بادشاہ نہیں

ہے۔ جس ڈپٹی کمشنر کو معلوم نہ ہو کہ میں اس حلقہ کا ڈپٹی کمشنر ہوں وہ ڈپٹی کمشنر بھی نہیں ہے۔ ایسے ہی جس پیغمبر کو اپنی نبوت کا علم نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس نے کہا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نبی ہوں یا نہیں؟ بلکہ ہر نبی نے اپنی نبوت کا بانگِ دہل اعلان فرمایا۔ جس طرح خاتم النبیین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں فرمایا کہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ[۱۰۶] اور قیامت تک کے لیے اعلان فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[۱۰۷] کہ میں خاتم النبیین ہوں اب میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لٰہذا اب قیامت تک جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کذاب اور دجال ہے۔ انبیاء کو تو وحی سے اپنی نبوت کا یقینی علم ہو جاتا ہے لیکن اولیاء اللہ کو بھی حالات و قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے قلب میں وہ مولیٰ اپنی تجلی خاصہ سے متجلی ہو گیا، ولایتِ خاصہ عطا ہو گئی۔ جس کو اپنے قلب میں اس مولیٰ کا قربِ خاص محسوس نہ ہو وہ ولی نہیں، اس کا دل خالی ہے۔ ناممکن ہے کہ دریا میں پانی آئے اور اس کو محسوس نہ ہو کہ میرے اندر پانی ہے، اگر دریا خاک اڑا رہا ہے یہ دلیل ہے کہ اس دریا میں پانی نہیں ہے چاہے وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ میں لبالب بھرا ہوا ہوں اور سینہ تان کر بہہ رہا ہوں لیکن اس کا خاک آمیز ماحول بتائے گا کہ یہ پانی سے محروم ہے، یہ ڈینگ ہانک رہا ہے، لاف زنی کر رہا ہے۔ جب دریا لبالب بہتا ہے تو بہت دور تک اس کی ٹھنڈک فضاؤں میں داخل ہو جاتی ہے۔ کئی میل دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس طرف دریا ہے، کیوں کہ ادھر سے جو ہوا آتی ہے وہ پانی سے لگ کر آتی ہے۔ پانی کی صحبت یافتہ ہوا اور ٹھنڈی نہ ہو؟ جو ہوا ٹھنڈی نہ ہو تو دلیل ہے کہ یہ پانی کی صحبت یافتہ نہیں ہے، اگر صحیح معنوں میں صحبت یافتہ ہوتی اور پانی کی ٹھنڈک کو صحیح معنوں میں جذب کیا ہوتا تو ضرور ٹھنڈی ہوتی۔ صحبت یافتہ کے معنیٰ خالی صحبت یافتہ نہیں بلکہ فیض یافتہ صحبت

---

۱۰۶ صحیح البخاری: ۲/۶۱۷، (۴۳۲۳)، باب قول اللہ تعالیٰ ''ویوم حنین اذ أعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا، المکتبۃ المظہریۃ

۱۰۷ سنن ابی داؤد: ۲/۲۲۸، اوّل کتاب الفتن ذکر الفتن ودلائلھا، ایچ ایم سعید

ہے۔اس لیے خالی یہ نہ دیکھیے کہ یہ شخص شیخ کے ساتھ رہتا ہے بلکہ یہ دیکھیے کہ اس کے اندر شیخ کا فیض کتنا آیا؟ورنہ وہ صحبت یافتہ تو ہے فیض یافتہ نہیں ہے۔ کیوں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا بدل الکل من الکل صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے۔ یعنی انعام والے بندوں کا راستہ پکڑو، تب صراطِ مستقیم پاؤ گے۔ اور انعام والے بندے کون ہیں؟ ان کو دوسری آیت میں بیان فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

پس اگر انعام والے بندوں کے ساتھ رہنے کے باوجود کوئی ان کی صفات کا حامل نہیں تو کہا جائے گا کہ یہ فیض یافتہ صحبت مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ نہیں ہے، اس کے حسنِ رفاقت میں کوئی کمی ہے۔ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے معلوم ہوا کہ صرف رفاقت کافی نہیں ہے، حسنِ رفاقت مطلوب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسنِ رفاقت میں کوئی کمی ہے، اور وہ کمی کیا ہے؟ مثلاً شیخ کے ارشادات پر عمل نہ کرنا۔ بے برکتی کا سبب بے عملی اور بے فکری ہے۔ شیخ نے مشورہ دیا کہ غصہ نہ کرنا، مخلوقِ خدا پر رحمت و شفقت کرنا تو شیخ کی بات مان لو اور زندگی بھر غصہ کو قریب نہ آنے دو۔ اگر شیخ کے مشوروں پر عمل کی توفیق نہیں تو وہ فیض یافتہ صحبت یافتہ نہیں ہے خواہ وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ مجھے فیضِ صحبت حاصل ہے۔ لیکن اگر تمہارے قلب میں نسبت مع اللہ کا دریا بہہ رہا ہے تو مغلوبیتِ نفس کی خاک کیوں اڑ رہی ہے؟ یہ غصہ سے تمہارا مغلوب ہو جانا دلیل ہے کہ دل اللہ کے تعلق خاص سے محروم ہے کیوں کہ اللہ کی محبت کی لازمی علامت تواضع اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی: اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کہ یہ لوگ مؤمنین کے لیے بچھے جاتے ہیں تواضع سے پیش آتے ہیں۔ جس شاخ میں پھل آجاتا ہے وہ جھک جاتی ہے، اور یہ تمہارا اکڑ کر چلنا اور ہر کسی سے لڑنا اور ہر وقت طبیعت سے شکست کھا کر گر پڑنا دلیل ہے کہ تمہارے اندر اللہ کی محبت کی کمی ہے اور شیخ کا فیضِ صحبت تمہیں نہیں ملا اور ملا تو بہت ہی کم ملا۔ شیخ کے فیض کے جذب کی صلاحیت دو چیزوں سے ملتی ہے: نمبر۱) ذکر اللہ پر مداومت، نمبر۲) تقویٰ پر استقامت۔

محبتِ شیخ کتنی مطلوب ہے؟

ارشاد فرمایا کہ پیر کی کتنی محبت ہونی چاہیے؟ اس مضمون کے متعلق ایک بہت بڑا راز اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر مکشوف فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَّنْ يُّخَالِلُ**[۱۰۸] انسان اپنے خلیل اور گہرے دوست کے دین پر خود بخود ہو جاتا ہے۔ تو اگر شیخ سے اتنی محبت ہو جائے کہ وہ ہمارے قلب میں خلیل ہو جائے تو اس کی تمام ادائیں ہمارے اندر خود بخود آجائیں گی، اور جب تک یہ ادائیں اس کے اندر نہیں آرہی ہیں تو صحبتِ شیخ اس کے لیے نفعِ کامل کا ذریعہ نہیں بن رہی ہے بوجہ اس کی نالائقی اور عدمِ اتباع کے۔ شیخ کامل کی صحبت سے نفعِ کامل حاصل کرنے کے لیے تفسیر روح المعانی کا ایک جملہ ہے کہ **خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ**[۱۰۹] اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہو جاؤ۔ وہی دردِ دل، وہی آہ وفغاں، وہی غضِ بصر، وہی تقویٰ تمہارے اندر بھی منتقل ہو جائے۔ اس حدیث کی رو سے کہ **اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ** اگر شیخ تمہارا خلیل ہوتا، اور **عَلٰى سَبِيْلِ خُلَّةٍ** تم کو شیخ کی محبت نصیب ہوتی تو شیخ کی راہ میں اور تمہاری راہ میں فرق نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ تمہاری رفاقت میں حسن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا** یہ خالی جملہ خبریہ نہیں ہے اس میں جملہ انشائیہ پوشیدہ ہے، یہ بہت اچھے رفیق ہیں اس خبر میں یہ انشاء موجود ہے کہ ان کے ساتھ حسین رفاقت اختیار کرو۔ جب تک شیخ کے راستے میں اور مرید کے راستے میں فرق ہے تو اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت **عَلٰى سَبِيْلِ خُلَّتٍ** مانگو کہ اے اللہ! شیخ کو میرے قلب میں اتنا محبوب کر دے کہ وہ میرا خلیل ہو جائے اور میں **عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ** ہو جاؤں۔ پس جب شیخ کی محبت **خُلَّتْ** کے درجہ میں پہنچ جائے گی تو اس کے مشورے پر اتباعِ کامل کی توفیق ہوگی اور پھر خود بخود شیخ کے تمام اخلاق آپ کے اندر منتقل ہو جائیں گے۔ یہ شرح اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے دل کو عطا فرمائی۔

۱۰۸؎ جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

۱۰۹؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ جس دروازے سے کوئی نعمت ملتی ہے اس بابِ رحمت کا بھی اکرام کیا جاتا ہے۔ شیخ کا بھی اکرام اسی لیے ہے کہ وہ بابِ رحمت ہے، اس کے ذریعے سے اللہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے مثال قیمت والا ہے، اس کا راستہ بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا رہبر بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا راہ رو بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا غم اور کانٹا بھی بے مثال قیمت والا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ کے راستے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ اگر ساری دنیا کے پھول اس کو سلامِ احترامی اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ کے راستے میں گناہ سے بچنے میں، نظر بچانے میں دل میں کوئی غم آجائے تو ساری دنیا کی خوشیاں اگر اس غم کو سلام کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔

لہٰذا صحبتِ شیخ کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفلی عبادات و اذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا تو قرآنِ پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہو جاتے۔ تلاوتِ قرآنِ پاک سے صحابی نہیں ہوتا، نگاہِ نبوت سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت سے صحابہ کو وہ کیفیتِ احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مُد جَو صدقہ کرنا ہمارے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حاملِ کیفیتِ احسانیہ قیامت تک کوئی نہیں آئے گا۔

لہٰذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ تمہارا اُحد کے برابر سونا خرچ کرنا اس کیفیتِ احسانیہ کے ساتھ نہیں ہوگا جس کیفیتِ احسانی سے میرا صحابی ایک مُد جَو اللہ کے راستے میں دے گا۔

اور کیفیتِ احسانی کیا ہے؟ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ[۱۱۰] قلب کو ہر وقت یہ

---

[۱۱۰] صحیح البخاری:۱/۱۲(۵۰)، باب سؤال جبریل علیہ السلام، المکتبۃ المظھریۃ

کیفیتِ راسخہ حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو گئی اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے۔ اس کا اسلام بھی حسین ہو جاتا ہے۔ احسان بابِ افعال سے ہے اور بابِ افعال کبھی معنیٰ میں اسم فاعل کے ہوتا ہے، احسان معنیٰ میں محسن کے ہے۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ احسان ایمان کو بھی حسین کر دیتا ہے، اسلام کو بھی حسین کر دیتا ہے، اس کی بندگی ہر وقت حسین رہتی ہے۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اس کا ایمان حسین نہیں ہو گا؟ اس کو تو ہر وقت حضوری حاصل ہو گی۔ ایمان بالغیب نام کا ایمان بالغیب رہ جائے گا، اور اس کا اسلام بھی حسین ہو جائے گا یعنی اس کی نماز، اس کی تلاوت، اس کا سجدہ سب حسین ہو جائے گا۔ لہٰذا شیخ کے پاس اضافۂ علم کی نیت سے نہ جاؤ، اس نیت سے جاؤ کہ اس کے قلب کی کیفیتِ احسانی، اللہ تعالیٰ کا تعلق، قرب و حضوری، ہمت و تقویٰ، ایمان و یقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہو جائے۔

کیفیتِ احسانی اور طریقۂ تحصیل

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فتح الباری شرح بخاری“ میں اس احسانی کیفیت کو بیان فرمایا کہ احسان کیا ہے؟ فرماتے ہیں: **اَنْ یَّغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَی اللہَ تَعَالٰی شَانُہٗ بِعَیْنِہٖ**[۱] یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کیفیت کو مدارس سے، کتابوں سے، تبلیغ سے، تدریس سے کوئی نہیں پاسکتا۔ یہ کیفیت صرف اور صرف اہل اللہ کے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی ہے۔ کیفیات کے حامل قلوب ہوتے ہیں۔ قوالب اور اوراقِ کتب نہیں ہوتے۔ کتابوں سے یہ چیز نہیں مل سکتی۔ کمیاتِ شرعیہ کتابوں سے ملتی ہیں لیکن کیفیتِ احسانیہ کے حامل اوراق کتب نہیں ہو سکتے۔ یہ کیفیاتِ احسانیہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔ لہٰذا جب شیخ کے پاس جاؤ تو اضافۂ علم کی نیت نہ کرو کیفیتِ احسانیہ کی ترقی کی نیت کرنی چاہیے۔

---

[۱] فتح الباری: ۱۲۰/۱، قولہ: باب سؤال جبریل عن الایمان، دار المعرفۃ، بیروت

اعمال کی ترقی اور قبولیت احسان پر موقوف ہے کمیت پر موقوف نہیں۔ جیسے جہاز میں لوہا کم ہوتا ہے اس کا حجم بھی کم ہوتا ہے۔ اور ریل کا لوہا اور حجم زیادہ ہوتا ہے لیکن جہاز چھوٹا ہو چاہے ڈکوٹہ ہی ہو لیکن اپنی اسٹیم کی کیفیت کی وجہ سے یہاں سے چند گھنٹوں میں جدہ پہنچ جائے گا جب کہ ریل کو پہنچنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ لہٰذا اپنے بزرگوں کی خدمت میں ہم جائیں تو یہ نیت کریں کہ کیفیت کی اسٹیم لینے جارہے ہیں، کیوں کہ اگر علم کی نیت کی تو ممکن ہے وہاں ایک علم کی بار بار تکرار ہو۔ اس تکرار سے بعضے نادان گھبراتے ہیں کہ میاں! وہاں تو ایک ہی بات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ ایسا سمجھنا سخت نادانی ہے۔ تکرارِ علم قرآنِ پاک سے بھی ثابت ہے۔ ایک ہی آیت کتنی جگہ نازل ہوئی ہے۔ تکرارِ علم دلیلِ شفقت ہے۔ باپ اپنے بیٹوں سے بار بار کہتا ہے کہ بیٹا! اس گلی سے نہ جانا وہاں غلط قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ پھر دو تین دن کے بعد یہی کہتا ہے۔ بار بار ایک ہی آیت کا نزول حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کی دلیل ہے۔ ایسے ہی شیخ اور مربی پر رحمت کا غلبہ ہوتا ہے تو بار بار کہتا ہے کہ دیکھو! نظر بچانا۔

نفس پر غالب آنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ طاقت الگ چیز ہے اور فن الگ چیز ہے۔ ایک شخص تین مَن کا نہایت طاقتور ہے لیکن داؤ پیچ نہیں جانتا تو کشتی میں اس کو کم طاقت والا وہ شخص گرادے گا جو داؤ پیچ جانتا ہے۔ چناں چہ حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد جن سے میں نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی اتنے ماہر تھے کہ ان پر ایک دشمن نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ قلم سے کچھ لکھ رہے تھے کہ انہوں نے فوراً بجلی کی طرح پینترا بدلا اور قلم اس کی گردن میں ایسا مارا کہ وہ مر گیا۔ تلوار والے کو قلم والے نے مار دیا۔ اسی کو فن کہتے ہیں اور یہ سیکھنا پڑتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح نفس کو دبانے کا فن اللہ والوں سے سیکھا جاتا ہے ورنہ لاکھ طاقت آزمائی کروگے نفس تمہیں دبائے رہے گا۔ اللہ والے گُر سکھاتے ہیں کہ نفس دشمن کو کس طرح زیر کیا جاتا ہے۔ اہل اللہ سے جو یہ فن نہیں سیکھتا نفس اس کو ہمیشہ پٹکتا رہتا ہے اور وہ نفس پر کبھی غالب نہیں آسکتا۔

سکوتِ شیخ کے نافع ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ شیخ اگر خاموش بھی ہو تو بھی اس کے پاس بیٹھے رہو، یہ نہ سمجھو کہ وقت ضایع ہو رہا ہے، نفع نہیں ہو رہا ہے۔ شیخ خاموش بھی ہو گا تو بھی نفع ہو گا۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایئر کنڈیشن تقریر نہیں کر رہا ہے مگر ٹھنڈک مل رہی ہے۔ اپنے شیخ کے قلب کو ایئر کنڈیشن سمجھو، خاص کر وہ مشائخ جو اپنے جسم کی کار میں حواسِ خمسہ کی کھڑکیوں پر تقویٰ کا شیشہ بھی چڑھا کر رکھتے ہیں اور قلب میں ذکر کا ایئر کنڈیشن بھی چل رہا ہے۔ لہٰذا ان کے پاس بیٹھنے والوں کو کتنی ٹھنڈک، کتنا اطمینان قلب ملے گا؟ جس کار کے سب شیشے بند ہیں اس کار کے ایئر کنڈیشن میں کتنی ٹھنڈک ہو گی؟ اور جس کار کے شیشے کھلے ہوں اس کے ائیر کنڈیشن میں ایسی ٹھنڈک نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جو شخص تقویٰ سے نہ رہتا ہو، نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو، چاہے ذکر کرتا ہو تو اس کے پاس بیٹھنے سے ذکر کی پوری ٹھنڈک نہیں ملے گی کیوں کہ ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نافرمانی سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جہاں دو متضاد صفات کا ظہور ہو رہا ہے وہاں سوچ لو کہ کیا حال ہو گا؟ خود فیصلہ کر لو۔ نہ خود اس کے قلب کو ذکر کی پوری ٹھنڈک اور اطمینانِ کامل نصیب ہو گا نہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو نصیب ہو گا اور جو شیخ نظر کی حفاظت کرتا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے ہر گناہ سے بچتا ہے اس کے قلب کا ایئر کنڈیشن کتنا قوی ہو گا؟ اس کے پاس بیٹھنے سے اطمینانِ کامل نصیب ہو گا چاہے وہ کوئی تقریر نہ کرے۔ جس طرح ایئر کنڈیشن تقریر نہیں کرتا لیکن سب کو ٹھنڈک نصیب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا شیخ کی خاموشی کو غیر مفید نہ سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ جب ذکر اللہ میں ٹھنڈک اور اطمینانِ قلب کی خاصیت ہے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ[۱۱۲] تو جو ذاکر ہے اس کے قلب میں یہ خاصیت نہ ہو گی؟ خصوصاً وہ شیخ کہ گناہ کی حرام لذتوں سے بچنے سے جس کے قلب میں صرف اللہ ہو۔ جس کے قلب میں صرف اللہ کے قرب کا عالم ہو اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہو گا؟ اس کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا۔ اور اس کا نفع متعدی اتنا قوی ہو گا کہ ایک عالم اس سے سیراب ہو گا۔

[۱۱۲] الرعد: ۲۸

گناہوں سے نفرت

خطبہ میں اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کی آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے انسان کا مزاج بدل جاتا ہے اور گناہ کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح ماں بچے کا دودھ چھڑانے کے لیے اپنے پستانوں پر کسی کڑوی چیز کا لیپ کرلیتی ہے جس سے بچہ کو دودھ کا چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والے گناہوں کی چھاتیوں پر خوفِ خدا کا لیپ کردیتے ہیں۔ ان کی صحبت سے ایمان ویقین ایسا بن جاتا ہے کہ دوزخ اور جنت، میدانِ محشر کی پیشی پر اتنا یقین ہوجاتا ہے کہ گناہوں میں کڑواہٹ معلوم ہونے لگتی ہے۔ فاسقانہ مزاج اولیاء اللہ کے عاشقانہ وشریفانہ مزاج سے تبدیل ہوجاتا ہے۔

اہلِ محبت کی صحبت

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا عاشق بننا چاہے وہ اہلِ محبت کے پاس زیادہ رہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ والوں کے پاس سونے والا بھی محروم نہیں ہوتا جس طرح رات کی رانی کے درخت کے پاس کوئی شخص سوجائے تو نیند میں بھی اس کا دماغ معطر ہوجاتا ہے۔ حالاں کہ وہ جاگا نہیں تھا۔ تو پھر اللہ والوں کے پاس سونے والا کیسے محروم ہوسکتا ہے۔

حقوقِ شیخ وآدابِ مجلسِ شیخ

عشاء کی نماز کے بعد بہت بڑی تعداد جمع ہوگئی اور بہت لوگ داخلِ سلسلہ ہوئے، انہیں معمولات بتائے گئے اور حضرت نے کچھ نصیحتیں فرمائیں اور چار باتوں کا خاص طور پر اہتمام کرنے کے بارے میں کہا گیا:

۱) اپنے شیخ سے محبت کریں۔ ۲) شیخ پر اعتماد کریں۔ ۳) اپنے حالات کی شیخ کو اطلاع کرتے رہیں۔ ۴) شیخ کی طرف سے جو علاج وغیرہ تجویز کیا جائے اس کی اتباع کریں۔

اور اس بات کا حضرت شیخ نے کئی بار طالبین کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب شیخ کی خدمت میں ہوں تو اپنی طرف سے کوئی بات نہ کریں، شیخ کی سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے زبان ایک دی ہے اور کان دو دیے ہیں کہ بولو کم اور سنو زیادہ۔ جس طرح چھوٹا بچہ دو سال تک ماں باپ کی سنتا ہے پھر ان ہی کی بولی بولنے لگتا ہے۔

مرید ہونے کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ مرید ہونے کا مقصد کیا ہے اور پیر کی صحبت کیوں ضروری ہے؟ اس مقصد کو قرآنِ مجید نے بیان فرمایا:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اگر تقویٰ اختیار نہ کیا تو بندے تو رہو گے لیکن گندے رہو گے۔ لہٰذا ہر قسم کا گناہ چھوڑ دو ولی اللہ بن جاؤ گے ورنہ دوستی کے قابل نہ رہو گے۔ حرام خوشیاں حاصل کرنا گدھا پن ہے۔ مالک کو ناخوش کرنا کمینہ پن ہے۔ اگر گناہ نہیں چھوڑنا ہے تو اس کے رزق کو ہاتھ نہ لگاؤ، ورنہ جس کا کھاؤ اس کا گاؤ۔ اس تقویٰ کا حصول اہل اللہ کی صحبت سے ہوگا۔ اور اتنا رہو کہ ان جیسے ہو جاؤ۔ اگر شیخ کے ساتھ رہنے کے باوجود تقویٰ نہ ملا اور تمہاری میخ قابو میں نہیں ہے تو یہ تمہاری چوری کی علامت ہے کہ چھپ چھپ کے چوری کرتے ہو، ایسا شخص صورتِ صالحین میں ڈاکو ہے۔ آج سے ارادہ کرلو کہ نہ کسی عورت کو دیکھو گے اور نہ اَمرد کو، نہ چھوٹی داڑھی والے کسی حسین کو۔ جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ بعض فاسق ہلکی داڑھی والے سے حرام کاری کا شوق رکھتے ہیں بنسبت اَمردوں کے۔ اہلِ مدارس اساتذہ اور خانقاہ کے خدام کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

دل کا مزاج اور ہماری ذمہ داری

ارشاد فرمایا کہ دل کا مزاج لٹکنا ہے۔ یہ کہیں نہ کہیں لٹکے گا۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث **وَرَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ**[۱۳] کہ وہ شخص

---

[۱۳] صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، المکتبۃ المظہریۃ

عرش کے سائے تلے ہوگا جس کا دل مسجد سے لٹکا ہوا ہوگا۔ جب گھر سے لٹکے گا تو گھر والے کے ساتھ کس قدر تعلق ہوگا! لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ جڑ جاؤ، شیخ کی خدمت اللہ تعالیٰ کی خدمت ہے۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ شیخ کو دیکھنا گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ یہ باتیں انہیں سمجھنا آسان ہے جو عشقِ مجازی کی چوٹ کھا چکے ہیں یا اس کا ذوق رکھتے ہوں۔ پھر ان کا عشق، عشقِ الٰہی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

شیخ سے نفع کی شرط

ارشاد فرمایا کہ شیخ سے نفع کے لیے جہاں شیخ سے عشق و محبت شرط ہے وہاں ایک شرط یہ بھی ہے کہ غیر شیخ کو مت چاہو۔ اگر غیر شیخ عالم ہے یا مفتی ہے تو اس سے مسائل تو ضرور پوچھو لیکن اس کی مجلس میں مت جاؤ، یہ محبت اور غیرت کے خلاف ہے۔ شیخ زندہ ہو تو دوسروں کے پاس مت بیٹھو۔ ایک کٹ آؤٹ ہونا چاہیے تاکہ پاور ہاؤس سے پوری بجلی ملے۔ دوسروں کے پاس جانے کو دل چاہنا شیخ سے محبت کی کمی کی علامت ہے۔

حضرت والا رحمہ اللہ کا اپنے شیخ سے تعلق

ارشاد فرمایا کہ پھولپور (الٰہ آباد) میں میری تعلیم کے زمانے میں بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے لیکن میں کسی جلسے میں نہیں جاتا تھا بلکہ اپنے شیخ کے پاس رہتا تھا۔ اور مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ بات نہ تو کسی نے سمجھائی تھی اور نہ ہی شیخ نے بتلائی تھی لیکن ؎

محبت خود سکھا دیتی ہے آدابِ محبت

جب میں مڈل پڑھ رہا تھا تو گاؤں والے ایک شعر پڑھتے تھے ؎

اللہ اللہ کیا مزہ مرشد کے مے خانے میں ہے
دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے

کئی کئی ماہ ہو جاتے شیخ کے علاوہ کسی کی صورت دکھائی نہ دیتی۔ حضرت والا دامت برکاتہم (یعنی حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ) نماز پڑھاتے اور میں تکبیر کہتا

تھا اور تیسرا آدمی نہ ہوتا تھا اور ذرا طبیعت نہ گھبراتی تھی۔ شیخ کی اللہ اللہ سنتا تو حاصلِ دو جہاں پا جاتا تھا۔ جب منزل ایک ہے تو راہ بر بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔

عالِم کو شیخ کی ضرورت کیوں

ارشاد فرمایا کہ عالم کو شیخ کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ استغنا کی شان رہتی ہے، اور تعلق کے بعد فنائیت پیدا ہوتی ہے اور حقوق کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استغنا کی دو قسمیں ہیں: ۱) پندار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ۲) اور ایک غلبۂ توحید کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ حقوق العباد میں کمی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کار کی بریک پر اگر ڈرائیور کا پاؤں نہ ہو تو چوک کے درمیان میں ایکسیڈنٹ کرے گا۔ چناں چہ جن لوگوں کا کوئی مربی نہیں تھا تو وہ حبِّ جاہ اور حبِّ باہ میں مبتلا ہو گئے۔

اہل اللہ سے محبت کی مقدار

ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی ایک علمِ عظیم عطا ہوا ہے۔ ''بخاری شریف'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ[۱۱۴]

اے اللہ! میں آپ کی محبت مانگتا ہوں اور آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتا ہوں۔ تو اس حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محبت مانگی ہے، تو اللہ سے عاشقوں کی محبت مانگنا سنتِ پیغمبری ہے۔ اب یہ محبت کتنی مانگنی چاہیے؟ ابھی ابھی راز ظاہر ہوا ہے۔ اور الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے بندے کو کشفِ اسرار کی کتاب بنایا ہے۔ تو یہ مقدار اس حدیث میں ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ[۱۱۵]

---

۱۱۴ جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

۱۱۵ جامع الترمذی: ۶۳/۲، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہے۔ بس! وہ دیکھے کہ کس کو خلیل بنارہا ہے؟ تو انسان اللہ تعالیٰ سے اہل اللہ کی اتنی محبت مانگے کہ وہ اس کے خلیل بن جائیں۔ تو جب اپنے شیخ کی محبت اس قدر ہو کہ وہ دل میں خلیل بن جائے تو شیخ کی ادائیں خود بخود مرید میں منتقل ہو جائیں گی۔ اگر شیخ سے تعلق بطور سبیل خُلّت ہو تو کیوں نہ اس کے سبیل پر آجائے؟ اگر نہیں آئے تو یہ تعلقِ خُلّت نہیں ہے۔ یہ رفاقتِ حَسَنَہ نہیں ہے۔ جسے قرآن نے کہا وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقًا لہٰذا اللہ تعالیٰ سے محبتِ خُلّت مانگو۔

شیخ کی اتباع

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی اتباع اس کے اقوال میں کرو، ہر عمل میں ضروری نہیں، ممکن ہے کہ غلبۂ حال میں ہوا ہو۔ جس طرح میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ لنگی پہنتے تھے، پائجامہ نہ پہنتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مجھے بیماری ہے اس لیے لنگی پہنتا ہوں تم اس کی اتباع نہ کرو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر بات میں شیخ کا نام لیتا ہے وہ سنتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عمل کرتا ہے، کیوں کہ صحابہ کہا کرتے تھے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور اس شخص سے فیض بھی زیادہ ہوگا۔

اہل اللہ کی قیمت

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ والوں کے ساتھ جڑے رہو، جب دنیا میں تھرڈ کلاس کا ڈبہ فرسٹ کلاس کے ڈبے سے منسلک ہو جائے تو وہ رہتا تو تھرڈ کلاس ہی ہے لیکن منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اللہ والوں کے ساتھ جڑنے والے تھرڈ کلاس انسان فرسٹ کلاس بنا دیے جاتے ہیں اور انہیں اعزازِ ولایت دے دیا جاتا ہے۔ پھر حضرت والا دامت برکاتہم نے یہ شعر پڑھا ؎

ان کا دامن اگرچہ دور سہی
ہاتھ تم بھی ذرا دراز کرو

اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گڑ گڑا کر جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اسے مے گلفام

اس لیے اتنا رو ؤ کہ آنسو تمہیں اللہ تک لے جائیں۔ جیسے کسی نوجوان شاعر نے کہا ہے ؎

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

شیخ سے محبت

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت میں تملّق (چاپلوسی) بھی جائز ہے۔ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ملتا ہے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے سے۔ اس لیے شیخ سے ناز و نخرہ حرام ہے۔ اپنی معلومات کو مجہولات کی تھیلی میں ڈال کر شیخ کے پاس آؤ کیوں کہ پستی ہی میں پانی آتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہر کجا پستی آب آں جا رود

اہل اللہ کے ساتھ رہنے کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ اس مسجد میں یہ راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے کہ تقویٰ والوں کے ساتھ رہنے سے ہمت اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ کیوں کہ جب کئی غم اٹھا رہے ہوں تو سب پر غم اٹھانا آسان ہو جاتا ہے۔

شیخ اور مرید کی مثال

ارشاد فرمایا کہ اپنے شیخ کو یوسفِ روحانی سمجھو اور خود کو یعقوبِ روحانی سمجھو اور آہ و زاری کرو اور شیخ کے سامنے اپنا وجود ختم کر دو۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نہیں لیا۔ اس لیے کہ ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تب بناتے جب ان کا وجود ہوتا، بَعۡدِیۡ تب ہوتا ہے جب وجود الگ ہو۔ اور شیخ جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے اس کی شراب اور تیز ہوجاتی ہے۔ پھر حضرت والا رونے لگ گئے۔ فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ یاد آگئے تھے اس لیے رونا آگیا۔

اہل اللہ سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے مثنوی شریف کا یہ شعر پڑھایا۔

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

ارشاد فرمایا کہ ایمان کو دل میں لانے کی کوشش کرو، اور وہ اس طرح ہوگا کہ کسی مردِ کامل کے سامنے اور اس کے قدموں میں ملیدہ بن جاؤ۔ اس میں اگرچہ نفس کو تکلیف ہوگی لیکن نفس کو مٹانا ہی پڑے گا۔ اگر نفس کو نہ مٹایا تو حقِ وفاداری ادا نہ کی۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ جب تھانہ بھون آئے تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شعر پیش کیا۔

نہیں کوئی اور خواہش در پر میں لایا ہوں
مٹا دیجیے مٹا دیجیے میں مٹنے ہی کو آیا ہوں

صحبتِ صالحین اور آیاتِ قرآنیہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد حضرت والا دامت برکاتہم نے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی آیت تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ گناہ کرنے والا بھی اپنے آپ کو بُرا سمجھتا ہے، لیکن اپنی نالائقی کا علم علاج کے لیے کافی نہیں۔ جیسے کسی کو ڈاکٹر نے گردے میں پتھری بتلائی ہو تو صرف علم ہونے سے علاج نہیں ہوگا جب تک دوا اور پرہیز نہ کرے۔ اسی طرح بہت سارے سالکین کو روحانی بیماری کا علم ہے لیکن صحت حاصل نہیں۔ علم پر عمل کرنے کے لیے قوتِ ارادیہ اور ہمّت

کی ضرورت ہے۔ اور وہ اہلِ ہمت سے ملتی ہے جو کہ ہر وقت **یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ** رہتے ہیں یعنی اللہ کی ذات کو مراد بنائے رہتے ہیں۔ یہ آیت حضرات صحابۂ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اتری تھی۔ اور **یُرِیْدُوْنَ** فعلِ مضارع لا کر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس زمانۂ حال اور مستقبل کی وفاداری کی ضمانت دی کہ اب بھی اور مستقبل میں بھی میرے مرید ہیں اور میں ان کی مراد ہوں۔ **یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ** جملہ خبریہ نازل فرما کر بتلایا کہ جس کو میری معرفت حاصل ہو جائے گی وہ میرا ہی مرید ہو گا۔ جس شخص کا کوئی بھی ارادہ نہ ہو وہ گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ ارادۂ خیر سے خیر ملے گی نفسِ اَمَّارَۃ بِالسُّوْءِ کے لیے ارادہ بالخیر ضروری ہے، اگر دل کسی ارادے سے خالی ہو گا تو خود بخود اِرَادَہٗ بِالشَّرِ آجائے گا کیوں کہ نفس کی فطرت اِرَادَہٗ بِالسُّوْءِ ہے یعنی **کَثِیْرُ الْعَمَلِ بِالسُّوْءِ** بہت زیادہ بُرائی کا حکم دینے والا، اور **بِالسُّوْءِ** کا الف لام جنس کے لیے ہے کہ گناہ کی کوئی قسم ایسی نہیں جو اس میں داخل نہ ہو۔ تو مولیٰ نے مولیٰ ملنے کا طریقہ خود بتلا دیا کہ میرے پانے والوں کے ساتھ رہو۔ جیسے کباب کا عاشق کباب والے کے ساتھ رہے گا تو کباب پائے گا۔ اگر کسی کے پاس کباب ہی نہ ہوں تو کیا پائے گا؟ اور جب مولیٰ والے بنو گے تو اندھیرے خود بخود چھٹ جائیں گے۔ چمگادڑ سورج کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اندھیرا اور نور جمع نہیں ہو سکتا۔ جہاں اللہ تعالیٰ ہے وہاں گناہوں کے تقاضے مضمحل ہو جاتے ہیں۔

اگر قرآن نازل ہو جاتا اور ہر ایک کے گھر پہنچ جاتا تو کوئی بھی صحابی نہ بن سکتا، صحابیت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ضروری ہے۔ قرآن راستہ دکھلاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے پر چلاتے ہیں۔ اگر صرف علم پڑھ کر ولی اللہ بن سکتے تو **کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** نازل نہ ہوتا۔

صحبتِ اہل اللہ اور علمِ لدنّی

ارشاد فرمایا کہ ’’لوحِ محفوظت پیشانئ یار‘‘ جن اہل اللہ کا تزکیہ ہو چکا ہے ان کا علم بھی مزکّٰی ہوتا ہے اور نفس کی ظلمت سے پاک ہوتا ہے ورنہ جن علماء کا تزکیہ نہیں ہوا ہوتا ان کے علم میں نفس کی ظلمت کی آمیزش ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب خاک آمیز قطرہ (مراد گناہ) تجھے مست کر رہا ہے تو جب صاف ہو جائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا اس کا کیا اثر ہو گا۔

اہل اللہ کے پاس جانے کا مقصد

اہل اللہ کے پاس کمیّات کے لیے نہ جائے، کیوں کہ کمیّات میں فرق نہیں ہوتا۔ وہ بھی اتنی ہی فرض نماز کی رکعتیں پڑھتے ہیں جتنی عام مسلمان پڑھتے ہیں لیکن کیفیات میں فرق ہے۔ اہل اللہ جب سجدہ کرتے ہیں تو اپنا جگر رکھ دیتے ہیں اور اپنی روح کی صورتِ مثالیہ کو رکوع، سجود کرتے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا اہل اللہ کے پاس کیفیاتِ احسانیہ میں ترقی کے لیے جائے کیوں کہ ان میں منتقل ہونے کی شان ہوتی ہے۔ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ احسان کا معنٰی ہے حسین کرنا۔ یہ کیفیات اسلام اور ایمان کو حسین کر دیتی ہیں۔

اہل اللہ کی صحبت کی اہمیت وضرورت

ارشاد فرمایا کہ عاشقوں کا ملنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ جماعت کی نماز واجب کر دی، اور اس میں زیادتی مطلوب ہے۔ اور جمعہ اور عیدین میں تعداد اور بھی بڑھا دی، اور بین الاقوامی عاشقوں سے ملنے کے لیے حج کو فرض کر دیا حالاں کہ اکیلے میں عبادت کرنے میں خوب دل لگتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کا خیال نہیں کیا بلکہ چاہا کہ جماعت کی وجہ سے ہر ایک کی نماز قبول ہو جائے اور ہول سیل ریٹ میں بک جائے۔ اگر کسی کی نماز میں کمی ہو تو دوسروں کی اعلیٰ کے ساتھ اس کی بھی قبول ہو جائے۔ جس طرح گندم کے ساتھ تنکے اور پتھر بھی اسی بھاؤ میں بک جاتے ہیں۔ الگ نماز پڑھنا تکبر کی علامت ہے۔ تو عاشقوں کی صحبت سے دوستوں کی محبت بھی ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ملے گی۔ کیوں کہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ

الخ حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لیے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔[۱۱۶]

مرشد کا فیض اور اس کی حسّی مثال

ارشاد فرمایا کہ میں حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک جگہ گیا تو گلی میں مکانوں کے سامنے سبزہ وغیرہ لگا ہوا تھا۔ ایک مکان کے باغیچہ میں ہر شے مرتب و منظم تھی۔ جب کہ دوسرے مکان کا باغیچہ جیسے کوئی جھاڑ جھنگاڑ ہو۔ تو حضرت ہردوئی نے رُک کر احباب سے فرمایا کہ ان دونوں باغیچوں میں فرق اس لیے ہے کہ ایک کا مالی ہے ایک کا مالی نہیں ہے۔ یہی مثال مرشد کی ہے کہ وہ مرید کے دل سے نفس کی جھاڑیاں اکھاڑتا رہتا ہے اور اللہ کی محبت کا باغ لگاتا رہتا ہے۔ لیکن اس کی دو شرطیں ہیں: ۱) یہ کہ مرید شیخ کو اپنا دل پیش کرے۔ ۲) مرید اپنے نفس کا خون پیے اور اس کی مخالفت کرے۔

انفرادی عبادت اور صحبتِ صالحین

فجر کے بعد حضرت والا کی مجلس ہو رہی تھی کہ چند احباب مجلس چھوڑ کر اشراق کے نوافل پڑھنے کے لیے مجلس سے چلے گئے۔ جب وہ واپس آئے تو حضرت والا نے انہیں تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اشراق کے نفل پڑھے ہیں اور کبھی نہیں پڑھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب اشراق پڑھتے تو معلوم ہوتا کہ چھوڑیں گے نہیں اور جب چھوڑ دیتے تو معلوم ہوتا پڑھیں گے نہیں۔ انفرادی نفلی عبادات کے لیے شیخ کی صحبت ترک کرنا دانشمندی نہیں، یہ نامناسب بات ہے۔ یاد رکھو! صحبتِ صالحین جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو صحبتِ صالحین سے عطا فرماتے ہیں وہ نفلی عبادات سے نہیں مل سکتا۔ فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ کے بعد صحبتِ صالحین

---

[۱۱۶] مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۶/۲، باب الحب فی اللہ و من اللہ، المکتبۃ القدیمیۃ

کو اختیار کرو۔ ایک بزرگ نے اُن لوگوں سے کہا جو نفلی حج کے لیے جا رہے تھے ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

ترجمہ: اے لوگوں جو حج پر جارہے ہو! معشوق (یعنی اللہ تعالیٰ) یہاں ہمارے پاس موجود ہے آؤ ہمارے پاس۔

صحبتِ اہل اللہ اور کردار و گفتار میں اعتدال

خواجہ تاشنیم امّا تیشہ ات
می شگافد شاخ را در بیشہ ات

ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کے کئی غلام آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔ مولانا رومی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! آپ ہمارے مالک ہیں اور ہم سب بندے آپس میں خواجہ تاش ہیں اور دنیا کے جنگل میں آپ کا تیشہ شاخوں کی تراش خراش اور اصلاح کرتا رہتا ہے یعنی بندوں کے نفوس کے اصل مزکّی آپ ہیں، اگر آپ نہ چاہیں تو کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جس طرح جس باغ کے درختوں کا کوئی مالی نہ ہو تو اس کی شاخیں بے ہنگم اور ٹیڑھی میڑھی ہوتی ہیں اور جن درختوں کا مالی ہوتا ہے تو وہ درخت نہایت موزوں خوبصورت اور سبک ہوتے ہیں کیوں کہ بے ہنگم شاخوں کو مالی اور باغبان کاٹتا رہتا ہے۔ اسی طرح جو شیخ سے اپنی اصلاحِ نفس کا تعلق رکھتے ہیں ان کے اخلاق و اعمال نہایت معتدل اور پیارے ہوتے ہیں کہ جو ان کو دیکھتا ہے ان کے اخلاقِ حمیدہ سے متأثر ہوتا ہے، لیکن حقیقی مزکی اور مصلح اللہ تعالیٰ ہیں، مگر عادت اللہ یہی ہے کہ تزکیہ کا دروازہ اور ظاہری وسیلہ رجالُ اللہ ہیں۔

صحبتِ صالحین اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا

اگلے مصرع میں مولانا حق تعالیٰ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اپنے خاص بندوں سے الگ نہ فرمائیے۔ سوال ہوتا ہے کہ سوءِ قضا سے پناہ مانگ کر مولانا

عبادِ صالحین سے الگ نہ ہونے کی درخواست کیوں کر رہے ہیں؟ اس لیے کہ اہل اللہ کی رفاقت اور ان سے محبت للّٰہی سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے کیوں کہ وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ[۱۱۷] کا خطاب ان ہی کو سننا پڑے گا جو قلباً و قالباً و اعتقاداً عبادِ صالحین سے نہ ہوں گے، وہی مجرمین ہوں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ[۱۱۸] کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں تو پھر غیر نبی کا کیا منہ ہے جو اِلْحَاق بِالصّٰلِحِیْنَ کی اہمیت کا منکر ہو!

اہل اللہ کی رفاقت سوءِ قضا سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو صرف اللہ کے لیے کسی بندے سے محبت کرے اس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہو جائے گی۔ اور حضرت ملّا علی قاری ''مرقاۃ'' میں نقل کرتے ہیں کہ ایمان کی حلاوت جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے کیوں کہ جب ایمان قلب سے نکلے گا ہی نہیں تو خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ سے محبت قلب میں حلاوتِ ایمانی پانے کا ذریعہ ہے اور حلاوتِ ایمانی کا قلب میں داخل ہونا سوءِ خاتمہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مِنْہُ اس لیے سوءِ قضا سے پناہ مانگنے کے ساتھ مولانا (رومی رحمۃ اللہ علیہ) اہل اللہ کی معیت مانگ رہے ہیں تاکہ سوءِ قضا سے حفاظت رہے۔ اور ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اہل اللہ کا ساتھ نصیب نہ ہونا خود سوءِ قضا ہے جس سے پناہ مانگی جا رہی ہے۔[۱۱۹]

صحبتِ اہل اللہ کی برکات

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو کسی صاحبِ نسبت کی خدمت میں جائے اور اس کے سر پر گناہوں کے پہاڑ ہوں تو اس اللہ والے کی نسبت اور

[۱۱۷] یٰسٓ: ۵۹

[۱۱۸] یوسف: ۱۰۱

[۱۱۹] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۷۴، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

تعلق مع اللہ کا نور گناہ کے پہاڑوں کو اڑا دے گا۔ سارے اندھیرے چھٹ جائیں گے لیکن عام لوگ صحبت کو سمجھتے ہی نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ نبی کی صحبت ہی سے صحابی بنے۔ اگر صحابہ لاکھ تبلیغ کے چِلّے لگا لیتے، لاکھ مدرسوں میں پڑھتے لیکن اگر صحبتِ رسول نہ پاتے تو صحابی نہیں ہوسکتے تھے۔ یہ صحبت عجیب چیز ہے کہ عبداللہ ابن امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نہیں تھیں لیکن نبی نے دیکھ لیا تو وہ صحابی ہوگئے۔ خود صحابی کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ نبی نے جس کو حالتِ ایمان میں دیکھ لیا تو وہ نابینا امتی بھی صحابی ہوگیا۔ یہ قیمت ہے نظر کی۔ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری جیسی عظیم شخصیتیں جو نظرِ نبوت کو نہیں پاسکیں اس لیے صحابی نہیں ہیں، اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہیں۔ اب بتلاؤ نظر کے لیے اور کیا دلیل چاہیے! اور ایک اونٹ چرانے والا دیہاتی جو ایک حرف نہیں جانتا، ایک نظرِ نبوت کی پا گیا صحابی ہوگیا۔ اب اس کو کوئی نہیں پاسکتا، نہ امام بخاری نہ امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ۔ ایک شخص نے اس کی بہت عمدہ مثال دی کہ جیسے دس ہزار ملین پاور کا بلب کوئی دیکھ لے تو اس کی رگ رگ میں روشنی گھس جائے گی اور اس کے بعد ساری دنیا کے بلب جو اس درجہ کے نہیں ہیں ان کو کتنا ہی دیکھے ان سے وہ روشنی نہیں مل سکتی جو دس ہزار ملین پاور کے بلب میں تھی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت بے مثال تھا۔ نہ پہلے کوئی آپ جیسا پیدا ہوا، نہ آیندہ ہوگا، اس لیے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ان کے ذرّہ ذرّہ میں وہ نور داخل ہوگیا۔ لہٰذا اب قیامت تک کسی بڑے سے بڑے ولی کا ایمان و یقین کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

صحبتِ شیخ اور نفس کشی

کارِ تو تبدیلِ اعیان و عطا

کارِ ما سہو ست و نسیان و خطا

ارشاد فرمایا کہ اعیان جمع ہے عین کی اور عین کے معنٰی ہیں حقیقت، ماہیت۔ تبدیلِ اعیان کہتے ہیں ماہیت کا بدل جانا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا شعر میں مذکور ہوا کہ کسی خاک کو اللہ تعالیٰ سونے میں تبدیل فرما دیتے ہیں اور کسی خاک کو انسانی پیکر میں تبدیل

فرما دیتے ہیں تو خاک کی عینیت اور ماہیت تبدیل ہو گئی۔ اسی طرح شراب حرام ہے لیکن جب شراب سرکہ بن گئی تو اس کی حقیقت بدل گئی، جو حرام تھی اب سرکہ بن کر حلال ہو گئی۔ اب اس سرکہ کو مفتی اعظم بھی پی سکتا ہے، شیخ الحدیث بھی پی سکتا ہے، شیخ المشایخ بھی پی سکتا ہے۔ اسی طرح گدھا حرام ہے لیکن نمک کی کان میں گر کر مر گیا اور "ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد" نمک کی کان میں جو چیز بھی جاتی ہے نمک بن جاتی ہے تو وہ گدھا بھی مرنے کے بعد نمک بن گیا۔ اب اس کی ماہیت تبدیل ہو گئی اور نمک کے پیکٹوں میں اس کی پیکنگ ہو گئی۔ لہٰذا اب بڑے بڑے مفتیانِ کرام اور علمائے کرام سے لے کر عوام تک اسے کھا رہے ہیں، لیکن اگر گدھا نہ مرتا اور سانس لیتا رہتا تو گدھے کا گدھا ہی رہتا کبھی نمک نہ بنتا۔

اس مثال سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو خانقاہوں میں جا کر اللہ والوں کی صحبت میں اپنے نفس کو مٹاؤ، شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو فنا کر دو تب جا کر تم اللہ والے بنو گے، لیکن اگر اپنا تشخص باقی رکھو گے اور شیخ کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے باقی رکھو گے تو ایسا شخص گدھے کا گدھا ہی رہے گا اور "خر آمد و خر برفت" کا مصداق ہو گا کہ جب آیا تو گدھا تھا اور واپس گیا تو گدھا ہی گیا یعنی محروم آیا اور محروم ہی گیا۔

یہ راستہ نفس کو مٹانے کا ہے۔ اپنے جذبات و خواہشات کو فنا کر دو، باہ ہو یا جاہ، غصہ ہو یا شہوت، شیخ جو ہدایت دے اس میں "اگر" "مگر" مت لگاؤ، اس کی رائے کو بلا دلیل تسلیم کر کے عمل کرو، پھر دیکھو کیسی تبدیلِ ماہیت ہوتی ہے۔ فسق و فجور ولایت و تقویٰ سے تبدیل ہو جائے گا اور بزبانِ حال کہو گے کہ ؎

تونے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

صحبتِ اہل اللہ کا ایک کتے پر اثر

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک کالا کتا

ایک بزرگ کی مجلس کے پاس بیٹھا رہتا تھا۔ کچھ دن کے لیے غائب ہو گیا تو شیخ نے کہا کہ بھئی! آج کل وہ کلوا کتا نہیں آرہا ہے۔ مریدوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کو خوش کرنے کے لیے بے قرار و مجنون ہو جاتے ہیں۔ وہ سب تلاش میں لگ گئے۔ معلوم ہوا کہ آج کل وہ کسی کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے۔ مریدین اس کو پکڑ کر لے آئے اور شیخ کو بتایا کہ آج کل یہ ایک کتیا کے چکر میں ہے۔ شیخ نے کہا کہ نالائق! تو ہماری مجلس میں بھی آتا ہے۔ رات دن اللہ کا تذکرہ سنتا ہے۔ تجھے شرم نہیں آئی کہ ایک کتیا کے چکر میں آکر تو نے میری مجلس چھوڑ دی۔ بس وہ کتا فوراً اٹھا اور ایک نالی میں منہ ڈال کر مر گیا۔ اہل اللہ کی صحبت کا اثر جانوروں پر بھی پڑتا ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ آہ! ایک کتے کو شرم آگئی مگر آج ہم انسانوں کو حیا نہیں کہ کس بے شرمی اور ڈھٹائی سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی ایک کانٹے سے تمثیل

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق
شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ایک کانٹا رو رہا تھا کہ اے مخلوق کے عیب چھپانے والے! میرے عیب کو کون چھپائے گا؟ کیوں کہ آپ نے تو مجھے کانٹا پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد سن لی اور اس کے اوپر پھول پیدا کر دیے جن کے دامن میں اس کانٹے نے اپنا منہ چھپالیا اور وہ خار گلعذار ہو گیا۔ اب مالی بھی اس کو باغ سے نہیں نکال سکتا۔ جو کانٹے پھولوں کے دامن میں ہیں مالی ان کو گلستان سے نہیں نکالتا، جو خالص کانٹے ہوتے ہیں ان کو گلستان سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ پس اگر تم خار ہو تو اللہ والوں کے دامن میں اپنا منہ چھپالو۔ تم اللہ کے قرب کے باغ سے نہیں نکالے جاؤ گے، اور دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں چھپ کر کانٹے ہی رہتے ہیں لیکن اللہ والوں کی صحبت میں وہ کرامت ہے کہ تمہاری خاریت خلعتِ گل سے تبدیل ہو جائے گی یعنی تم بھی ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ اللہ والوں کی صحبت کانٹوں کو پھول بنا دیتی ہے یعنی کافر کو مومن اور فاسق کو ولی بنا دیتی ہے۔ احقر نے (یعنی حضرت والا رحمہ اللہ نے)

اپنے شیخ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ کی شان میں یہ شعر عرض کیے ہیں ؂

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اہلِ علم اور صحبتِ صالحین

قطرۂ دانش کہ بخشیدی زپیش
متصل گرداں زدریاہائے خویش

اے اللہ! علم کا وہ قطرہ جو آپ نے اپنی طرف سے مجھے بخشا ہے اس کا اتصال اپنے غیر محدود دریائے علم سے فرما دیجیے یعنی میرے محدود علم کو اپنے علمِ لا محدود سے ملا دیجیے تاکہ میرا وہ قطرۂ علم صرف کتب بینی تک محدود نہ رہے بلکہ قطب بینی سے مشرف ہو کر آپ کے غیر محدود دریائے علم سے متصل ہو جائے۔ جو لوگ صرف کتب بینی سے علم کے حروف اور نقوش حاصل کرتے ہیں ان کے علم کی مثال حوض کی سی ہے جس کا پانی ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو لوگ کتب بینی کے ساتھ قطب بینی بھی کرتے ہیں یعنی رسمی علومِ ظاہرہ کی تحصیل کے ساتھ کسی صاحبِ نسبت کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت حاصل کرتے ہیں، اپنے نفس کی اصلاح کراتے ہیں، گناہوں سے بچنے میں ہر مجاہدہ و مشقت کو ہر غم کو برداشت کرتے ہیں ان کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے کنویں کی گہرائی میں زمین کے اندر سے سوتہ پھوٹ جائے تو اب اس کا پانی کبھی ختم نہیں ہو گا۔ پس جب کوئی عالم کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اس کا قطرۂ علم کا اتصال حق تعالیٰ کے غیر محدود دریائے علم سے ہو جاتا ہے اور اس کا علم کبھی ختم نہیں ہوتا۔ عالمِ غیب سے اس کے قلب پر ایسے علوم وارد ہوتے ہیں کہ کتب بینی والے حیرت میں رہ جاتے ہیں کہ یہ علوم اس کو کہاں سے آرہے ہیں جو ہم نے کتابوں میں نہیں

پڑھے؟ ان اہلِ ظاہر کو پتا نہیں کہ اس کے علم کا خفیہ رابطہ کس غیر محدود دریائے علم سے ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؂

خم کہ از دریا در اوراہے شود
پیشِ او جیجونہا زانو زند

جس مٹکے کا رابطہ خفیہ طور پر سمندر سے ہو جائے تو اس کے سامنے بڑے بڑے دریائے جیحوں و فرات زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں کیوں کہ ان دریاؤں کا پانی خشک ہو سکتا ہے لیکن اس مٹکے کا پانی کبھی خشک نہیں ہو گا کیوں کہ اس کے اندر مخفی راستے سے سمندر کا پانی آرہا ہے۔ پس جس کو کسی صاحبِ نسبت کی صحبت سے اللہ کی محبت حاصل ہو گئی اور اپنے علم پر عمل کی توفیق ہو گئی اس کو علم کی روح حاصل ہو گئی کیوں کہ علم کی روح عمل ہے، علم اسی وقت علم ہوتا ہے جب اس پر عمل کی توفیق ہو جائے ورنہ جس کو اپنے علم پر عمل کی توفیق نہیں وہ عالم کہلانے کا مستحق نہیں مثلاً غضِّ بصر کا حکم معلوم ہو گیا لیکن عمل نہیں کرتا تو اس کو ابھی علم حاصل نہیں ہوا، علم کے صرف نقوش حاصل ہوئے، لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آئے اور غضِّ بصر کے حکم کو اس نے اپنی آنکھوں پر نافذ کر لیا تو علم غضِّ بصر اس کو اب حاصل ہوا۔ معلوم ہوا کہ جو علم مقرون بالعمل نہ ہو علم کہلانے کا مستحق نہیں، صرف اضافۂ معلومات اور ذہنی تعیش ہے۔

علمِ نبوت تو ہے مگر نورِ نبوت نہیں

فرمایا: علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار علم و فضل کے اعتبار سے اونچے لوگوں میں ہوتا ہے۔ جب یہ زندہ تھے ہر طرف ان کے علم کا شہرہ اور غلغلہ تھا۔ مرنے کے بعد بھی ان کا علمی احترام کم نہ ہوا۔ شروع میں ان کے دل میں اہل اللہ کی خاص وقعت و عظمت نہیں تھی۔ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں دنیا میں کوئی کام نہیں رہ گیا ہے اس لیے چہار دیواری میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ مگر جب ایک نادیدہ قوت انہیں کشاں کشاں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئی اور ان سے اصلاحی تعلق قائم ہو گیا تو ان کے فکر و نظر کا پیمانہ بدل گیا۔ اس کے بعد تو انہیں اس وقت تک کی اپنی تصانیف

اور علمی تحقیقات جسد بے روح کی طرح نظر آنے لگیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے: علم کا مزہ تو اب ہم نے پایا ہے۔ جب ان کی یہ نظر کھلی تو صاحبِ دل اہلِ نظر کی باتیں کرنے لگے۔

چناں چہ ایک دفعہ فرمایا کہ آج کل ہمارے علماء کے اندر مدرسوں میں رہنے کی وجہ سے علمِ نبوت تو آجاتا ہے لیکن نورِ نبوت نہیں آتا۔ جس طرح یہ علمِ نبوت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح انہیں نورِ نبوت کی تحصیل میں بھی سعی کرنی چاہیے جس کے لیے اہلِ دل کی صحبت و خدمت ضروری ہے۔

واقعی سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک گہری حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کو نبوت کا علم اور نور دونوں اپنے اندر جمع کرنا چاہیے اسی وقت ان کا کام اخلاص و للّٰہیت کی وجہ سے شکلِ دوام اختیار کرے گا اور اللہ کے بندوں کو ان سے بھرپور فائدہ پہنچے گا۔ حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اور تاثیر صحبت پر چند اشعار فرمائے ہیں۔

ایسے کچھ انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ ایمان میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

علماء اور باطنی اصلاح

آج کل علماء کی عزت کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ جو اہلِ علم ہیں ان کی قدر و منزلت کیوں گھٹ رہی ہے؟ اس کی اصل وجہ کو ایک مثال کے ذریعے پیش کر رہا ہوں کہ اس کی بنا پر آج کل علماء کی عزت و عظمت اور قدر و منزلت لوگوں کے دلوں سے اٹھتی جارہی ہے۔

حضرات! جس طرح ہم اور آپ کباب بناتے ہیں۔ اگر ان کو بغیر تلے ہوئے کھالیں تو یقیناً ہم فوراً تھوک دیں گے، اور یہ بات ہم پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ یہ کباب جس کے پاس بھی جائے گا وہ کھاتے ہی فوراً تھوک دے گا۔ لیکن اگر کباب کو

آگ جلا کر تیل یا گھی کے اندر تل لیا جائے تو جو بھی کھائے گا وہ دل سے خوش ہو گا۔ ادھر آنکھوں سے اس کی مرچ کی وجہ سے آنسو نکل رہے ہوں گے مگر ادھر وہ کباب کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو گا۔ اگر اس وقت کوئی آدمی اس سے یوں کہنے لگے کہ آپ کو تو تکلیف ہو رہی ہے، آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہے اس لیے یہ کباب ہم کو دے دو۔ تو وہ فوراً کہہ دے گا کہ جناب! آپ کو کیا خبر؟ ان ظاہری آنسوؤں اور تکلیف میں لطف اور مزے کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ آپ ظاہر میں میرے آنسو اور تکلیف کو دیکھ رہے ہیں۔ میرے باطن کی آپ کو کیا خبر کہ مجھ کو کیا لطف حاصل ہو رہا ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی سمجھنا چاہیے کہ جو علماء اپنے کو تلواتے نہیں ہیں (یعنی اپنی اصلاح نہیں کراتے) ان کو بغیر تلے ہوئے کباب کی طرح ہر شخص ناپسند کرتا ہے۔ مگر وہ علماء جو اپنے کو کسی ماہر کے حوالے کر کے تلوا لیتے ہیں (یعنی اپنی اصلاح کرا لیتے ہیں) ان کی ہر جگہ مثل تلے ہوئے کباب کی عزت ہوتی ہے۔

علم کا لطف کب حاصل ہوتا ہے

فرمایا: علم کا لطف عمل کی برکت سے ملتا ہے اور عمل کا لطف محبت اور عشق کے فیض سے ملتا ہے۔ اور عشق و محبت کی دولت عاشقانِ خدا کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہیں۔ ایک مدتِ عمر ان کی صحبت و خدمت میں رہ لے جس کی مقدار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ فرمائی تھی اور طلبہ سے فرمایا کہ دس سال درسِ نظامیہ میں لگاتے ہو، چھ ماہ کسی اللہ والے کے پاس رہ لو، پھر دیکھو گے کہ سینے میں علومِ انبیاء کا فیضان موجزن ہو گا اور اگر چھ ماہ مشکل ہو تو صرف چالیس ہی دن رہ لو ؎

مٹا دو اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہو
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

اولیاء اللہ ہر زمانے میں موجود ہیں

فرمایا: لوگ کہا کرتے ہیں کہ آج کل شیخ اور مرشد اچھے نہیں ملتے۔ اس لیے ہم کہاں اور کس کے پاس جائیں؟ مگر ان کی یہ بات صحیح نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایک طرح

کا الزام ہے۔ کیوں کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ایسے صادقین کو پیدا فرماتے رہیں گے، وگرنہ اللہ تعالیٰ کا بندے سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ جس کا وجود اس کے کارخانۂ قدرت میں نہ ہو تکلیف مالایطاق ہے جس سے اس کی ذات بَری ہے، جس کی شہادت یہ آیتِ کریمہ دے رہی ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [۱۳۰] (اللہ تعالیٰ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔)

معلوم ہوا کہ ہر دور اور ہر عہد میں باصدق و باصفا مشائخ کا ہونا ضروری ہے تاکہ لوگوں کو ان کی صحبت ومعیت کا شرف حاصل ہوتا رہے جس سے اللہ کی یاد آئے، دنیا کی محبت کم ہو اور آخرت کی فکر بڑھے۔ کوئی ان مشائخ اور بزرگوں کو نہ جانے اور پہچانے تو اس کی یہ کم نگاہی ہے اور طبیعت کی سہل انگاری کا کرشمہ ہے۔ اس میں قانونِ قدرت کا کوئی قصور نہیں۔

فرمایا: دیکھیے! آج کوئی مریض ہوتا ہے تو کسی ڈاکٹر اور حکیم کے پاس علاج کے لیے ضرور جاتا ہے۔ ایسے مریض کے لیے کبھی یہ کہتے ہوئے نہیں سنا گیا کہ آج کل کے ڈاکٹر اور حکیم اچھے نہیں ہیں۔ اس لیے مجھے اپنی حالت میں رہنے دو، میں علاج نہیں کراتا، ہاں حکیم اجمل خان اپنی قبر سے باہر آئیں گے تو ان سے میں علاج کراؤں گا۔ تو جب لوگ اپنے امراضِ جسمانی میں اسی زمانے کے حکمائے جسمانی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور شفا پاتے ہیں، تو کیا اپنے امراضِ روحانی میں اس دور کے حکمائے روحانی سے ربط و تعلق پیدا کر کے ان امراض سے نجات نہیں پائیں گے؟ یقیناً پائیں گے۔ اگر لوگوں کے اندر اس کی فکر ہو اور مرض کا احساس ہو اور یہ خیال ہو کہ روح کی بیماری جسم کی بیماری سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

---

۱۳۰ البقرۃ:۲۸۶

فرمایا: آپ کے ہندوستان میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا شاہ ابرار الحق صاحب، مولانا مسیح اللہ خان صاحب، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی صاحب، مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی یہ سب حکمائے روحانی ہیں۔ان میں سے جس کسی کے پاس آپ نیاز مندانہ حاضر ہوں گے آپ کی بیمار روح ان شاء اللہ! شفا پائے گی اور وہ سکون ملے گا جسے آپ دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر کے حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک افسوس ناک واقعہ

ارشاد فرمایا کہ بھائیو! میں جو یہ کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی مجلس میں آؤ، تو اس سے مراد حقیقی اللہ والے ہیں۔ فریبی اور دنیادار نہیں۔ ورنہ دنیا کی خاطر دین فروشوں کی کمی نہیں ہے۔ فرمایا: ایک سینما کا مالک ایک عالم کو اپنے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ یہ سینما کی آمدنی کا کھاتہ ہے، نیا سال شروع ہو رہا ہے اس لیے آپ اپنے مبارک ہاتھوں سے اس پر بسم اللہ لکھ دیجیے۔ مولوی صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ ایک تو حرام کی آمدنی اور اس پر بسم اللہ سے شروع! اس نے سختی سے انکار کر دیا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔ سینما کے مالک نے پہلے تو خوشامد کی پھر لالچ دیا۔ مگر جب یہ صاحب انکار پر مُصِر رہے تو انہوں نے کہا واہ مولانا صاحب! اس سے پہلے تو دوسرے فلاں مولانا صاحب ہر سال اس پر بسم اللہ لکھتے تھے اور میں معقول نذرانہ بھی پیش کیا کرتا تھا، انہوں نے کہا: ہاں وہ کرتے ہوں گے، وہ الگ مکتب فکر کے ہیں۔ ہم تو وہ ہیں جن کو آپ لوگ ''وہاب ڑے'' کہا کرتے ہیں۔

بھائیو! سنا آپ نے حرام کمائی کرنے والا اللہ کے نام کو بے عزت کر رہا ہے اس کے ساتھ مذاق کر رہا ہے اور یہ دھوکے باز، ریاکار بزرگ لوگ اپنا معقول معاوضہ لے کر اس حرام کاری کا حوصلہ بھی بڑھا رہے ہیں۔

اس لیے میرے بھائیو! سچے اللہ والوں کے ساتھ رشتہ جوڑو، ان کی صحبت اختیار کرو، فکر و نظر کی اصلاح ہو گی، عمل درست ہو گا اور دین و دنیا کا فائدہ ہو گا۔

ماحول کا اثر

ارشاد فرمایا کہ آج ہمارا حال مختلف ہے۔ اللہ والوں کی مجلس سے ہم بھاگتے ہیں۔ ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ و عصیان کا ماحول ہے۔ گرد وپیش سے عام انسان تو عام انسان ہے ولی بھی متأثر ہو جاتا ہے۔ سینما اور گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متأثر کرتے ہیں۔ عاد و ثمود کی بستی سے جب گزر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ چھپالیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلدی سے گزر جانے کے لیے فرمایا۔ دیکھیے ماحول کا اثر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بُرے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو نورانیت پیدا ہو گی اور اچھے اثرات پڑیں گے۔

صحبتِ اہل اللہ اور توفیقِ صبر

فرمایا: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال کے ذریعے بتایا ہے کہ اپنے مرض اور رنج و غم کا علاج خود نہیں بلکہ اللہ والوں کے مشورے پر عمل اور احکام کی پیروی اور صحبت میں بیٹھ کر علاج کرو۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک گدھا ہے۔ اس کو زخم ہے اور جب کبھی مکھی بیٹھتی ہے تو وہ اس کو اُڑانے کے لیے دولتی جھاڑتا ہے۔ وہ تو مکھی اُڑانا چاہتا ہے مگر چوٹ سے زخم بڑھتا جاتا ہے۔ فرض کرو اگر وہ گدھا خود سے نہیں بلکہ کسی سمجھ دار سے اپنا علاج کرائے گا تو پہلے وہ اس کے دونوں پاؤں باندھ دے گا کہ وہ خطرناک ہے۔ پھر وہ دوائی لگائے گا ورنہ پاؤں باندھنے سے پہلے دوائی لگائی جائے تو وہ گدھا مکھی کے ساتھ دوا کو بھی اُڑا دے گا۔ پاؤں باندھ دے گا پھر مرہم لگائے گا۔ پہلے ایک دو مکھی بیٹھے گی مگر اندر ہی اندر دوا اپنا کام کر جائے گی، زخم چھوٹ جائے گا۔ پھر نہ مکھی بیٹھے گی اور نہ وہ گدھا پاؤں مارے گا۔ یہی حال انسانوں کا سمجھ لو۔ اگر انسان خود اپنا علاج شروع کر دے، دشمنوں کی عداوتوں سے خود نپٹنا شروع کر دے تو عداوت اور بھڑکے گی، مرض اور بڑھے گا۔ مگر جب وہ کسی اللہ والے کے پاس جائے گا تو پہلے وہ کچھ باتوں اور کاموں سے روک دے گا کہ وہ اس کے زخم اور

مرض کے لیے زہر ہو گا۔ پھر وہ اوراد و وظائف بتائے گا۔ اللہ کی یاد دل میں گھر کر جائے تو اندر اندر مرض ختم ہو تا جائے گا، لوگوں کی عداوتیں ختم ہو جائیں گی۔ جب زخم ہی نہ رہے تو پھر مکھی کہاں بیٹھے گی۔

بہر حال میرے بھائیو! صبر ہی میں خیر ہے۔ اللہ والے کی مجلس میں یہ چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ صبر کی دوا اس زخم کو مندمل کر دیتی ہے جس پر عداوتوں اور طنز کی مکھی بیٹھا کرتی ہے۔

اللہ والوں کی صحبت

فرمایا: دنیا سے بے نیازی کی صفت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ والے قیامت تک رہیں گے۔ شرط صرف تلاش پیاس اور تڑپ کی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لیلیٰ کا جب انتقال ہوا تو مجنون کو خبر نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں قبرستان پہنچا تو ہر قبر کی مٹی سونگھتا پھر رہا تھا۔ لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھتے ہی وہ دیوانہ وار کہنے لگا: یہی ہے، یہی ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہاری روحوں میں اللہ کا عشق ہو تو اللہ والوں کے جسموں کی خوشبو سونگھ کر تم پہچان سکتے ہو کہ اس کے قلب میں اللہ ہے، مگر شرط یہ ہے کہ پہلے تمہارے اندر مجنوں کی تڑپ اور بے قراری اور حقیقت کی طلب اور پیاس ہو۔ اللہ ہم سبھوں کو اس درد و تڑپ سے آشنا فرمائے۔

اگر بات یاد نہ رہے

فرمایا: بزرگوں کی صحبت اور ان کی تعلیمات سے اپنے کو آراستہ کیجیے۔ بزرگانِ دین جو نصیحت کریں اس کو غور سے سنیں اور اس پر پابندی سے عمل کریں۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ بات تو یاد ہی نہیں رہتی ہے، پھر سن کر کیا فائدہ؟

میرے بھائیو! بات یاد نہ رہے تو اس کی فکر نہ کیجیے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جس طرح غذا کھا کر انسان بھول جاتا ہے مگر اس کے اثرات جسم میں باقی رہتے ہیں، اسی طرح اگر بات آپ بھول جائیں تو کوئی مضایقہ نہیں۔ اس کے نورانی

اور روحانی اثرات باقی رہتے ہیں۔ماحول اور صحبت کا اثر ہر حال میں ہوتا ہے۔

ایک شیطانی دھوکا

ارشاد فرمایا کہ یہ کہنا کہ اب اس زمانے میں اللہ والے کہاں؟ ''مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور'' تو یہ محض شیطانی دھوکا ہے۔ جس دن اللہ والے نہ ہوں گے تو یہ زمین و آسمان بھی نہ ہوں گے۔ قیامت تک اہل اللہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہاں ان کی پہچان سب کو نہیں ہوتی، اپنے ماحول کے نیک بندوں سے معلوم کرنے سے ان کا پتا چل جائے گا۔ جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اخلاق و اعمال کی درستی ہونے لگے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ والا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی صحبت میں دس آدمی بیٹھتے ہوں تو ان میں اگر ۵ یا ٦ آدمی بھی نیک بن گئے تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ برکت ہے، اللہ والا ہے۔

میں بھی کسی کا بگاڑا ہوا ہوں

فرمایا: ایک شخص حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ اس کا لڑکا اس کے ساتھ تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت! اسے آپ بنا دیجیے۔ وہ لڑکا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور صحبت میں رہنے لگا جس کے اثرات اس کی زندگی پر مرتب ہوتے رہے۔ کچھ ہی دنوں بعد وہ اللہ والا ہو گیا۔ جب گھر آیا تو کھیتی باڑی میں جی کم لگنے لگا۔ نماز، قرآن کی تلاوت اور اذکار میں اس کا شغف اور انہماک بڑھا ہوا تھا۔ وہ شخص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کرنے لگا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میرے لڑکے کو بنا دیجیے مگر آپ نے تو اسے بگاڑ دیا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرما: ظالم! میرے پاس کیوں لایا تھا، میں بھی تو کسی کا بگاڑا ہوا ہوں۔ ظاہر ہے میری صحبت میں رہے گا تو وہ بگڑے گا ہی۔ گویا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح کو

بگاڑ سے تعبیر کیا۔ اسے بلاغت کی اصطلاح میں تَاکِیۡدُ الۡمَدۡحِ بِمَا یَشۡبَہُ الذَّمِّ کہتے ہیں۔ یعنی عنوان تو بظاہر ذم اور بُرائی کا ہو مگر مقصود اس سے مدح اور تعریف میں مبالغہ ہو۔

صحبتِ صالحین اور دین کی طلب

حضرت علامہ الحاج فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کے اندر دین کی پیاس ہی نہ ہو تو ایسے لوگوں کو بھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اللہ والوں کی صحبت میں جس طرح طالبین صادقین فیض یاب ہوتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جن کے قلوب دین کی طلب اور پیاس سے خالی ہیں ان کو اللہ والوں کی صحبت سے دین کی پیاس اور طلب بھی عطا ہوتی ہے، یہ نہ سوچنا چاہیے کہ جب ہمارے اندر دین کی طلبِ صادق نہیں ہے تو ہم کو اللہ والوں کے یہاں کیا ملے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی صحبت میں پارس پتھر کا اثر رکھا ہے اور پارس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لوہا جب اس سے چھو جاتا ہے تو فوراً سونا بن جاتا ہے۔

سالک کے لیے ہدایات

ارشاد فرمایا کہ جس سالک کو دو چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں وہ کامیاب ہو جاتا ہے: نمبر ۱) مجاہدہ تام۔ نمبر ۲) شیخِ کامل کی صحبتِ تام۔

وہ سالک ناکام رہتا ہے جو شیخِ کامل کی صحبت تام تو حاصل کیے ہوئے ہے مگر شیخ کے حکموں کی تعمیل نہیں کرتا ہے۔ اپنی جانب سے طالب شیخ کی ہر ہر بات پر فدا ہو جائے۔ شیخ جو بات بھی تجویز کر دے اس کے متعلق سمجھے کہ یہ بات ہم کو الہام کے ذریعے بتائی گئی ہے۔ شیخ کی گرفت اور احتساب سے تکلیف تو ضرور ہوتی ہے مگر اس کی برکت سے دل میں نورِ تقویٰ بڑھتا ہے۔ برسوں کے مجاہدہ اور نوافل سے بعض دفعہ وہ نور نہیں پیدا ہوتا جو شیخ کی ایک ڈانٹ اور احتساب و گرفت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ سالک بھی کامیاب نہیں ہو سکتا جو شیخ کے حقوق ادا نہیں کرتا ہے۔ شیخ کے چار حق ہیں۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد

شیخ جو بات بھی تجویز کردے اسی میں اپنے لیے فلاح وکامیابی سمجھنا چاہیے، اپنی رائے کو ذرّہ برابر بھی دخل نہ دے۔ شیخ کا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے ؎

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائے
کیوں کر آپ عشق کی محفل میں آئے

صادقین کے ساتھ رہنے کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ اب سنیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تشریح، ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ہو جاؤ صادقین کے ساتھ۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ اب تو صادقین رہے ہی نہیں ہم کن سے تعلق جوڑیں۔ یہ غلط بات ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہو جاؤ صادقین کے ساتھ۔ یہ حکم ایک دو دن اور ایک دو ہفتہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ اس کو اس طرح سمجھیے کہ اگر کوئی باپ اپنے گھر میں تمام لڑکوں پر حکم لگادے کہ روزانہ سب لوگ آدھا لیٹر دودھ پیا کرو تو یہ حکم لگادینے کے بعد باپ ہی کا ذمہ بھی ہے کہ وہ سب کے لیے آدھا لیٹر دودھ کا روزانہ انتظام کرے۔ اگر روزانہ دودھ کا انتظام نہ کرے گا تو وہ باپ جھوٹا ثابت ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی فرمارہا ہے کہ "صادقین کے ساتھ ہو جاؤ" جب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں تو ان کے ہی ذمہ صالحین اور صادقین کا پیدا کرنا بھی ہے تو ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ ہی کہیں کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور صادقین کو پیدا نہ کریں۔ جس طرح وہ باپ اپنے بچوں کو دودھ پینے کا حکم لگانے کے بعد اگر دودھ کا انتظام نہ کرے تو جھوٹا ثابت ہوگا اسی طرح نعوذ باللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کے اوپر بھی یہ بات صادق آئے گی۔ حضرات! اس قسم کی بات کرنے والے کہ صادقین اب رہے ہی نہیں قرآنِ پاک کو جھٹلاتے ہیں۔ اب خود فیصلہ کرلیجیے کہ کلامِ پاک کس کا کلام ہے! گویا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے قول کو جھٹلا رہے ہیں (نعوذ باللہ) میں سچ کہتا ہوں کہ جس طرح پہلے صادقین اور صالحین تھے اسی طرح اس وقت بھی صادقین اور صالحین موجود ہیں۔ طلب اور جستجو ہو تو وہ نظر آجاتے ہیں۔

حضرت والا (رحمہ اللہ) کی نصیحتیں

فرمایا: اصلاح کا آسان نسخہ یہ ہے کہ تھوڑا ساذکر کر لیا جائے اور اللہ کی نعمتوں کا مراقبہ کر لیا جائے اور کسی اللہ والے سے صحیح اور قوی تعلق کر لیا جائے۔

فرمایا: صرف اللہ والوں سے تعلق پیدا کر لینے سے کچھ نہیں ہوتا ہے جب تک ذکر اور صحبت اور پرہیز، ان تین باتوں کا اہتمام نہ رکھا جائے۔

فرمایا: اولیاء اللہ کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب کے پھول کے نیچے والے کانٹے ہوتے ہیں۔ جس طرح ان کانٹوں کو گلاب کے درخت سے جدا نہیں کیا جاتا، اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے والے جنت میں اللہ والوں سے نہیں جدا کیے جائیں گے۔ لہٰذا اولیاء اللہ کی صحبت کو لازم پکڑلو۔

فرمایا: اہل اللہ کی صحبت میں مجاہدات برداشت کر کے جس روح نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد نہ حاصل کیا وہ روح اس قابل نہیں کہ زندہ رہے۔ کیوں کہ ایسی روح خود بے روح اور ایسی جان خود بے جان ہے۔ اس کا وجود صفحہ زمین اور صفحہ ہستی پر ننگ و باعثِ شرم ہے۔

صحبتِ شیخ اور قربتِ الٰہیہ

پیر باشد نردبانے آسماں
تیر پراں از کہ گردد از کماں

ارشاد فرمایا کہ نردبان کے معنیٰ ہیں سیڑھی۔ پیر آسمان کی سیڑھی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ، ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تک جانا چاہتے ہو تو پیرِ حقانی تلاش کرو۔ آسمان سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ تو ایک دعویٰ ہے کہ پیر اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے لیکن اس دعویٰ کی کیا عمدہ دلیل اگلے مصرع میں مولانا دیتے ہیں۔ مولانا رومی کے ان ہی علوم کی وجہ سے ہر زمانے میں سارے علماء مولانا کے غلام بن گئے۔ فرماتے ہیں۔

تیر پراں از کہ گردد از کماں

تیر کس کے ذریعے سے اڑتا ہے؟ کمان سے۔ تیر اگر ایک کروڑ روپے کا سونے کا بنا ہوا ہو مگر زمین پر دھرا رہے گا اگر کمان میں نہیں آئے گا۔ شیخ مثلِ کمان ہے۔ مرید جب اس کی صحبت میں آتا ہے تو عرش تک وہ اللہ والا اڑا دیتا ہے۔ فرشی عرشی بن جاتا ہے، غافل اللہ والا بن جاتا ہے۔

مولانا روم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ مثنوی تو قرآن وحدیث کی تفسیر ہے۔ لوگوں کو سمجھانے کے لیے مولانا نے قرآن وحدیث کے علوم کو مثالوں سے عاشقانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس شعر کی دلیل ہے:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

قرآنِ پاک کو کوئی کیسے جھٹلا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ چاہتے ہو ہمارا دوست بننا چاہتے ہو تو تقویٰ والوں کے ساتھ رہو۔ اگر ان کے ساتھ رہو گے تو ان کے دل کا تقویٰ تمہارے دل میں منتقل ہو جائے گا۔ مگر دل سے محبت کرو۔ ان کے دل سے اپنا دل ملا دو۔ چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اگر ایک چراغ کا برتن ایک کروڑ روپے کا ہے، سونے جواہرات، قیمتی پتھروں سے بنا ہے اور اس کی بتّی بھی مان لیجیے لاکھوں روپے کی بنائی گئی ہے اور اس کا تیل بھی کوئی خاص تیل ہے لاکھوں روپے کا۔ لیکن روشن نہیں ہو سکتا جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ کی لو سے مس یعنی Touch نہیں ہوگا، نہ خود روشن ہوگا نہ کسی دوسرے چراغ کو روشن کر سکے گا۔ اسی طرح کتنا ہی بڑا عالم ہو، علم کا سمندر ہو، چلتا پھرتا کتب خانہ ہو لیکن اس کا دل اللہ کی محبت سے روشن نہیں ہو سکتا، اس کا علم مقرون بالعمل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کی محبت میں جلتے ہوئے کسی صاحبِ نسبت دل سے اپنا دل نہیں ملائے گا، کسی اللہ والے کی صحبت اور غلامی اختیار نہیں کرے گا نہ اس کے دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگے گی نہ یہ

دوسروں کو لگا سکے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ دو تالاب ہیں۔ ایک تالاب مچھلیوں سے محروم ہے اور دوسرے تالاب میں مچھلیاں ہیں تو خالی تالاب اگر اپنی سرحد مچھلیوں والے تالاب سے ملادے تو اس کی ساری مچھلیاں اس خالی تالاب میں آجائیں گی۔ اسی طرح اللہ والوں سے تعلق کرنے سے ان کے دل کا تقویٰ دوسرے دلوں میں منتقل ہوجاتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ اور فہمِ دین

علم پر ایک اور بزرگ کا قول یاد آگیا جو میں نے اپنے شیخ سے بارہا سنا۔ آپ لوگ بھی یاد کرلیجیے کام آئے گا۔ شیخ فرماتے تھے ''یک مَن علم رادہ مَن عقل باید'' یعنی ایک مَن علم کے لیے دس مَن عقل چاہیے اس علم کے استعمال کے لیے، اور یہ عقل بدونِ صحبت اور تربیتِ اہل اللہ نصیب نہیں ہوتی۔ دین کی سمجھ بہت بڑی نعمت ہے۔

صحبتِ صالحین اور توفیقِ اتباعِ سنت

اللہ والے صاحبِ نور ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی اتباع کی برکت سے ان کا دل نورانی ہوجاتا ہے۔ لٰہذا وہ اپنے ارشاد سے راہِ سنت سے باخبر بھی کرتے ہیں اور اپنے نورِ باطن کو اپنے الفاظ کے ہمراہ کردیتے ہیں۔ جس کی برکت سے دوسروں کو بھی ہدایت ہوتی ہے اور اللہ کا راستہ نہ صرف آسان بلکہ لذیذ ہوجاتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت چند مفید مثالوں سے

ہر ولی را نوحِ کشتی باں شناس
صحبتِ ایں خلق راطوفان شناس

مولانا فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو حضرت نوح علیہ السلام کا نائب سمجھو۔ اگر تمہیں طوفان سے بچنا ہے تو ان کی کشتی میں بیٹھنا اپنی سعادت اور حفاظت سمجھو۔ مخلوق کے ساتھ اختلاط اور رات دن مخلوق میں رہنا یہی سیلاب اور طوفان ہے کہ اسی سے بندہ گناہ گار ہوجاتا ہے کیوں کہ غافلین کے ساتھ رہنے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اس لیے کسی اللہ والے کی کشتی

میں بیٹھ جاؤ یعنی ان کی صحبت اختیار کرو تو فسق و فجور کے سیلاب سے بچ جاؤ گے۔

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء

در حقیقت گشتہ دور از خدا

اگر اللہ والوں سے بدگمان ہو کر تم ان سے دور رہو گے تو تم ولی اللہ سے دور نہیں ہوئے اللہ سے دور ہو گئے۔ اگر تم اپنے شیخ سے دور رہو گے تو اللہ سے بھی قریب نہیں ہو سکتے۔ میرے شیخ حضرت ہردوئی دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ آئس کریم فریج سے نکال کر رکھ دو پانی ہو جائے گی۔ ماہیت بدل جائے گی۔ پہچانو گے بھی نہیں کہ یہ کبھی آئس کریم تھی کیوں کہ آئس کریم اپنے کریم سے دور ہو گئی فریج اس کے لیے کریم ہے۔ اسی طرح شیخ بھی کریم ہے اس سے دور نہ رہو۔ اگر حسی قرب حاصل نہ ہو سکے تو کم سے کم خط و کتابت سے تعلق رکھو۔

طبع ناف آہویست ایں قوم را

اندروں خوں واندروں شاں مشکہا

اللہ والوں کا مزاج مثل ہرن کے نافہ کے ہے کہ نافہ میں تمام خون بھرا ہوا ہے اور اسی کے بیچ میں مشک چھپا ہوا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کے لوازمِ بشریت سے دھوکا نہ کھاؤ کہ ان کو بھی بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ وہ بھی کھانے پینے اور سونے کے محتاج، کبھی کھانسی آرہی ہے کبھی ناک کا بلغم صاف کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا خون اور بلغم مت دیکھو بلکہ ان کے اندر نسبت مع اللہ کا جو مشک چھپا ہوا ہے اس کی قدر کرو کہ اس کی قیمت زمین و آسمان سورج و چاند اور بادشاہوں کے تخت و تاج بھی ادا نہیں کر سکتے۔

ہیں کہ اسرافیلِ وقت اند اولیاء

مردہ را زیشاں حیات است و نما

اولیاء اللہ اپنے زمانے کے اسرافیل ہوتے ہیں۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو مردہ زندہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح ان کے ملفوظات سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ جن کے دل مردہ ہیں اللہ والوں کی صحبت سے وہ حیات پاتے ہیں۔ اور ''نما'' معنٰی

میں ارتقا کے ہے یعنی ان کی صحبت عطائے نسبت، بقائے نسبت، ارتقائے نسبت کا ذریعہ ہے اور فرمایا کہ اللہ والوں کے بارے میں تعجب مت کرو کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے کیسے ہر وقت باخدا رہتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں ؎

آں کہ بر افلاک رفتارش بود
بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

تم یہ تعجب کرتے ہو کہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ کیسے باخدا رہتے ہیں؟ کیسے ہر وقت نظر کی حفاظت کرتے ہیں؟ اور ہر وقت کیسے گناہ سے بچتے ہیں؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جن کی رفتار آسمان پر ہے ان کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہے؟ یعنی اللہ والے جب آسمانی اعمال یعنی اعمالِ صالحہ کی برکت سے افلاک پر پہنچ گئے یعنی صاحبِ افلاک سے جن کو رابطہ و تعلق نصیب ہو گیا تو ان کو ان زمینی اعمال سے بچنا کیا مشکل ہے جو اس تعلق ورابطہ مع الحق کے لیے مضر ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ اور باطنی امراض سے حفاظت

سایۂ راہ بر بہ است از ذکرِ حق
یک قناعت بہتر از صد ہا طبق

شیخ کی صحبت کا سایہ تمہاری تنہائی کے ذکر سے افضل ہے کیوں کہ شیطان نے بھی اکیلے بڑی عبادت کی تھی۔ آسمان پر کوئی جگہ خالی نہ تھی جہاں ظالم نے سجدہ نہ کیا ہو لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا کیوں کہ عبادت سے فنائیت کے بجائے اس کے اندر تکبر پیدا ہو گیا، اور شیخ کا سایہ تکبر سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور تکبر سے حفاظت مردودیت سے حفاظت کی ضمانت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر سخت ناپسند ہے۔ ابلیس تکبر ہی کی وجہ سے مردود ہوا۔ اسی لیے جب صحبتِ شیخ نصیب ہو تو اس وقت تنہائی میں بیٹھ کر ذکر نہ کرو اس سے بہتر ہے کہ تم شیخ کے پاس بیٹھے رہو کیوں کہ ذکر سے کبھی نشہ آئے گا اور تم اپنے آپ کو بایزید بسطامی اور بابا فرید الدین عطار سمجھنے لگو گے۔ تکبر آجائے گا۔ شیخ کا سایہ تمہیں مقامِ فنا پر رکھے گا اور اللہ کو مقامِ فنا پسند ہے ؎

نازِ تقویٰ سے تو اچھا ہے نیازِ رندی
جاہِ زاہد سے تو اچھی مری رسوائی ہے

دوسرے مصرع میں مولانا فرماتے ہیں کہ سینکڑوں طبق سے ایک قناعت بہتر ہے۔ دیکھیے کیسی مثال دی کہ اگر تمہارے پاس سینکڑوں قسم کی بریانیاں سینکڑوں قسم کی پلیٹوں میں رکھی ہوں لیکن اگر قناعت نہیں ہے تو تم ہائے ہائے کرتے رہو گے اس لیے ان سینکڑوں طبق کے مقابلہ میں ایک قناعت اگر تمہارے پاس ہے تو وہ کافی ہے۔ مراد یہ ہے کہ کثرتِ عبادت کے ناز سے بہتر ہے کہ شیخ کی صحبت سے تمہارے اندر ایک شکستگی آجائے جو ہزار عبادت سے افضل ہے۔

پیر باشد نردبانے آسماں
تیر پراں از کہ گردد از کماں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ پیر آسمان کی سیڑھی ہے۔ کیا تیر بغیر کمان کے اڑ سکتا ہے؟ تیر چاہے دس لاکھ روپے کا ہو، چاہے سونے چاندی اور جواہرات کا ہو، زمین ہی پر پڑا رہے گا جب تک کمان میں نہیں آئے گا۔ شیخ کمان ہوتا ہے، اگر شیخ سے تعلق نہیں ہے تو تم علم و فضل کے باوجود زمین ہی پر دھرے رہو گے، کبھی اللہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اصلاح کی ضرورت نہیں بس آٹھ سال مدرسہ میں پڑھ لینا کافی ہے، علم سے سب اصلاح ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کیا مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہم کے پاس علم کم تھا جو ان حضرات نے ایک غیر عالم کی غلامی اختیار کی۔ بس حبِّ جاہ مانع ہے۔ علم کا پندار کسی کو اپنا بڑا نہیں بنانے دیتا، لیکن آہ! ایسے لوگوں کو اللہ کی محبت کی ہوا بھی نہیں لگتی اور اپنے پندار، خود پرستی سے ہمیشہ مثلِ تیر بے کماں زمین ہی پر پڑے رہتے ہیں۔

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش
سست ریزندہ چو آب و گل مباش

جب تم نے پیر بنالیا تو اب نازک دل نہ رہو کہ ذرا سا پیر نے ڈانٹ دیا تو دل میں کینہ پیدا ہو گیا، اور کیچڑ کی طرح زمین پر نہ پڑے رہو بلکہ اللہ کی راہ میں سرگرم رہو۔

صحبتِ اہل اللہ اور نفس پر غالب آنا

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

"ہیں" معنیٰ خبر دار اور غوی معنیٰ نادان، بے وقوف، سرکش یعنی اے بے وقوف اور نادان! جو خود نفس و شیطان سے مغلوب ہیں ان کو اپنا یار مت بناؤ۔ جو پیر عورتوں سے ٹانگیں دبوا رہے ہیں، چرس پی رہے ہیں، سٹے کا نمبر بتا رہے ہیں، طبلہ اور ڈھولک پر قوالی سن رہے ہیں، نہ نماز ہے نہ روزہ، یہ تو خود مغلوب ہیں، نفس و شیطان کے ایجنٹ ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ ورنہ تم بھی مغلوب ہو جاؤ گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو دوست بناؤ جو کہ اپنے نفس کے رذائل پر غالب آچکے۔ اگر تم کو اپنے نفس پر غالب ہونا ہے تو ایسے لوگوں کی صحبت میں رہو جو اپنے نفس پر غالب آچکے ہیں۔ تو غالب کی صحبت تم کو غالب کر دے گی یعنی ان کی صحبت کی برکت سے تم بھی اپنے نفس پر غالب ہو جاؤ گے۔ حکیم الامت نے وعظ میں اس مضمون کو بیان فرمایا کہ ایک آدمی ایک نواب صاحب کے یہاں ملازم تھا اور بیگمات کی خدمت اس کے سپرد تھی۔ کئی سال تک عورتوں میں رہا، باہر نکلا ہی نہیں۔ ایک دن محل میں ایک سانپ نکل آیا تو بادشاہ کی بیویوں نے کہا ارے بھئی! کسی مرد کو بلاؤ جو اس کو مارے تو وہ مرد بھی چیخنے لگا ارے بھئی! کسی مرد کو بلاؤ۔ بیگمات نے کہا کہ آپ بھی تو مرد ہیں تو کہا کہ واللہ! کیا میں بھی مرد ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا: صحبت کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اس ظالم کو اپنا مرد ہونا بھی یاد نہ رہا۔

صحبتِ اہل اللہ اور حسنِ خاتمہ

اگر اہلِ محبت بھی بے وفا ہوتے تو مرتدین کے مقابلے میں یہ آیت نازل نہ ہوتی۔ اگر اہلِ محبت بے وفا ہوتے تو نعوذ باللہ! مرتد کا مقابلہ مرتد سے ہوتا حالاں کہ مقابلہ تو ضد سے ہوتا ہے جیسے دو مَن طاقت والے پہلوان کے مقابلے میں چار مَن طاقت والا پہلوان لایا جاتا ہے۔

پس اس آیت میں اہلِ ارتداد کا مقابلہ اہلِ وفا سے ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ قوم اہلِ وفا ہے جو کبھی مرتد نہ ہو گی۔ بے وفائی کی کلّی مشکّک کے فردِ کامل یعنی مرتدین کے مقابلے میں وفاداری کی کلّی مشکّک کے فردِ کامل یعنی اہلِ محبت لائے جارہے ہیں لہٰذا یہ کبھی بے وفا نہ ہوں گے۔ اس قومیت کے عالم میں جتنے افراد ہوں گے وہ کبھی مرتد نہیں ہوں گے، بے وفا نہیں ہوں گے۔ اللہ کا دروازہ نہیں چھوڑیں گے اور شیخ کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ شیخ سے بھاگنے والے بھی وہی ہوتے ہیں جن میں محبت نہیں ہوتی جس طرح نبی سے بھاگنے والے جو تھے وہ پہلے ہی سے بے وفا تھے۔ شیخ نائبِ رسول ہوتا ہے، جس کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے اس کے دل میں شیخ کی محبت ہوتی ہے، جس کے دل میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی اس کو اہل اللہ سے محبت نہیں ہوتی اور جس کے دل میں اہل اللہ کی محبت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ اللہ کے پیاروں کے صدقہ میں ہی اللہ تعالیٰ کی عنایات و محبت نصیب ہوتی ہے۔ جو نبی پر ایمان نہیں لائے کیا اللہ نے ان سے محبت کی؟ کیا ابوجہل سے اللہ نے محبت کی؟ کیا ابولہب سے اللہ نے محبت کی؟ نبی سے دشمنی کے سبب ان پر غضب نازل ہوا۔ اور جنہوں نے نبی سے محبت کی اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرفراز ہوئے۔ معلوم ہوا کہ جو اپنے شیخ و مرشد سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت و عنایت ان کو نصیب ہوتی ہے اور جو اہل اللہ سے محبت نہیں کرتے عنایتِ حق سے محروم رہتے ہیں۔ اور اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت بھی ہے کہ اہلِ محبت کا خاتمہ ایمان پر ہو گا کیوں کہ اللہ جس سے محبت کرے اور جو اللہ سے محبت کرے گا بھلا اس کا خاتمہ خراب ہو گا؟ اسی لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہو تا کہ ان کی برکت سے تمہارے دل میں بھی اللہ کی محبت آجائے جو ضامن ہے حسنِ خاتمہ کی۔

صحبتِ اہل اللہ کی افادیت حسی مثال سے

اس لیے کسی اللہ والے کے پاس چالیس دن رہ لو، ایک چلّہ لگالو پھر دیکھو کہ سلوک اور پیری مریدی سے کیا ملتا ہے؟ ورنہ رسمی پیری مریدی کا مزہ نہیں۔ انڈا اگر

مرغی سے مرید ہوجائے لیکن اکیس دن اس کے پروں میں نہ رہے تو بتائیے اس میں جان آئے گی؟ مردہ کا مردہ رہے گا۔ بہت سے مرید ایسے ہیں کہ جا کر پیر سے بیعت ہو گئے لیکن اس کی صحبت میں نہ رہے تو مردہ کا مردہ ہی رہے نسبت عطا نہ ہوئی۔ یہ حکیم الامت کی بات پیش کر رہا ہوں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انڈا اکیس دن تک تسلسل کے ساتھ مرغی کے پروں میں رہے تو بچہ پیدا ہو گا۔ پھر وہ چھلکے کو خود توڑ دے گا۔ اکیس دن کے بعد اب اسے شیخ کے احسان کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ مرغی صاحبہ! ذرا میرا چھلکا توڑ دو میں اندر سے باہر آنا چاہتا ہوں۔ وہ خود چونچ مارے گا اور بزبانِ حال یہ شعر پڑھتا ہوا نکل آئے گا:

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

اسی طرح شیخ کی خدمت میں تسلسل کے ساتھ کم از کم چالیس دن رہ لو پھر دیکھو گے کہ روح میں ایسی قوت آئے گی کہ تعلقات ماسوی اللہ کو خود توڑ دو گے پھر شیخ کی بھی ضرورت نہیں رہے گی، لیکن عمر بھر شیخ کا احسان مند رہنا پڑے گا کیوں کہ اسی کی برکت سے حیاتِ ایمانی عطا ہوئی ہے۔ اگر شیخ نہ ہوتا تو مردہ کے مردہ ہی رہتے۔

اندر جو صلاحیت ہوتی ہے وہ شیخ کی برکت سے ظاہر ہوجاتی ہے۔ مثلاً مرغی کے پروں کے نیچے تین قسم کے انڈے رکھے گئے۔ ایک مرغی کا، ایک کبوتر کا، ایک بطخ کا۔ تو ان انڈوں سے تین قسم کی شخصیتیں ظاہر ہوں گی۔ مرغی کے انڈے سے مرغی کا بچہ نکلے گا۔ کبوتر کے انڈے سے کبوتر کا اور بطخ کے انڈے سے بطخ کا بچہ نکلے گا، اور کبوتر اڑے گا اور بطخ دریا میں تیرے گی۔ مرغی کو بھی حیرت ہوگی کہ یہ تو میرے ہی پروں سے نکلا تھا لیکن یہ اڑ رہا ہے اور وہ تیر رہا ہے، اور مرغی نہیں تیر سکتی، لیکن ان کو عمر بھر مرغی کا احسان ماننا پڑے گا کہ اس کی برکت سے ہمارا وجود ہوا۔ اسی طرح حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کے پروں سے مجدد پیدا ہوا لیکن حضرت ہمیشہ فرماتے تھے کہ حاجی صاحب کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ حضرت کا تخلص آہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا
جب اس کو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ
یہ سب امداد کے لطف و کرم تھے

حصولِ مولیٰ کا آسان راستہ

اللہ تعالیٰ سے دوستی کی بنیاد تقویٰ پر ہے، نفلی حج و عمرہ پر نہیں، اور تقویٰ اللہ والوں کی غلامی سے ملتا ہے۔ تھوڑا کماؤ مگر حفاظت کرو کہ ڈاکو نہ لے جائے تو ایسا شخص مال دار ہے، اور ایک شخص نے کمایا بہت لیکن اپنے مال کی حفاظت نہیں کی اور ڈاکو لے گئے تو وہ قلاش اور مسکین اور مستحقِ زکوٰۃ ہے۔ بس فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ کوئی ادا کرلے چاہے کوئی نفل یا کوئی وظیفہ نہ پڑھے لیکن ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرے تو یہ ولی اللہ ہے۔

صحبتِ اہل اللہ اور حیاتِ ایمانی کا حصول

مولانا فرماتے ہیں: تم گناہوں کی اور اخلاقِ رذیلہ کے زہر کی تھیلی نکلوادو اور مچھلی پن سیکھو، اخلاقِ ماہیاں سیکھو یعنی اللہ والوں کے اخلاق سیکھو پھر تمہیں اللہ کے دریائے قرب کے علاوہ کہیں مزہ نہیں آئے گا پھر اللہ کی محبت کے کاروبار کے سوا کہیں تمہارا دل نہیں لگے گا۔ لیکن سانپ میں مچھلی پن خود بخود نہیں آسکتا، غافل اور نافرمان دل اللہ والا دل خود بخود نہیں بن سکتا، سیکھا جاتا ہے۔ اللہ والا وہی ہوتا ہے جو ایک زمانے تک کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت سیکھتا ہے۔ چاہے دس سال تک کسی مدرسہ میں رہ لو، چاہے دس سال تک دین کی محنت میں چلّے لگالو، چاہے کبھی کبھار کسی بزرگ کی صحبت میں بھی جاتے رہو لیکن اللہ نہیں ملے گا۔ جب تک کہ ایک زمانہ ہمہ وقت کسی اللہ والے کی صحبت میں نہ رہو گے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جیسے انڈا اکیس دن تک مسلسل مرغی کے پروں کے نیچے گرمی لیتا ہے پھر اس میں روح آجاتی ہے۔ اسی طرح زندگی میں ایک بار کم از کم چالیس دن مسلسل کسی

اللہ والے کی صحبت میں بہ نیتِ اصلاح رہ لو ان شاء اللہ! حیاتِ ایمانی اور نسبت مع اللہ عَلٰی سَطْحِ الْوَلَایَۃِ نصیب ہوجائے گی۔ لیکن جس طرح انڈے کے لیے مرغی کے پروں کے نیچے اکیس دن کا تسلسل ضروری ہے کہ اگر مرغی کو اچانک کشمیر یا فیصل آباد یا سکھر جانا پڑا تو انڈوں کو بھی ساتھ جانا پڑے گا ورنہ مرغی اور انڈے میں فصل ہوجائے گا تو انڈے میں حیات نہیں آئے گی۔ معلوم ہوا صحبت میں تسلسل ضروری ہے اسی طرح کم سے کم چالیس دن تک کسی شیخ کے ساتھ رہ لو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اصلاح کی نیت ہو، ارادہ ہو یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہو۔

تقویٰ کے لیے آسان ترین نسخہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ[۱۲۱]

اللہ اپنے عاشقوں کے اجر کو ضایع نہیں کرتا کہ مردہ لاشوں پر جاتے ہو۔ دونوں میں کوئی نسبت نہیں۔ اس لیے وہ لوگ انتہائی بے وقوف اور احمق ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دنیا پر مر رہے ہیں اس لیے اللہ پر مرنا سیکھو اور یہ بھی اللہ والوں کے صدقہ میں ہی آئے گا۔ حوصلۂ شاہ بازی کس سے آئے گا؟ بازِ شاہی سے۔ اور بازِ شاہی کیسے بنوگے؟ صحبت کی برکت سے۔ دنیا میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوا جب تک کسی ولی اللہ کی صحبت نہیں ملی۔ دیسی آم کو لنگڑے آم کے متعلق ایک لاکھ کتابیں پڑھا دو، ایم ایس کرادو لیکن ایک لاکھ کتابوں کے باوجود دیسی ہی رہے گا، لیکن اسے کوئی کتاب نہ پڑھاؤ لنگڑے آم کی قلم لگادو آہستہ آہستہ وہ خود لنگڑا آم بن جائے گا۔

صحبتِ اہل اللہ اور نیکی کی حفاظت

اوّل اے جاں دفعِ شر موش کن
بعد ازیں انبار گندم کوش کن

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے میری جان! پہلے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر نفس

---

۱۲۱ یوسف:۹۰

کے چوہے کے شر سے حفاظت کی ترکیب سیکھ لے اس کے بعد نیکیوں کا گندم جمع کرنے کی فکر کر، کیوں کہ جتنا نیکیاں کمانا ضروری ہے اتنی ہی اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اپنے نفس کی اصلاح کرانا ہے تاکہ گناہ چھوٹ جائیں اور نیکیوں کا نور باقی رہے۔

دین پر استقامت اور اعمال کی بقا کے لیے اہل اللہ کی صحبت اتنی ضروری ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ تبلیغی جماعت فرماتے ہیں کہ میں جب دین کی محنت کے لیے جاتا ہوں تو مخلوق میں اختلاط اور زیادہ میل جول سے نفس میں کچھ کثافت اور گندگی سی آجاتی ہے اس کو دور کرنے کے لیے میں اہل اللہ کی خانقاہوں میں جاتا ہوں تو دل مجلّٰی ہو جاتا ہے۔ جیسے موٹر کار طویل سفر پر جاتی ہے تو پرزوں میں کچھ میل کچیل لگ جاتا ہے لہٰذا اس کی ٹیوننگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور صفائی کے لیے کار کو کارخانے میں جس کو ورکشاپ کہتے ہیں بھیجا جاتا ہے۔ اسی طرح دل کی ٹیوننگ کی بھی ضرورت ہوتی ہے جس کی ورکشاپ خانقاہیں ہیں کیوں کہ نفس چور ہے اس میں خفیہ طریقے سے کچھ بڑائی، کچھ دکھاوا آجاتا ہے، جن کا مشائخ اور علماء سے تعلق نہیں ہوتا ان کی گفتگو سے پتا چل جاتا ہے اور ان کی زبان سے بڑائی کی باتیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ میرے دل میں کیا مرض پیدا ہو گیا۔

اصلاحِ نفس کی فرضیت اور صحبتِ اہل اللہ

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چوں کہ بدون راہ بر کامل کے اصلاحِ اخلاق ناممکن ہے، اور اصلاحِ نفس فرض ہے، پس حصولِ فرض کا مقدمہ یعنی ذریعہ بھی فرض ہوتا ہے اور یُزَکِّیۡہِمۡ میں فعل تزکیہ اس کی تائید کرتا ہے کہ مُزَکِّی کی ضرورت ہے۔ تزکیہ فعلِ متعدی ہے جو صرف اپنے فاعل پر تمام نہیں ہوجاتا یعنی مُزَکِّی بھی ہو مُزَکّٰی بھی ہو اور تزکیہ بھی ہو جیسے مربّہ بدونِ مربّی کے نہیں بنتا۔ اب اگر آملہ کا مربّہ چاندی کے ورق کے ساتھ کوئی تقویتِ قلب کے لیے کھائے تو وہ آملہ جو غیر مربّہ ہے اگر وہ بھی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہوئے مطالبہ کرے کہ ہمارے اوپر بھی

چاندی کا ورق لگاؤ اور ہمارے ساتھ بھی وہی اعزازی برتاؤ کرو تو آپ کیا جواب دیں گے؟ پس وہ علماء جو بزرگوں کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور ان کی شانِ نسبت اور شانِ مقبولیت کو اسی طرح قیاس کر لیا جاوے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ؎

اے شہہ آفاق شیریں داستاں
باز گو از من نشاں بے نشاں
صَرف نحو منطقم را سوختی
در دلم عشقِ خدا افروختی

ترجمہ: اے شاہ محمد آفاق! شیریں داستاں! مجھ سے حق تعالیٰ شانہٗ کے قرب کی باتیں کیجیے۔ آپ نے ہمارے صرف و نحو اور منطق کے پندار کو جلا کر ہمارے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق روشن کر دیا۔

حکایت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی صدر مفتی دیوبند نے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کو دیوبند سے اپنے شیخ و مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ایک دن بے تکلف دوست نے کہا: مولانا! کیوں جاتے ہو، گنگوہ میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ؎

لطفِ مئے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

آثارِ فنائیت لوازمِ نسبت سے ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ پندار اور خود بینی اور انانیت بدون صحبت مرشدِ کامل اور بدون عطائے نسبتِ فنا نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس مضمون کی تائید میں ایک

عجیب اور لطیف استدلال پیش فرمایا ہے جو احقر کو ڈاکٹر صلاح الدین صاحب سے معلوم ہوا، وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الۡمُلُوۡکَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَۃً اَفۡسَدُوۡھَا وَ جَعَلُوۡۤا اَعِزَّۃَ اَھۡلِھَاۤ اَذِلَّۃً[۱۲۲]

ترجمہ و تفسیر: سلاطین جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس بستی کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یعنی جب کسی شہر میں لڑائی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو شہر والوں کو خراب کر دیتے ہیں اور سرداروں کو بے عزت کر دیتے ہیں یعنی امیروں اور وزیروں کو سخت ذلیل کرتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں یا گرفتار کر لیتے ہیں۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اَذِلَّۃً تک بلقیس کا قول ہے وَکَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ حق تعالیٰ کا قول ہے۔[۱۲۳]

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت سے یہ بات قلب میں وارد ہوئی کہ یہی حال تجلیاتِ ربانی کا ہے۔ جب سالکین کو ذکر اور صحبتِ اہل اللہ کی برکت سے نسبتِ خاصہ عطا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کا نورِ قرب اس کے دل میں داخل ہوتا ہے کَمَا ھُوَ فِی الۡحَدِیۡثِ:

اِنَّ النُّوۡرَ اِذَا قُذِفَ فِی الۡقَلۡبِ الخ[۱۲۴]

تو یہ تجلیاتِ ربانی اس سالک کے عجب و پندار اور تکبر اور خود بینی و خود پرستی اور اس کی انانیت کو تہہ و بالا کر دیتی ہیں پھر اس کا انا فنا سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

لطفِ صحبتِ اہل اللہ

اہل اللہ کی صحبت کے لطف پر میرا شعر ہے؎

۱۲۲؎ النمل: ۳۴

۱۲۳؎ التفسیر ابن کثیر: ۴۰۵/۱۰، النمل (۳۴)، مؤسسة قرطبة

۱۲۴؎ المستدرك علی الصحیحین للحاکم: ۳۴۶/۴، (۷۸۶۳)، کتاب الرقاق، دار الکتب العلمیة، بیروت، ذکره بلفظ ''اِنَّ النُّوۡرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدۡرَ اِنۡفَسَحَ''

حاصل جسے کہ آپ کی صحبت مدام ہے
دنیا میں رہ کے پھر بھی وہ جنت مقام ہے

دوسرا شعر فارسی میں ہے؎

میسّر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت برزمین از آسماں آید

یہ شعر الٰہ آباد میں ہوا۔ احقر نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کی خدمت میں ایک مضمون عرض کیا تھا جس پر حضرت کو وجد آگیا اور پھر اس مضمون کو بعد عصر کی مجلس میں دوبارہ بیان کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کو وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ پر مقدم فرمایا، ہمارے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس تقدیم سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے مقبول بندوں کی معیت اور رفاقت کو جنت کی نعمت پر افضل قرار دیا ہے۔ پھر احقر مؤلف نے عرض کیا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مکین افضل ہوتے ہیں مکان سے اور اہلِ جنت مکین ہیں اور جنت مکان ہے، نیز جنت کے یہ مکین دنیا ہی سے جاتے ہیں اور ہر زمانے میں یہاں موجود ہوتے ہیں۔ پس جس نے یہاں ان کی صحبت اور رفاقت کو اخلاص اور صدقِ دل سے اختیار کیا تو اس نے افضل نعمت تو یہیں پالی، پھر مفضول نعمت بھی ضرور پالے گا، پس فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ پر عمل جس نے دنیا میں کر لیا یعنی صحبتِ اولیاء اللہ اختیار کر لی اور صحبتِ کامل اتباع کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ[۱۲۵]

تو آخرت میں بقاعدہ جَزَآءً وِّفَاقًا کے مطابق (یعنی جزا موافقِ عمل) جنت میں بھی ان کی رفاقت پا جائے گا۔ لہٰذا حق تعالیٰ کے عاشقین کی صحبت میں بیٹھنا گویا کہ جنت میں بیٹھنا ہے اور قلبِ سلیم ہو تو ان کے پاس بیٹھنے سے واقعی جنت کا لطف ملتا ہے۔ اس مضمون کو اس شعر میں احقر نے بیان کیا ہے کہ؎

۱۲۵؎ لقمٰن:۱۵

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت برزمیں از آسماں آید

حضرت پرتاب گڑھی نہایت محظوظ ہوئے۔

تقویٰ کی دولت اہل اللہ سے ملتی ہے

صدر مفتی دیوبند حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ ''جمع الفوائد''میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت مروی ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ[۱۳۶]

ہر شے اپنے کان سے ملتی ہے اور تقویٰ کی کان عارفین (اللہ والوں) کے قلوب ہیں۔

حضرت پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سادہ سا شعر اس حقیقت کو خوب بیان کرتا ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے

ارشادات دربیان عاشقانِ حق از حضرت عارف مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

محبتِ اہل اللہ اور اس کی افادیت

بنگر ایشاں را کہ مجنون گشتہ اند
ہمچو پروانہ بو صلش کشتہ اند

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کے ان عاشقین سوختہ جانوں کو دیکھو کہ مثل پروانہ تجلیاتِ الٰہیہ سے کشتہ ہو رہے ہیں۔

۱۳۶؎ کنزالعمال: ۹۰/۳ (۵۶۳۸)، مؤسسۃ الرسالۃ

خواب رابگزار امشب اے پدر
یک شبے در کوئے بے خواباں گزر

اے ابّا جان! بہت سو لیے، ایک رات سونا ترک کرکے ان اللہ والوں کے پاس رہ کے دیکھیے کہ ان بے خوابوں کی گلیوں میں کیا ہو رہا ہے۔

مدحِ توحیف است باز ندانیاں
گویم اندر مجمعِ روحانیاں

آپ کی تعریف یہ اہلِ ہویٰ اور اہلِ نفس یعنی دنیا پرست لوگ کیا سمجھیں گے، ہاں! اللہ والے حضرات آپ کی قدر سمجھ سکتے ہیں اس لیے ان ہی کے مجمع میں آپ کا ذکر کروں گا۔ یہاں مخاطب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور احقر کے سامنے ہمارے اکابر ہیں۔

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
عقل در شرحِ شما باشد فضول

آپ کی قدر و منزلت عقولِ عامّہ سے مافوق اور بالاتر ہے، عقلِ عام آپ کے بلند مقام کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

قصد کردستند ایں گل پارہا
کہ بپوشانند خورشید ترا

بعض نادان لوگ نورِ باطن سے بے خبر ہیں آپ کے آفتابِ باطنی کو چھپانا چاہتے ہیں لیکن ؎

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

بوئے مے را گر کسے مکنوں کند
چشمِ مست خویشتن را چوں کند

جس طرح کوئی رند اگر بوئے مے کو چھپا بھی لے تو اپنی مست آنکھوں کو کیسے چھپا سکے

گا؟ اسی طرح آپ حق تعالیٰ کی محبت کے انوار کو اپنے چہرے اور آنکھوں سے کیسے چھپا سکتے ہیں جب کہ نورِ ذکر آپ کی غذا ہے۔

ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال
چوں نزائد از لبش سحرِ حلال

جس کی روحانی غذا حق تعالیٰ کا نور ہوتا ہے اس کے لبوں سے کلامِ مؤثر کیوں نہ پیدا ہو گا؟ (حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سحرِ حلال'' کا ترجمہ کلامِ مؤثر فرمایا ہے)

در فراخ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

اللہ والوں کی روح میں نسبت مع اللہ کی برکت سے اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہفت آسمان اس وسعت کے آگے تنگ معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ پاک سے تائید ہوتی ہے:

''اِنَّ النُّوْرَ اِذَا قُذِفَ فِی الْقَلْبِ اِنْشَرَحَ لَهُ الصَّدْرُ''[۱۲۷]

جب حق تعالیٰ کا نورِ ہدایت کسی دل میں داخل ہوتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

شمۂ از گلستاں باما بگو
جرعۂ بر ریز برما زیں سبو

ہاں اپنے گلستانِ قرب سے مجھے بھی تو کچھ دیجیے اور اپنی معرفت کے سبو سے مجھے بھی تو کچھ پلائیے۔

کچھ راز بتا مجھ کو بھی اے چاک گریباں
اے دامنِ تر اشکِ رواں زلفِ پریشاں
(اخترؔ)

۱۲۷؎ المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۳۴۶/۴، (۷۸۶۳)، كتاب الرقاق، دار الكتب العلمية، بيروت، ذكره بلفظ ''اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ''

خوانداریم اے جمالِ مہتری
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری

اے سراپا جمالِ (روحانی)! ہم اس امر کے خوگر نہیں ہیں کہ ہمارے لب تو خشک رہیں اور آپ معرفت کا دریا پیتے رہیں۔

اولیاء رااو در ونہا نغمہ ہاست
طالباں رازاں حیاتِ بے بہاست

اولیائے کرام کے باطن میں بہت سے نغماتِ عشقِ حقیقی پوشیدہ ہیں جن سے طالبین کو آبِ حیاتِ محبت ملتی ہے اور وہ مردہ دل حق تعالیٰ کی محبت سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں ؎

یہی زندگی جاودانی بنے
جو آبِ حیاتِ محبت ملے

ترے غم کی جو مجھ کو دولت ملے
غمِ دوجہاں سے فراغت ملے

محبت تو اے دل بڑی چیز ہے
یہ کیا کم ہے جو اس کی حسرت ملے

اور یہ فرمایا کہ ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بمہر دلخوشاں

اللہ تعالیٰ کے پاک بندوں کی یعنی عاشقانِ حق کی محبت کو درمیانِ جان رکھ لو اور دل کسی کو مت دینا مگر جن کے دل حق تعالیٰ کے انوار سے اچھے اور منور ہو چکے ہیں یعنی اللہ والوں کی صحبت ہی سے حق تعالیٰ کا دردِ محبت ملتا ہے جس کا لطف ہفتِ اقلیم کی سلطنت کو نگاہوں میں ہیچ کر دیتا ہے۔

چو سلطانِ عزتِ علم بر کشد
جہاں سر بجیبِ عدم در کشد

اگر آفتاب است یک ذرہ نیست
اگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

ترجمہ: جب وہ سلطانِ حقیقی اپنی محبت و قرب کا جھنڈا کسی اقلیمِ دل میں بلند کر دیتا ہے تو اس دل میں یہ تمام کائنات بے قدر ہو جاتی ہے۔ جس طرح آفتاب کے سامنے ایک ذرہ اور ہفت دریا کے سامنے ایک قطرہ۔

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آسیر کو چل

یعنی جس طرح کلیوں کی خوشبو کی مہر کو نسیمِ سحر توڑتی ہے اور حجرۂ غنچہ سے وہ خوشبو چمن اور اہلِ چمن کو معطر کر دیتی ہے اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کا فیضان طالبین مخلصین کے قلوب کی سیل توڑ دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے دردِ محبت کی وہ خوشبو جو اس قسامِ ازل نے اس کے اندر سربہ مہر کیا تھا وہ پھوٹ نکلتی ہے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

بادِ نسیم آج یہ کیوں مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

جایئے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضریٔ تھانہ بھون کے بعد کیا حالت ہوئی تھی اس کا نقشہ علامہ موصوف نے خود بیان فرمایا ہے کہ حاضریٔ تھانہ بھون کے بعد چند ہی مجالس میں یہ محسوس ہوا کہ ہم جس علم کو علم سمجھتے تھے وہ جہل تھا، علمِ حقیقی تو ان اللہ والوں کے پاس ہے۔ پھر اپنے تاثراتِ قلبی کو اس طرح ظاہر فرمایا ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا
آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا
چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

اور فرمایا کہ ؎

جی بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز
پھر یہ جمالِ نور دکھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تری محفل کا ہر چراغ
جلتا رہے گا یوں ہی بجھایا نہ جائے گا

علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تبدیلی میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکتوب بھی اہمیت کا حامل ہے جس میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نقل کیے گئے تھے ؎

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

قال کو چھوڑو، صاحبِ حال بنو اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ کسی شیخِ کامل کے سامنے اپنے نفس کو مٹا دو، پھر اپنے قلب میں مشکوٰۃِ نبوت سے علوم کا فیضان محسوس کرو گے بدون مطالعہ اور استاد کے۔

احسانِ مرشد

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا، فرمایا کہ بعض نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چند مشاہیر اہلِ علم کے تعلق سے چمک گئے۔ یہ بالکل غلط خیال ہے۔ واللہ! خود ان ہی علمائے مشاہیر سے معلوم کر لیا جائے کہ وہ خود حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت و توجہ اور دعا سے چمک گئے۔ چناں چہ وہ خود اپنے باطن کو ٹٹول لیں کہ کیا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے قبل بھی ان علماء کے باطن کا یہی حال تھا جو اب ہے۔

صادقین کی معیت کا حکم

احقر عرض کرتا ہے کہ عام حضرات کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ پر عمل کرتے ہیں لیکن ان صادقین متقین کاملین کی صحبت سے نفع پورا نہیں پاسکے کیوں کہ ان کی طرف سے صدق میں کمی تھی۔ حضراتِ صادقین تو قیامت تک حق تعالیٰ شانہٗ پیدا فرماتے رہیں گے اور ہر دور اور ہر صدی میں جماعت کی جماعت صادقین کا وجود اس آیت کے صدق کے لیے عقلاً ضروری ہے ورنہ یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے ہم کو صادقین کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا اور صادقین کو دنیا سے اٹھا لیا، اور قرآن قیامت تک کے لیے نازل ہوا ہے، لہٰذا تا ابد عاشقانِ حق کا دنیا میں وجود ضروری ہوا۔ البتہ ہماری طرف سے بھی ان صادقین کے پاس رہنے میں صدق ضروری ہو۔ یعنی یہ حضرات افادہ میں مخلص اور

صادق ہوں اور ہم استفادہ میں مخلص اور صادق ہوں پھر نفع میں کوئی چیز مانع نہیں۔

ان ہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

حضرت مرشدی شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم اختر! شیخِ کامل متبعِ سنت و شریعت کے فیض سے اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ صرف یہ کہ آسان ہو جاتا ہے بلکہ لذیذ تر بھی ہو جاتا ہے۔

چناں چہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تھانہ بھون سے کیا پایا۔

آمدہ بودم بتوبت در بعل
از درِ فیضت مسلماں می روم

آہن کو سوزِ دل سے کیا نرم آپ نے
نا آشنائے درد کو بسمل بنادیا

نقشِ بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دل کو مرے دل بنادیا

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنادیا

صحبتِ صالحین اور اس کے فوائد

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جو پہلے تصوف کی طرف التفات بھی نہ

کرتے تھے، چند روز حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس تھانہ بھون کا لطف چکھنے کے بعد یوں بزبانِ حال وبزبانِ قال گویا ہوئے ؎

جانے کس انداز سے تقریر کی
پھر نہ پیدا شبۂ باطل ہوا

آج ہی پایا مزہ قرآن میں
جیسے قرآں آج ہی نازل ہوا

چھوڑ کر تدریس و درس و مدرسہ
شیخ بھی رندوں میں اب شامل ہوا

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تدریس و درس و مدرسہ کے چھوڑنے سے اہلِ ظاہر کو اشکال نہ ہونا چاہیے کہ ترک سے مراد ترکِ اکتفا اور قناعت ہے جو اصلاحِ باطن اور نسبت مع اللہ کے حصول سے غافل رکھے اور اہل اللہ کے پاس جو پندارِ علم جانے سے اور استفادہ سے مانع بن جائے اس پندار کا ترک مراد ہے اور جب سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع کیا تو وہ لطف آیا کہ بے ساختہ کہہ اٹھے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

اور لطفِ نمازِ تہجد کے متعلق فرمایا ؎

وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰہِ اِلَّا اَکْرَمَ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ[۱۲۸]

جو بندہ کسی بندے سے (اس کے اہل اللہ ہونے کے سبب) محبت کرتا ہے صرف اللہ

۱۲۸؎ مسند احمد بن حنبل: ۵۶۲/۳۶، (۲۲۲۲۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

کے لیے تو اس نے حق تعالیٰ کی عظمت اور جلالتِ شان کا اکرام کیا۔ یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ جو ان کی نسبت ہے اس کا احترام کیا۔

ایک ملفوظِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے۔ گو ان سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالاں کہ میں صاحبِ فتویٰ ہوں مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا۔ سب اہل اللہ سے میں نے دعا لی ہے۔

محبت للّٰہی اور فی اللّٰہی کا انعام

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ[۱۲۹]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میری محبت ان بندوں کے لیے واجب ہو جاتی ہے جو آپس میں ہمارے لیے محبت رکھتے ہیں اور ہمارے لیے بیٹھتے ہیں اور ہمارے لیے ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اور ہمارے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فِیَّ سے مراد فِیْ حُبِّیْ اور سَبِیْلِیْ ہے، اور وَجَبَتْ سے مراد ثَبَتَتْ اَوْ تَقَدَّمَتْ ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے بہترین راستہ اہل اللہ سے صرف اللہ کے لیے محبت کرنا ہے۔

علمِ نبوت اور نورِ نبوت

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس دور میں اہلِ علم، علمِ نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں اور نورِ نبوت اللہ والوں کے سینوں سے ان کی صحبتوں میں رہ کر نہیں

۱۲۹؎ مؤطا امام مالك: ۲۳، باب ما جاء فی المتحابین فی الله/کنز العمال: ۸/۹ (۲۴۶۷۰)، باب من کتاب الصحبة فی الترغیب فیها، مؤسسة الرسالة

حاصل کرتے۔ اسی سبب سے اعمال اور اخلاق میں کوتاہیاں طاری رہتی ہیں۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ والوں کی محبت کا سوال اس طرح فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ[۱۳۰]

اس دعا میں تین محبتوں کا سوال ہے: ۱) اللہ تعالیٰ کی محبت۔ ۲) عاشقانِ حق کی محبت۔ ۳) ان اعمال کی محبت جو محبتِ الٰہیہ سے قریب کرنے والے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اس سے آسان اور لذیذ تر اور قریب تر راستہ کہ اہل اللہ سے محبت کی جائے، میرے نزدیک اس حدیث کی روشنی میں اور کوئی نہیں ہے۔

ملفوظِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشاد فرمایا کہ محبتِ حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کردیں۔

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الفور بصورتِ طلا شد

جو لوہا کہ پارس پتھر سے مل گیا فی الفور سونا بن جاتا ہے۔ اہل اللہ کی صحبت سے ذکر اللہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔ جس طرح تسبیح ہاتھ میں رکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے اسی طرح اللہ والوں کو دیکھ کر بھی خدا یاد آتا ہے۔ اور ذکر خواہ ناغہ سے ہو، بے لذت ہو اپنا کام دکھاتا ہے، ایک دن ایسا ان شاء اللہ! نکلے گا کہ اسی وقت صاحبِ نسبت ہوجاؤ گے اور واصل ہوجاؤ گے۔

محبت للّٰہی اور فی اللّٰہی کا ایک اور انعام

اس محبت کی برکت سے بہت جلد آدمی دیندار ہوجاتا ہے:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ[۱۳۱]

۱۳۰؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

۱۳۱؎ جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

ہر شخص اپنے گہرے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے پس چاہیے کہ جس کو خلیل بناؤ خوب دیکھ لو کہ کیسا ہے؟

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ: عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ اَىْ غَالِبًا, وَالْخُلَّةُ الْحَقِيْقِيَّةُ لَا تَتَصَوَّرُ اِلَّا فِى الْمُوَافَقَةِ الدِّيْنِيَّةِ, اَوِ الْخُلَّةُ الظَّاهِرِيَّةُ قَدْ تُفْضِىْ اِلٰى حُصُوْلِ مَا غَلَبَ عَلٰى خَلِيْلِهٖ مِنَ الْخَصْلَةِ الدِّيْنِيَّةِ وَ قَالَ الْغَزَالِىُّ: مُجَالَسَةُ الْحَرِيْصِ وَمُخَالَطَتُهٗ تُحَرِّكُ الْحِرْصَ, وَ مُجَالَسَةُ الزَّاهِدِ وَ مُخَالَطَتُهٗ تَزْهَدُ فِى الدُّنْيَا, لِاَنَّ الطِّبَاعَ مَجْبُوْلَةٌ عَلَى التَّشَبُّهِ وَالْاِقْتِدَاءِ بَلِ الطَّبْعُ يَسْرِقُ مِنَ الطَّبْعِ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرِىْ, وَالْخُلَّةُ الصَّدَاقَةُ وَالْمَحَبَّةُ الَّتِىْ تَخَلَّلَتِ الْقَلْبَ مَضَارَتْ خِلَالَهٗ اَىْ فِىْ بَاطِنِهٖ[۱۳۲]

حقیقی محبت اور خُلّت صرف اہل اللہ میں پائی جاتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریصِ دنیا کی صحبت اور میل جول حریصِ دنیا بنا دیتی ہے اور دنیا کی محبت سے پاک بندے یعنی زاہدین کی صحبت زاہد بنا دیتی ہے کیوں کہ انسان کی طبیعت میں فطری طور پر تشبہ اور اقتدا اور نقل کا مادہ ہوتا ہے۔ پس طبائع غیر شعوری طور پر دوسری طبائع سے اخلاق چُرا لیتے ہیں۔ خُلّت وہ محبت ہے جو قلب کے باطن میں داخل ہو جاوے۔

محبت للّٰہی اور فی اللّٰہی کا ایک اور انعام

اس محبت کی برکت سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَّهٗ فِىْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى، فَاَرْسَلَ اللهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا, قَالَ: اَيْنَ تُرِيْدُ, قَالَ: اُرِيْدُ اَخًا لِّىْ فِىْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ, قَالَ: هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ

۱۳۲؎ مرقاۃ المفاتیح:۹/۲۲۳-۲۲۴،(۵۰۱۹)،کتاب الادب،باب الحب فی اللہ ومن اللہ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا، قَالَ: لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللهِ، قَالَ: فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ[۱۳۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک شخص کی دوسری بستی میں جا کر ملاقات کی۔ اللہ تعالیٰ نے راستے میں ایک فرشتہ مقرر فرمایا۔ اس نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی جو اس بستی میں رہتا ہے اس سے ملنے جارہا ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ کیا وہ آدمی تیرا مملوک ہے یا تیری اولاد ہے؟ یا ایسا شخص ہے جس کا خرچ تجھ پر لازم ہے یا اس پر شفقت تیرے ذمے ہے؟ کہا: نہیں، میں صرف اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھتا ہوں۔ اس فرشتہ نے اس کو خوشخبری سنائی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول یعنی بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا جیسا کہ تو نے اس بندے سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت کی۔

هَلْ لَّكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا، اَيْ تَقُوْمُ بِاِصْلَاحِهَا وَاِتْمَامِهَا، اَيْ هَلْ هُوَ مَمْلُوْكُكَ اَوْ وَلَدُكَ اَوْ غَيْرُهُمَا مِمَّنْ هُوَ فِيْ نَفَقَتِكَ وَشَفَقَتِكَ لِتُحْسِنَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّ فُلَانٍ[۱۳۴]

حلاوتِ ایمانی اور جنت کی بشارت

حُبِ درویشاں کلیدِ جنت است
دشمنی ایشاں سزائے لعنت است

(بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے اور ان سے عداوت لعنت کی سزا ہے۔

تحقیق لفظِ دُرویش ولفظِ خانقاہ

دُرویش کے دال پر پیش ہے اورویش کے معنیٰ مثل ہے۔ جیسے پری وش، پری

۱۳۳؎ الصحیح لمسلم: ۲/۳۱۷، باب فضل الحب فی اللہ، ایچ ایم سعید

۱۳۴؎ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۱۲، (۵۰۰۷)، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کی طرح، اسی طرح ویش دراصل وش تھا۔ درویش، موتی کی طرح۔ اللہ والے موتی کی طرح ہیں، اس لیے ان کو ''دُرویش'' کہا جاتا ہے۔ اور اگر دال پر زبر دَرویش پڑھا جائے تو یہ لفظ دراصل درویز تھا اور ویز آویز تھا۔ درآویز کا مفہوم دروازوں پر لٹکنے والے، پس یہ لفظ زبر کے ساتھ گداگروں اور بھک منگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اللہ والوں کے لیے نامناسب ہے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب کا شعر ہے۔

شاہ صاحب جو سمجھتا ہے تو بِھک منگوں کو

تو نے دیکھی نہیں وہ صورتِ شاہانہ ابھی

اللہ والوں کے لیے دُرویش پیش کے ساتھ کی تائید اس شعرِ مثنوی سے بھی ہوتی ہے۔

گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی

چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے شخص! اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہے یعنی سینے میں غفلت زدہ دل رکھتا ہے تو کسی اللہ والے اہلِ دل کے پاس بیٹھا کر، تاکہ گوہر (موتی) ہو جائے۔ اللہ والوں کا دل واقعی موتی بلکہ اس سے بھی قیمتی ہوتا ہے کیوں کہ ان کا دل اپنے دردِ محبت کے فیض سے دوسروں کے دلوں کو بھی درد بھرا دل بنا دیتا ہے۔

جو دل کہ تیری خاطر فریاد کر رہا ہے

اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

اہل اللہ کی محبت اور صحبت میں جنت کا لطف ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا

مرے باغِ دل میں وہ گلکاریاں ہیں

احقر کا فارسی شعر ہے۔

میسّر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید

جب کبھی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت آسمان سے زمین پر آگئی ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بوستانِ عاشقاں سرسبز باد
آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اے خدا! آپ کے عاشقوں کا باغ ہمیشہ سرسبز، ہرا بھرا یعنی سدا بہار رہے اور آپ کے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ روشن اور چمکتا رہے۔ اہلِ دردو محبت اللہ والے جہاں ہوں زندگی وہاں پُر کیف و پُر بہار گزرتی ہے۔

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے
(اختر)

اہل اللہ کی صحبت اور محبت کا ایک انعام مردودیت سے تحفظ بھی ہے

حضرت مجدد الملت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اس شعر کا کیا مفہوم ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ایک ساعت اولیاء اللہ کی صحبت سو برس کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔

فرمایا کہ صحبتِ اولیاء میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام (دائرۂ اسلام و ایمان سے نکل جانا) کا احتمال نہیں رہتا۔ خواہ گناہ اور فسق و فجور سب کچھ اس سے واقع ہو جاوے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاوے۔ مردودیت تک نوبت کبھی نہیں پہنچتی۔ بر خلاف اس کے ہزار برس کی

عبادت میں بھی بذاتہٖ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چناں چہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیوں کہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز (یعنی اولیاء اللہ کی صحبت) جو مردودیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردے (یعنی سوءِ خاتمہ سے نجات دلادے اور حسنِ خاتمہ کی دولت بخشے) ہزاروں سال کی ایسی عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

اور فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے۔ مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے۔ (یعنی ظاہر اور باطن کو سنت اور شریعت کے مطابق رکھنے کا اہتمام) اور فرمایا کہ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں، ذکر و شغل کرتا رہے تو گو شیخ دور ہو کافی ہے۔ لیکن تجربہ سے اب یہ معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر و شغل کا شیخ کے پاس رہ کر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا۔

تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ محتاجِ دلیل نہیں

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حسن العزیز صفحہ ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کا اثر ہے، کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جاسکتی (بس یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مقناطیس میں کشش کا یہ اثر رکھا ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر رکھا ہے کہ ان کی صحبت اثر کر ہی جاتی ہے۔ واقعی خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اور فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر ذکر و شغل کرنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی مریض طبیب کے پاس رہ کے علاج کرائے، اور دوسرا دور رہ کر صرف خط و کتابت سے علاج کرائے، نفع میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ صحبتِ شیخ میں انسان بدون ارادہ غیر شعوری طور پر اس کے اخلاق کو جذب کرتا رہتا ہے۔ اور ایک مثال اور ہے وہ یہ کہ شوہر

اور بی بی دور دور رہ کر خط و کتابت سے محبت کرتے رہیں تو کیا اولاد ہو سکتی ہے؟ اسی طرح شیخ کے ساتھ صرف خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتد بہٖ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ البتہ ایک مرتبہ ایک عرصہ تک پاس رہ لے پھر خط و کتابت سے کام چل سکتا ہے۔ پھر ثمراتِ خاصہ کے لیے گاہے گاہے صحبتِ شیخ ضروری ہے۔

صحبتِ اولیاء اللہ مثل کیمیا بوٹی ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی ملفوظات کے آگے فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت میں کیمیا کا اثر ہے۔ جس طرح تانبہ پگھلا کر کیمیا کی بوٹی اس میں ڈال دیتے ہیں تو سب سونا بن جاتا ہے، اسی طرح ان حضرات کی صحبت میں اسی بوٹی کی طرح اثر ہے، پتھر جیسے دل موتی بن جاتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحبِ دل رسی گوہر شوی

اگر تم پتھر کی طرح بے حس ہو لیکن کسی اہلِ دل کے پاس جب رہو گے تو موتی ہو جاؤ گے۔

عاشقانِ خدا کی صحبت کا فیضان

حضرت حکیم الامت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح بے نمازی نمازیوں میں رہنے سے نمازی بن جاتا ہے، اسی طرح غیر عاشقِ حق جب عاشقانِ خدا کی صحبت میں رہتا ہے تو ان کی صحبت کے فیضان سے عاشقِ حق ہو جاتا ہے۔ مناجات کی لذت، سجدوں کی لذت، تلاوت کی لذت ان حضرات سے ملتی ہے۔ ان حضرات سے پوچھیے ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

حقوقِ مصلح اور آدابِ اصلاح

ارشاد فرمایا کہ بدون صحبتِ شیخ اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع

نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! خود ذکر اللہ میں یہ کیفیت ہونی چاہیے تھی کہ وہ خود کافی ہوجایا کرتا، صحبتِ شیخ کی کیوں قید ہے؟ فرمایا کہ کام بنادے گا تو ذکر اللہ ہی بنادے گا لیکن عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نِرا ذکر کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ شرط ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔ (از ملفوظاتِ کمالات اشرفیہ)

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت علمِ نحو سے

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ برکت فی العمر کے لیے یہ دعا پڑھتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ عُمْرِیْ مِائَۃً وَّ عِشْرِیْنَ سَنَۃً، وَاجْعَلْنِیْ مَحْبُوْبًا فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مائۃ وعشرین سنۃً کی ترکیبِ نحوی سے ایک عظیم الشان مسئلۂ تصوف ہاتھ لگا۔ فنِ نحو کا قاعدہ ہے کہ عشرین کی تمیز مفرد منصوب اور مائۃ کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے۔ مذکورہ عبارت میں سنۃً پر عشرین کا عمل ہوا اور مائۃ کا عمل نہ ہوسکا۔ جب کہ مائۃ، عشرین سے پانچ گنا زیادہ طاقت میں ہے یہاں عشرین عاملِ قریب ہے اس نے اپنی صحبت کا اثر سنۃً پر ظاہر کیا اور مائۃ کو اثر نہ کرنے دیا۔ اسی طرح معاشرہ موجودہ خواہ کتنا ہی خراب ہو لیکن ہمارا عاملِ قریب صالح ہو تو اسی کا اثر ہم پر ظاہر ہوگا اور گمراہ کن عواملِ بعیدہ کے شر ور اور فتن سے ہم محفوظ رہیں گے۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اوپر کسی صالحِ قریب کا سایہ رکھے اس کی برکت سے مضر بعید سایوں سے محفوظ رہے گا اگرچہ وہ کتنے ہی قوی ہوں۔

کیا اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تزکیہ فعلِ متعدی ہے فعلِ لازم نہیں جو خود اپنے فاعل سے تمام ہو، پس تزکیہ کوئی بھی اپنے نفس کا خود نہیں کرسکتا جب تک کہ کوئی تزکیہ کرنے والا نہ ہو۔

فعلِ متعدی فاعل اور مفعول بہ دونوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا: اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے۔

اہل اللہ کی نظر کے برکات

اللہ والوں کی نظر میں برکت اور کرامت اور تاثیر کے متعلق حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب عرض کیا یارسول اللہ! جعفر کی اولاد کو نظر لگ جاتی ہے۔

اَفَاَسْتَرْقِیْ لَھُمْ قَالَ: نَعَمْ، فَاِنَّہٗ لَوْکَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقَتْہُ الْعَیْنُ[۱۳۵]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر برحق ہے تو جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو اللہ والوں کی اچھی نظر کیسے نہ لگے گی؟

اکبر الہ آبادی نے خوب فرمایا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نگاہوں سے بھر دی رگ وپے میں بجلی
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے

حضرت ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَضِدُّ ھٰذَا الْعَیْنِ نَظْرُ الْعَارِفِیْنَ، فَاِنَّہٗ مِنْ حَیْثُ التَّاْثِیْرِ الْاَکْسِیْرِ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ صَالِحًا وَالْجَاھِلَ عَالِمًا وَالْکَلْبَ اِنْسَانًا وَھٰذَا لِاَنَّھُمْ مَنْظُوْرُوْنَ بِنَظْرِ الْجَمَالِ، وَالْاَغْیَارُ تَحْتَ اَسْتَارِ نَظْرِ الْجَلَالِ[۱۳۶]

۱۳۵؎ جامع الترمذی: ۲۶/۲، باب ما جاء فی الرقیۃ من العین، ایچ ایم سعید

۱۳۶؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳۷۸/۸، (۴۵۶۰)، کتاب الطب والرقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

جب بُری نظر لگ سکتی ہے تو عارفین اللہ والوں کی نظر کیسی تاثیر والی ہوگی جو کافر کو مؤمن، فاسق کو ولی، جاہل کو عالم، کتے کو انسان بناتی ہے! کیوں کہ یہ حضرات حق تعالیٰ کی نظرِ جمال کے منظورِ نظر ہیں اور اغیار نظرِ جلال کے پردوں کے نیچے محجوب ہیں۔

حیاتِ ایمانی

اہل اللہ چوں کہ کثرتِ ذکر اللہ کا دوام رکھتے ہیں اور ملّا علی قاری فرماتے ہیں حدیث مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ الخ کی شرح میں کہ وَ فِی الْحَدِیْثِ اِیْمَاءٌ اِلٰی اَنَّ مُدَاوَمَۃَ ذِکْرِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیَاۃَ الْحَقِیْقِیَّۃَ الَّتِیْ لَا فَنَاءَ لَھَا[۱۳۷]

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

اہل اللہ کی صحبت جنت کے باغ ہیں

حدیثِ پاک میں ہے: جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو:
اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا[۱۳۸] جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو... الخ

اَیْ اِذَا مَرَرْتُمْ بِجَمَاعَۃٍ یَذْکُرُوْنَ اللہَ تَعَالٰی فَاذْکُرُوا اللہَ اَنْتُمْ اَیْضًا مُوَافَقَۃً لَّھُمْ فَاِنَّھُمْ فِیْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ[۱۳۹]

حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی جب گزرو تم ایسی جماعت کے ساتھ جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو تم بھی ان کے ساتھ ذکر میں مشغول ہو جاؤ تاکہ ان کی موافقت کا شرف حاصل ہو کیوں کہ وہ جنت کے باغوں میں ہیں۔

اہل اللہ کی صحبت کی برکتوں کے منکرین علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

وَ مِنْ ھُنَا نَھٰی اَھْلُ اللہِ تَعَالٰی الْمُرِیْدِیْنَ عَنْ مُوَالَاۃِ

۱۳۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۳۸ (۲۲۶۳)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۳۸؎ جامع الترمذی: ۲/۱۹۱، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید
۱۳۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۵۵، (۲۳۰۱)، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

الْمُنْكِرِيْنَ لِاَنَّ ظُلْمَةَ الْاِنْكَارِ (اَلْعِيَاذُ بِاللهِ) تُحَاكِيْ ظُلْمَةَ الْكُفْرِ، وَ رُبَمَا تَرَاكَمَتْ فَسَدَّتْ طَرِيْقَ الْاِيْمَانِ، وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنْ وَلَايَةِ اللهِ تَعَالٰى فِيْ شَيْءٍ مُّعْتَدٍّ بِهٖ، اِذْ لَيْسَ فِيْهِ نُوْرِيَّةٌ صَافِيَةٌ يُنَاسِبُ بِهَا الْحَضْرَةَ الْاِلٰهِيَّةَ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ[۱۴۰] کی تفسیر کے بعد مِنْ بَابِ الْاِشَارَاتِ فِي الْاٰيَاتِ کے ذیل میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو لوگ منکرین ہیں اللہ والوں کے فیوض اور برکات کے ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی مشائخ اپنے مریدین کو منع کرتے ہیں کیوں کہ یہ ظلمتِ انکار نہایت شدید ہے کہ بسا اوقات یہ ظلمت تہہ بہ تہہ جمتی ہوئی ورطۂ حیرت میں غرق کر دیتی ہے اور ایمان کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کو حق تعالیٰ کی بارگاہِ قرب سے کوئی حصہ معتدبہٖ نہیں حاصل ہوتا۔ کیوں کہ یہ منکرین اس نورِ صاف سے محروم ہوتے ہیں جس کی قدرِ مشترک سے بارگاہِ حق سے ارواح کو مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

صراطِ مستقیم اور اہل اللہ کی صحبت و رفاقت

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے بعد صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے ضَآلِّيْنَ تک کی آیات صراطِ مستقیم کی تفسیر اور بیان ہے، اور انعام والوں کی نشان دہی دوسری آیات میں فرمائی گئی کہ وہ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا[۱۴۱]

یہ آخری جملہ بھی بتاتا ہے کہ ان حضرات سے حسنِ رفاقت حاصل کرو۔ اگرچہ جملہ

۱۴۰؎ اٰل عمرٰن:۲۸
۱۴۱؎ النسآء:۶۹

خبر یہ ہے لیکن ہر جملہ خبر یہ میں جملہ انشائیہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ بابا فرید عطار رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا کہ ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگزشت و نہ شد آگاہِ عشق

ترجمہ: بدونِ رفیق اور راہ بر جس نے حق تعالیٰ کے راستے میں قدم رکھا تمام عمر گزر گئی مگر عشقِ حق کی حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی۔

اس شعر میں لفظِ رفیق اسی آیت سے لیا ہے۔ اللہ والوں کے الفاظ الہامی ہوتے ہیں۔

ارشاداتِ اکابر برائے صحبتِ اہل اللہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

فرمایا کہ دو عالم ہمارے پاس ہوں، ایک تربیت اور صحبت یافتہ ہو اور دوسرا صحبت یافتہ نہ ہو۔ پانچ منٹ میں ہم خود بتادیں گے کہ یہ صحبت یافتہ ہے اور یہ صحبت یافتہ نہیں۔ بدون تربیت یافتہ مولوی کے ہر لفظ میں، آنکھوں کے تیور میں، کندھوں کے نشیب و فراز میں، رفتار میں، گفتار میں کبرِ نفس کے آثار ہوں گے۔ اور جس نے نفس کو صحبتِ اہل اللہ کے ذریعے مٹایا ہے اس کی ہر بات، ہر ادا میں عبدیت، فنائیت اور تواضع کے آثار ہوں گے۔

حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت والا احقر سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عالم بدون اصلاح و تربیت کے نفس کا کُتّا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عابد جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرنے سے صاحبِ نور ہو جاتا ہے۔ اور عالم جب سلوک طے کرتا ہے تو اللہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو جاتا ہے۔ علم کا نور اور ذکر کا نور دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شجاع آبادی نے فرمایا کہ جب ہم دورۂ حدیث سے فارغ ہوئے تو حضرت کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سب طلبہ کو جمع کر کے نصیحت کی اور فرمایا کہ دیکھو! خواہ کتنی بار ختم بخاری شریف کر لو مگر جب تک اللہ والوں کی جوتیاں نہ سیدھی کروگے اور ان کی صحبت اختیار نہ کروگے حقیقت اور روحِ علم سے محروم رہوگے۔ اور جوش میں فرمایا: اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات سلاطین دنیا کے تاجوں کے موتی سے افضل ہیں۔

علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''رسالہ قشیریہ'' میں ضرورتِ صحبتِ اہل اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

مرید پر واجب ہے کہ شیخ سے ادب تعلیم و تربیت حاصل کرلے، اگر اس کا کوئی شیخ نہیں تو کبھی فلاح نہ پائے گا، اس کا راہ بر شیطان ہوگا۔ یعنی اس کے کہنے پر چلے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو درخت خود رو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں لاتا۔ یہی حال اس کا ہوتا ہے جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا پس رفتہ رفتہ وہ اپنی خواہشِ نفسانی کا غلام بن جائے گا اور اس کو اس غلامی سے کبھی خلاصی نہیں ہوسکتی۔

ارشاد حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد اور حضرت مرزا جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اپنی کتاب مَالَا بُدَّ مِنْہ میں فرماتے ہیں:

نورِ باطن صلی اللہ علیہ وسلم را از سینۂ درویشاں باید جست۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ باطن بزرگوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ارشاد فرمایا کہ سو برس کی اخلاص والی عبادت سے اہل اللہ کی ایک ساعت کی صحبت کیوں افضل ہے؟ اس لیے کہ اخلاص ملتا ہی ہے ان حضرات کی صحبت کی برکت سے۔ تو سو برس کی عبادت اخلاص والی کہاں سے ملے گی؟ ان ہی حضرات کی صحبت کی برکت سے تو ملے گی۔

حضرت خواجہ معصوم باللہ کا ارشاد

یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قربِ خاص جس کا نام نسبت ہے یہ چیز اس عالمِ اسباب میں حضراتِ صوفیا ہی کے طریق پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ چناں چہ ان بزرگوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں نہ اپنے کو دیکھا اور نہ غیر کو بلکہ سب سے یک لخت خالی ہو گئے (اور جس سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور جس سے بغض رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رکھتے ہیں) اور جب تک نسبت مع اللہ قلب میں خوب راسخ نہ ہو جائے، مرشد سے دوری اور جدائی اختیار نہ کرے۔ ورنہ نسبت مع اللہ میں کمزوری پیدا ہو جائے گی اور اس کمزوری کے سبب معصیت اور گناہ کا ارتکاب ہو گا جس سے دل تاریک اور اندھیرا ہو جائے گا۔

ارشاد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی محبت اور صحبت سے بڑھ کر کوئی تدبیر مؤثر نہیں۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں علامہ موصوف نے یہ حدیث پیش فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۱۴۲]

۱۴۲؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کی محبت کا اور آپ کے عاشقین کی محبت کا اور اس عمل کا جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والا ہو۔

علامہ موصوف نے فرمایا کہ اللہ والوں کی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال سے مقدم فرما کر یہ تعلیم بھی ہم کو فرمادی کہ اعمال کی توفیق اور ہمت اہل اللہ ہی کی صحبت سے نصیب ہوتی ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

حق تعالیٰ کی عنایات کے بغیر اگر کوئی فرشتہ بھی ہو جائے تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے۔

بے عنایاتِ حق پر خاصانِ حق کی عنایات کا عطف، عطفِ تفسیری اور عطفِ بیانی ہے۔ مولانا نے عنایاتِ حق جو عالمِ غیب سے متعلق غیر محسوس اور غیر مبصر نظری ہے اس پر خاصانِ حق کو عطف فرما کر اس نظری کو بدیہی اور مبصر بنادیا۔ کیا علوم ہیں! عالمِ غیب کو مولانا نے عالمِ شہادت بنادیا۔ یعنی جس بندے پر دیکھو کہ اہل اللہ کی عنایاتِ خاصہ ہیں تو سمجھ لو کہ اس پر عنایاتِ حق مبذول ہیں، اور اگر روئے زمین کے تمام اہل اللہ کسی مرد کو مردود کردیں تو سمجھ لو کہ یہ شخص خطرے میں ہے۔

ارشادِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ ”ملّائے خشک و ناہموار نہ باشی“ اے بیٹے! خشک ملّا اور بدونِ تربیت نہ رہنا۔ شیخ نے اس نصیحت کے بعد باضابطہ تعلقِ مرشد سے قائم کر کے اپنی تربیت و اصلاح کا اہتمام فرمایا۔

ارشادِ حضرت ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

محدثِ عظیم شارحِ ”مشکوٰۃ“ فرماتے ہیں کہ مرید اپنے شیخ کو کبھی حقارت کی

نظر سے نہ دیکھے اگرچہ اپنی عبادت کی مقدار زیادہ پائے، اور جو اعتراض کرے گا اپنے شیخ پر کبھی فلاح نہیں پائے گا۔

فِیْهِ تَعْلِیْمٌ لِّلْمُرِیْدِ بِاَنْ لَّا یَنْظُرَ اِلَی الشَّیْخِ بِعَیْنِ الْاِحْتِقَارِ وَاِنْ رَاٰی عِبَادَتَهٗ قَلِیْلَةً فَلْیَظْهَرْ عُذْرَهٗ، وَلْیَلُمْ نَفْسَهٗ اِنْ جَرٰی فِیْهَا اِنْکَارٌ عَلٰی شَیْخِهٖ، لِاَنَّ مَنِ اعْتَرَضَ عَلٰی شَیْخٍ لَمْ یُفْلِحْ اَبَدًا [۱۴۳]

شیخ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تشریح حدیث کَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا اِلٰی فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ کے ذیل میں رقم فرمائی ہے۔

عبارتِ مذکورہ سے اہل اللہ کی صحبت کے حقوق کا اہتمام ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

ارشادِ رومی رحمۃ اللہ علیہ

خُم کہ از دریا درو راہے شود
پیشِ او جیحو نہا زانو زند

جس مٹکے کو سمندر سے تعلق خفیہ حاصل ہو اس کے سامنے بڑے بڑے دریا شاگرد ہو جاتے ہیں کیوں کہ اس مٹکے کا پانی خشک نہ ہو گا اور دریا خشک ہو سکتے ہیں۔

ارشادِ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ وہ عالم جو اہل اللہ کی صحبت میں تکمیلِ سلوک کر کے صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے اور عالمِ ظاہر غیر صاحبِ نسبت کے علوم میں فرق کی ایسی مثال ہے جیسے ایک حوض کا پانی ہے جو خشک ہو جاتا ہے اور ایک اس چشمہ کا پانی جس کے اندر نیچے تک گہرا کھودا گیا اور سوتا نکل آیا تو اس کا پانی کبھی ختم نہ ہو گا۔ پس یہ دوسری مثال عالمِ صاحبِ نسبت کے علم کی مثال ہے اور اوّل مثال عالمِ ظاہر کے علم کی ہے۔

[۱۴۳] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۲۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

دعائے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

قطرۂ علمے کہ دادی تو ز پیش
متصل گرداں بدریاہائے خویش

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اھْدِنَا
لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنٰی

اے خدا! آپ نے جو علم کا قطرہ جلال الدین رومی کی جان میں عطا فرمایا ہے اس قطرۂ علم کو اپنے غیر محدود دریائے علم سے متصل فرمادیجیے۔

اے فریاد سننے والے فریاد کرنے والوں کی فریاد کے! مجھ کو ہدایت دیجیے اور ہدایت پر قائم بھی رکھیے۔ ہم کو اپنے علم پر کوئی بھی فخر نہیں اور نہ ہم علم کے سبب آپ کی عنایات سے مستغنی ہوسکتے ہیں یعنی اگر آپ کا کرم شاملِ حال نہ ہو تو علم ہوتے ہوئے بے عملی میں اہلِ علم مبتلا ہوجاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ارشادات صحبتِ اہل اللہ کے متعلق از ملفوظاتِ کمالاتِ اشرفیہ

ارشاد فرمایا کہ محبتِ حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کردے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورتِ طلا شُد

فرمایا کہ اصل چیز اصلاح کے لیے صحبت ہے اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ صحابہ کو جو کچھ ملا صحبت ہی سے ملا۔

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاحِ کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر نظر ہونے لگتی ہے، یہ بھی کافی ہے اور مفتاحِ طریق ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب بننا چاہتے ہو تو اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی اور باطناً بھی، اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اللہ والوں کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیر موجودگی میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔

فرمایا کہ اہل اللہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ان حضرات نے اپنے کو جتنا مٹایا خدا تعالیٰ نے ان کو اتنا ہی چمکایا۔ تواضع میں جذب و کشش کی خاصیت ہے۔ متواضع کی طرف قلوب کو خود انجذاب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ صحیح تواضع ہو، تصنّع اور بناوٹ نہ ہو۔ اہل اللہ کے اندر کشف و کرامت سے زیادہ جو چیز دلکش اور دلربا ہوتی ہے وہ ان کے تواضع کے واقعات ہیں۔ بے شک تواضع سے وہ رفعت حاصل ہوتی ہے جو تصنّع سے کبھی بھی نہیں ہوتی۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰهُ [۱۴۴]

فرمایا کہ اصلاح کا کوئی منتہیٰ نہیں ہے، اس لیے جب ایسا خیال ہو کہ اب میری اصلاح ہو چکی ہے اور اس پر اطمینان بھی ہو تو یہ غلط ہے۔

فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت سے نفع ہونے کے چار وجوہات ہیں:

۱۔ ان کی صحبت میں برکت ہے۔ جو ان کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف ان کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فضل فرما ہی دیتا ہے۔

۲۔ ان کی مجلس میں ایسے ملفوظات ہوتے ہیں جن سے نفس کے رذائل کا علم ہوتا ہے۔

۳۔ آنے والوں کے لیے یہ حضرات ان کی اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں۔

۴۔ انسان کی طبیعت میں نقلِ اخلاق اور اعمال کا خاصہ ہے جس کے سبب بزرگوں کے پاس رہنے سے عشقِ حق اور خوفِ خدا ان کے دل سے طالب کے دل میں خود بخود منتقل ہونے لگتا ہے اور ان کے اعمالِ صالحہ کی نقل کی توفیق بھی ہونے لگتی ہے۔

فرمایا کہ شیخ کے پاس رہ کر مشغول رہنے میں اور دور رہ کر مشغول رہنے میں

---

[۱۴۴] کنز العمال: ۳/۵۰ (۵۴۳۷)، مؤسسة الرسالة

ایسا فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہ کر علاج کراوے اور دوسرا محض خط و کتابت کے ذریعے علاج کراوے ظاہر ہے کہ نفع میں زمین اور آسمان کا فرق ہو گا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مولویوں کو کیا ہوا کہ جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ تو خود لکھے پڑھے ہیں، وہاں کیا چیز ہے جس کے لیے جاتے ہیں؟ وہ کون سی بات ہے جو کتابوں میں نہیں ہے؟ فرمایا: اس کو ایک مثال سے سمجھو۔ ایک شخص کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست ہے مگر اس نے چکھی نہیں۔ ایک وہ شخص ہے کہ نام ایک مٹھائی کا بھی نہیں جانتا مگر ہاتھ میں سب لیے ہوئے کھا رہا ہے، اب بتاؤ کون محتاج ہے کس کا؟

فرمایا: گناہوں کی عادت چھوڑنے کے تین گُر ہیں:

۱۔ خود ہمت کرے۔ ۲۔ حق تعالیٰ سے ہمت طلب کرے۔ ۳۔ خاصانِ حق سے ہمت کی دعا کرائے۔

احقر اختر عرض کرتا ہے: تیسرے جز کے متعلق روح المعانی میں ایک عبارت ملی جو اہلِ علم کے لیے قابلِ توجہ ہے۔ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ کی تفسیر یوں کی ہے اَیۡ بِاِمۡدَادِ الۡھِمَّۃِ وَفَیۡضَانِ اَنۡوَارِ الصُّحۡبَۃِ[۱۴۵]

حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کے لیے ہمت کی دعا کا حکم دیا ہے۔ پس خاصانِ خدا کی دعا کا مقام واضح ہو گیا۔

اہل اللہ کی صحبت میں برکت اور ان کی مجلس میں نزولِ رحمت پر تو تجربہ و مشاہدہ تواتر سے ثابت ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

وَفِیۡہِ اسۡتِحۡبَابُ الدُّعَاءِ عِنۡدَ حُضُوۡرِ الصَّالِحِیۡنَ فَاِنَّ عِنۡدَ ذِکۡرِھِمۡ تَنۡزِلُ الرَّحۡمَۃُ فَضۡلًا عَنۡ وُجُوۡدِھِمۡ وَحُضُوۡرِھِمۡ[۱۴۶]

جب اللہ والوں کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے تو خود ان کی صحبت اور مجلس میں کس

۱۴۵ روح المعانی: ۱۱/۲۵، التوبۃ (۱۰۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۴۶ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۳۰ (۲۴۱۹)، باب الدعوات فی الاوقات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

قدر رحمت برستی ہوگی! صحبت کے اثرات اکبر الٰہ آبادی کے کلام سے ؎

یکے ذی العلم در اسکول روزے
فتاد از جانب پبلک بدستم
بدو گفتم کہ کفری یا بلائی
کہ پیشِ اعتقاداتِ تو پستم
بگفتا مسلم مقبول بودم
ولے یک عرصہ باملحد نشستم
جمالِ نیچری درمن اثر کرد
وگرنہ من ہما شیخم کہ ہستم

فیضِ مرشد قرآن کی روشنی میں

مشائخ کی تربیت کو مریدین کی تکمیل میں کس قدر دخلِ عظیم ہے اس کے متعلق مسائل السلوک تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ ہو:

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اَنۡ اَخۡرِجۡ قَوۡمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ[۱۴۷]

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاؤ۔

مسائل السّلوک

اِسۡنَادُ الۡاِخۡرَاجِ اِلَی النَّبِیِّ مَعَ کَوۡنِ الۡمُخۡرِجِ الۡحَقِیۡقِیِّ ھُوَ اللہُ اَقۡوٰی دَلِیۡلٍ عَلٰۤی اَنَّ لِلشَّیۡخِ مَدۡخَلًا عَظِیۡمًا فِیۡ تَکۡمِیۡلِ الۡمُرِیۡدِ

ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا مُخرِجِ حقیقی تو صرف حق تعالیٰ شانہٗ ہیں لیکن اپنے

۱۴۷؎ ابراھیم:۵

پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس اخراج کی نسبت کرنا نہایت قوی دلیل ہے اس کی کہ مرید کی تکمیل میں شیخ اور مرشد کو عظیم دخل ہے۔[۱۴۸]

صحبتِ اہل اللہ اور قربتِ الٰہی

کنارے ندارد بیابانِ ما
قرارے ندارد دل و جانِ ما

ترجمہ و تشریح: ہمارا بیاباں (مراد جولان گہہ عشق و محبت و معرفت ہے) کنارہ نہیں رکھتا جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

عجب کیا گر مجھے عالم بایں وسعت بھی زنداں تھا
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں تھا

اور ہمارے دل و جان طلب اور وصولِ حق میں بے قرار رہتے ہیں اور یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق اپنے آخری وصایا میں فرماتے ہیں: ”اور خدائے تعالیٰ کے لیے ہر وقت بے چین رہے“۔

احقر اختر عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ یہ بے چینی صرف اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول اور محبوب بندوں کی صحبت و تعلق سے عطا ہوتی ہے جن کے قلوب حق تعالیٰ کے لیے بے چین ہیں اور ان ہی کے پاس بیٹھنے سے یہ نعمت ہاتھ لگتی ہے۔ رسولِ اکرم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”ہر شے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اور یہ کہنا کہ اب اس زمانے میں ایسے لوگ کہاں ” مسلمانی در کتاب و مسلماناں در گور“ تو یہ محض شیطانی دھوکا ہے۔ جس دن اللہ والے نہ ہوں گے تو یہ زمین و آسمان بھی نہ ہوں گے۔ قیامت تک اللہ والے پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہاں ان کی پہچان سب کو

[۱۴۸] بیان القرآن:۶/۳،ابراھیم(۵)،ایچ ایم سعید-کشکول معرفت،ص:۳۵۹،۳۶۳

نہیں ہوتی، اپنے ماحول کے نیک بندوں سے معلوم کرنے سے ان کا پتا چل جائے گا۔ جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہو دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اخلاق واعمال کی درستی ہونے لگے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ والا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی صحبت میں دس آدمی بیٹھتے ہوں تو ان میں اگر پانچ یا چھ آدمی بھی نیک بن گئے تو سمجھ لو! کہ یہ صاحبِ برکت ہے، اللہ والا ہے۔

صلاحِ حق و دیں نمایدترا
جمال شہنشاہ سلطان ما

ترجمہ و تشریح: حضرت سلطان صلاح الدین زرکوب رحمۃ اللہ علیہ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے مخلص اور خاص دوست تھے۔ حضرت صلاح الدین پہلے سونے کا ورق بنایا کرتے تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی دکان سے گزر ہوا، سونے کا ورق کوٹنے کی آواز نے مولانا پر حال طاری کر دیا۔ مولانا کو جب غشی سے افاقہ ہوا تو حضرت صلاح الدین کے قلب کی دنیا بدل چکی تھی۔ عرض کیا: اب مجھے اپنی ہمراہی میں قبول فرمائیے ؎

اے سوختۂ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں
(مجذوب)

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمین نہ آسماں
تونے جہاں بدل دیا آکے مری نگاہ میں
(اصغر)

کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
گرا کے بجلی مرا نشیمن جلا کے اپنا بنالیا ہے
(اختر)

مولانا کی صحبت سے حضرت صلاح الدین کو وہ فیض ملا کہ اکابر اولیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ نعمت تو اہلِ دل کی صحبت ہی سے ملتی ہے ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

امرود سے محبت ہے تو امرود والوں سے ملنا ہی پڑے گا ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

افسوس کہ اس زمانے میں ہم کو بُری صحبت جلد مل جاتی ہے اور اچھی صحبت کے لیے ہم کو تلاش نہیں ہوتی تو یہ دولتِ لازوال کیسے ہاتھ لگے ؎

صرصر جو کہے کلیوں سے ہو جاؤ شگفتہ
کیا کھل کے وہ شاخوں کو سجادیں گی چمن میں

ہاں چھیڑ دے گر ان کو کبھی بادِ سحر تو
پھر کھل کے وہ خوشبو کو لُٹادیں گی چمن میں

(اختر)

جو تعلق کلی اور بادِ نسیم کا ہے وہی ہماری روح اور صحبت خاصانِ حق کا ہے۔ اللہ والوں پر حق تعالیٰ کی طرف سے وہ ہوائیں آتی ہیں جو ان کو بھی اور ان کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ہدایت کے نور سے منور کرتی ہیں۔ بدون بادِ نسیم یہ کلیاں باخوشبو ہوتے ہوئے بے خوشبو ہیں کیوں کہ ان کی سیل بادِ نسیم ہی توڑتی ہے۔ اسی طرح ہماری روحوں کی کلیوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی جو خوشبو ہے اس کی سیل صرف اللہ والوں کی صحبت سے ٹوٹتی ہے اور پھر یہ خود بھی خوشبودار ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی خوشبودار کرتا ہے۔ ان کی صحبت کی برکت سے دوسرے لوگ بھی اللہ والے بننے شروع ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ سلف سے خلف تک منتقل ہوتا قیامت تک چلا جارہا ہے۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

جس طرح حجرۂ غنچہ سے نسیمِ سحری بوئے گل کو لے کر اڑ جاتی ہے اسی طرح ہمارے دل کے گوشوں میں اللہ کی محبت کا جو دردِ پنہاں ہے اللہ والوں کی صحبت اس کو لے کر اڑ جاتی ہے اور وہ دردِ پنہاں ظاہر ہو جاتا ہے، اور اگر بغیر نسیمِ سحری کے کوئی اپنی انگلیوں سے کلی کو کھول دے تو خوشبو اُجاگر نہیں ہو گی۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت کے بجائے اپنے دل کی سیل کسی غیر فطری طریقے سے تڑواؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو ظاہر نہ ہو گی اور ہماری جانوں کی کلیاں محبت کی صلاحیتیں اپنے اندر لیے ہوئے فنا ہو جائیں گی۔ اللہ والوں کے پاس زبان نہ بنے، کان بنے اور اتباع کرے۔ ان کی صحبت کے تین حقوق ہیں ؎

شیخ کے ہیں تین حق رکھ ان کو یاد
اطلاع و اتباع و انقیاد

(مجذوب)

۱) اپنی حالت کو بیان کرنا (۲) پھر ان کے مشوروں پر عمل کرنا (۳) اور اپنی خود رائی سے باز رہنا۔

راہ بر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رو کا کام ہے
تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر
یہ ترا رہ رو خیال خام ہے
کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
فکر کے اہتمام سے ہو گی

(مجذوب)

الغرض حضرت صلاح الدین مولانا رومی کی چند روزہ صحبت میں ایسے بافیض اور ایسی دولتِ باطنی سے مالا مال ہوئے کہ ان کی تعریف میں مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت صلاح الدین اپنی معیت اور ارشادات کے انوار میں ہم کو حق تعالیٰ شانہٗ کا جمال (تجلیاتِ معرفت) دکھا رہے ہیں۔

صحبتِ صالحین اور فضلِ مولیٰ

فتوح اندر فتوح اندر فتوح است
تو مفتاحی و حق فتاح ابواب

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی محبت و معرفت کے راستے میں غیبی انعامات کے دروازے ہر قدم پر کھلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اے شمس تبریزی! آپ تو مثل کنجی ہیں اور حق تعالیٰ ان دروازوں کے تالوں کو کھولنے والے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے، پس کنجی تالا کو کھولنے کا ذریعہ تو ہے مگر کنجی جب ہی کھولتی ہے جب وہ کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پس شیخ و مرشد واسطہ وصول الی الحق تو ہوتا ہے مگر یہ واسطہ جب ہی کام آتا ہے کہ حق تعالیٰ کا فضل بھی شامل ہو۔ اور عادۃ اللہ یہی ہے کہ ان کے مقبولین کا جو ہاتھ پکڑتا ہے اس پر فضل فرما ہی دیتے ہیں۔ اور ہاتھ پکڑنے سے مراد ان کی اتباع ہے دین کے اوامر اور نواہی میں۔ اور مقبول سے مراد وہ متبع شریعت ہے جس کو کسی بزرگ کی طرف سے اجازت و خلافت عطا ہوئی ہو، اور محقق اللہ والا اسی کو اجازت دیتا ہے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ بابا فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامنِ راہ بر بگیر و پس بیا

اے دل! اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو کسی جامعِ شریعت و طریقت اللہ والے کا دامن پکڑ لے اور اس کے پیچھے پیچھے چلا آ۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

جامعِ شریعت سے مراد یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت احکامِ شریعت سے واقف ہو۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب برائے صحبتِ صالحین

ہمچو ملن شو در ہوائے شمسِ دیں
آں صبا کز وے دلم گلزار شد

ترجمہ و تشریح: حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری طرح اے مخاطب! تو بھی منارۂ عشق و معرفت میرے مرشد شمس الدین تبریزی کا عاشق ہو جا کیوں کہ میرا مرشد مثل صبا کے ہے کہ جس کے فیض سے میرا دل گلزار ہو رہا ہے۔ یعنی جس طرح بادِ نسیم کی چھیڑ سے کلیاں چمن میں چٹک کر اپنی خوشبو کی سیل توڑ کے فضائے چمن کو معطر کرتی ہیں اسی طرح مرشدِ کامل کا فیض مثل نسیمِ سحر ہمارے قلب و روح کی اس سربستہ دردِ محبت ازلی کی سر بہ مہر خوشبو کی سیل کو توڑ دیتا ہے جو ساقیٔ ازل نے عالمِ ازل میں ودیعت فرمائی تھی۔

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جا سکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

اس مقام کی شرح کے لیے احقر کی فارسی مثنوی اختر کے تین اشعار ملاحظہ ہوں۔

عمر تو گر بے رفیقے شد تمام
ایں ہلالِ تو نہ شدِ ماہ تمام

بوئے خوش از غنچہ کے آمد بروں
تا نہ شد پیشِ نسیمے سرنگوں

غنچہ را ایں کر و فر در انجمن
ہست از فیضِ نسیمے در چمن

اگر بغیر مرشد عمر گزارے گا تو تیرا ہلالِ بدر کامل نہ بن سکے گا یعنی تیری ناقص حالت کامل نہ ہوسکے گی۔ خوشبو غنچہ سے کب باہر نکلتی ہے جب تک کہ نسیمِ سحر کے سامنے زانوئے ادب نہ تہہ کرے۔ غنچہ کو یہ شان و شوکت محفلوں میں جو حاصل ہو رہی ہے (کہ بڑے بڑے معزز لوگوں کی گردنوں میں پھولوں کے ہار پڑے ہوئے ہیں) یہ نسیمِ سحر کے فیضان ہی کا اثر ہے جس نے چمن میں کلیوں کو شگفتہ کیا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس مقام کے خوب مناسبِ حال ہے ؎

بوئے گل سے یہ نسیمِ سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ میں کیا کرتی ہے آسیر کو چل

(شبلی نعمانی)

حق تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے تین اعمال

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین عمل نہایت مفید ہیں:

۱) حق تعالیٰ کے احسانات کو ہر روز تھوڑی دیر سوچنا۔

۲) کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے دس پندرہ منٹ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہر روز حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو دن رات میں چوبیس گھنٹے کی زندگی عطا فرماتے ہیں اور چوبیس گھنٹے کے ۱۴۴۰ منٹ بنتے ہیں تو ۱۴۴۰ منٹ میں سے صرف ۴۰ منٹ بھی زندگی بخشنے والے کی یاد میں مشغول ہونا زندگی کو زندگی عطا کرتا ہے، اور ہر روز ۱۴۴۰ منٹ زندگی بخشنے والے کی یاد میں ۴۰ منٹ بھی نہ دینا کس درجہ ناشکری ہوگی! اور زندگی بدون ذکر و فکر کے زندگی سے محروم ہوتی ہے یعنی صورتاً زندگی اور حقیقتاً مردگی ہوتی ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے ؎

تراذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

احقر کو اپنا شعر یاد آیا ؎

مرے دوستو سنو غور سے یہ صدائے اخترِ بے نوا
نہ ہو ذکرِ حق نہ ہو فکرِ حق تو یہ جینا، جینا حرام ہے

۳) تیسرا نسخہ جو اوپر کی دونوں تدبیروں کی روح ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی خدائے پاک کے عاشقوں کی صحبت میں حاضری دینا۔

گر تو سنگِ خارہ و مرمر بوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
(رومی)

اگر تو پتھر جیسا سخت دل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے (اہلِ دل) کی صحبت میں بیٹھتا رہے گا تو موتی ہو جائے گا۔ لیکن لعل ایک دن میں لعل نہیں بنتا۔ ایک طویل مدت تک آفتاب کی شعاع حکمِ الٰہی اور ارادۂ الٰہی سے اس پتھر کے ذرات پر اثر انداز ہوتی ہے پھر وہ لعل بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے دل کا آفتاب (ہدایت) اپنے مصاحبین اور رفقائے مخلصین کے دلوں پر آہستہ آہستہ اثر انداز ہوتا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی مشیت و فضل سے وہ لعل بن جاتے ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

ایک مثال عرض ہے کہ ایک تالاب مچھلیوں سے خالی ہو وہ اگر مچھلی بھرے تالاب سے متصل ہو جائے تو وہ مچھلیاں اس کے اندر بھی آجاتی ہیں۔ اسی طرح خالی خولی دل جب کسی اللہ والے کے دل سے مل جاتا ہے تو اس کا دردِ محبت اور نورِ یقین اس کے دل میں بھی اتر جاتا ہے۔

ساری دنیا تری چوکھٹ پہ چلی سر رکھنے
ہائے کیا بات مرے سجدۂ غماز میں ہے
عشقِ لا محدود جب تک راہ نما ہوتا نہیں
زندگی سے زندگی کا حق ادا ہوتا نہیں

عشقِ حق ہی عاشقانِ حق کو غیر حق سے پاک کرتا ہے ؂

نکھرتا آ رہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جا رہے ہیں

خدائے پاک کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

شمس تبریز ہر کہ بے تو بزیست
عذر او پیش خلق لنگ آمد

ترجمہ و تشریح: اے شمس تبریز! آپ کی صحبت اور محبت کے بغیر جو زندگی گزارتا ہے وہ کتنا ہی عذر پیش کرے عدیم الفرصتی کا، مگر مخلوق میں آپ کی ایسی مقبولیت ہے کہ مخلوق اس کے ہر عذر کو عذر نامعتبر قرار دے دے گی۔ اس شعر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان جذباتِ محبت کا اور اس تعلق کا اظہار کیا ہے جو ان کو اپنے مرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ تھا۔

شمس و قمر کی روشنی دہر میں ہے ہوا کرے
مجھ کو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ شعر اس وقت یاد آرہے ہیں نعت کے۔ عجیب والہانہ مضامین سے پُر ہیں اور بہت مشہور ہیں ؂

لَنَا شَمْسٌ وَ لِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَ شَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَاءِ
فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَاءِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتِ والہانہ کو اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک سورج ہے اور کائنات کا بھی ایک سورج ہے اور میرا سورج (حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان کے سورج سے افضل و بہتر ہے۔ پس

تحقیق کہ آسمان کا سورج تو طلوع ہوتا ہے فجر کے بعد اور میرا سورج بعد نماز عشاء طلوع ہوتا ہے۔ ازواجِ مطہرات کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور جلوہ فرمائی کا تذکرہ اس طرح فرمایا۔

مشائخ کا قول ہے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے قلب میں اپنے کسی مقبول ولی بندے کی محبت ڈال دیتے ہیں پھر وہ اس متبعِ سنت بندے کی صحبت وخدمت واتباع سے متبع سنت ہو کر خدا کا ولی بن جاتا ہے۔

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ایک حدیث شریف میں اللہ والوں کی محبت کو خدائے پاک سے مانگنا سکھایا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ حدیثِ پاک کی عربی عبارت یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ[۱۴۹] اللہ والوں ہی کی صحبت سے خدائے پاک کی محبت اور دعا کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

پر و بال از جمالِ حق روئید
قفس و مرغ بیضہ پراں شد

ترجمہ و تشریح: اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ترقیات بندوں کی ترقیاتِ باطنی اور پروازِ روحانی حق تعالیٰ کے مشاہدۂ جمال اور حلاوتِ ذکر سے ہوتی ہے جس کو پر و بال سے تشبیہ دی ہے اور یہی وہ لذتِ قرب ہے جو ان کو تمام کائنات سے بے نیاز رکھتی ہے۔

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلا کشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

۱۴۹؎ جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جذب کو جو فیضان اولیائے حق کی ارواح پر ہوتا رہتا ہے مولانا اس کی قوتِ پرواز کو بیان فرماتے ہیں کہ یہ اسیرانِ محبت جوشِ عشق سے مع قفس کے اڑتے ہیں یعنی مرغ روح کے لیے تن کا قفس مانع نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ عناصر کے تقاضائے شہوانہ مغلوب کالعدم ہوکر اولیاء کے ابدان بھی ان کی ارواحِ طیبہ کے ساتھ مصروف اطاعتِ حق اور تابعدار فرمانِ حق رہتے ہیں۔

رنج تھا اسیروں کو بال و پر کے جانے سے
اڑ چلے قفس لے کر بوئے گل کے آنے سے

شمس تبریز نردبانے ساخت
نام گردوں بر آ کہ آساں شد

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے سیڑھی بنادی ہے اب آسمان پر سفر آسان ہے۔ مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ پیر کے ذریعے بہ آسانی طے ہوجاتا ہے جیسا کہ مولانا نے مثنوی میں بھی اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ۔

پیر باشد نرد بانے آسماں
تیر پراں از کہ باشد از کماں

پیر آسمان تک یعنی خالقِ افلاک تک رسائی کی سیڑھی ہے اور تیر کس سے اُڑتا ہے؟ کمان سے۔ پس طالب و مرید کے لیے مرشد (متبعِ سنت) سیڑھی بھی ہے اور کمان بھی ہے۔ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامنِ راہ بر بگیر و پس بیا

اے دل! اگر خدا کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے تو مرشد کا دامن پکڑ لے اور پیچھے پیچھے چلا آ۔ ایک بزرگ کا اردو شعر ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

مگر مرشدِ کامل وہی ہے جو جامعِ شریعت و طریقت ہو یعنی شریعت کا پابند ہو۔ ورنہ خلافِ شریعت چلنے والا خواہ ہوا پر اڑ کر شعبدہ دکھائے وہ گمراہ ہے ؎

گر ہوا پہ اڑتا ہو وہ رات دن
ترکِ سنت جو کرے شیطان گن

ترغیب صحبتِ اہلِ دل

ہر کہ زعشاق گریزاں شود
عاقبت الامر پریشاں شود

ترجمہ و تشریح: جو شخص کہ عاشقانِ حق سے بھاگتا ہے بالآخر اسے پریشانی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ مراد یہ کہ اہل اللہ کی صحبت سے فرار مضر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

دل کہ سوئے عشق کشد عاقبت
در حرم عصمت سلطاں شود

ترجمہ و تشریح: جو دل اللہ تعالیٰ کی محبت عاشقانِ خدا کی صحبت اور خدمت سے حاصل کرتا ہے انجام کار وہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور خصوصی حفاظت حق تعالیٰ کی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔

رو بہ دلِ اہل دلے جائے گیر
قطرۂ یم لوء لوء مرجاں شود

ترجمہ و تشریح: جاؤ کسی اہلِ دل کی صحبت میں خلوص دِل سے کچھ مدت رہو کیوں کہ ان کی صحبت کیمیا تاثیر سے جس طرح پانی کا قطرہ صدف کے اندر موتی بن جاتا ہے تم بھی موتی بن جاؤ گے اور جس طرح وہ پانی کا قطرہ صدف کے باہر موتی نہیں بن سکتا اسی طرح تم بھی صحبتِ اہل اللہ کے بغیر انسانِ کامل نہیں بن سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اللہ والوں سے ملتی ہے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت اور خوف کا معیار کیا ہے؟ خدائے پاک کی محبت کا مقام زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ[۱۵۰]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خدا کی محبت کو اس عنوان سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی عطا فرما دیجیے جس سے آپ کی ذاتِ پاک مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز تر ہو جائے اور میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہوں اور اے خدا! ٹھنڈے پانی سے جو رغبت پیاسے کو ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ کی مجھے رغبت ہو۔

یہ عجیب دعا ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ یہ دعا اگر ہم لوگ مانگ لیا کریں تو حق تعالیٰ کی محبت اسی بلند معیار سے ہم کو عطا ہو جاوے۔ حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین

دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ[۱۵۱]

اے اللہ! میرے قلب میں کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما دے۔ ایک حدیث میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا! آپ جب اہلِ دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی کریں ان کی دنیاوی نعمتوں سے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔

اسی طرح سے خوف کا معیار بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس کا پتا آپ کی اس دعا سے ملتا ہے کہ اے خدا! اپنا خوف مجھے اتنا عطا فرما دیجیے جو تمام کائنات کی اشیاء سے زیادہ ہو۔ ایک دعا میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا! اپنے خوف سے مجھے اتنا حصہ عطا فرما دیجیے جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے۔ پس معلوم ہوا کہ

---

۱۵۰ جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

۱۵۱ کنز العمال: ۱۸۲/۲ (۳۶۴۸) فصل فی جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

محبت اور خوف کی مقدارِ مطلوبہ ضرور یہ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ اعمالِ رضا پر عمل کی ہمت اور ناراضگی وغضب کے اعمال سے اجتناب کی توفیق مشکل ہے، اور محبت وخوف کے یہ مدارج اوران کی یہ مقدار اہلِ محبت اور اہلِ خشیت کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (لیکن یہ ڈر کہاں سے حاصل ہوگا؟) كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کاملین کی صحبت میں رہ پڑو۔ اور صادقین اور متقین ایک ہی چیز ہیں۔ یہ کُلی متساوی ہے۔ ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ[۱۵۲] حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صادقین سے مراد مشائخ وبزرگانِ دین ہیں۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی آیتِ مذکورہ کی یہی تفسیر معلوم ہوتی ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدِنٌ وَمَعْدِنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ[۱۵۳]

ہر شئے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین کے قلوب ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چیز اپنے خزانے اور کانوں سے ملتی ہے سونا سونے کی کان سے، چاندی چاندی کی کان سے، کوئلہ کوئلہ کی کان سے۔ اسی طرح امرود امرود والوں سے، مٹھائی مٹھائی والوں سے، کپڑا کپڑے والوں سے۔ پس اللہ بھی اللہ والوں سے ملتا ہے۔

عشقِ مولیٰ عاشقانِ خدا سے ملتا ہے

نہ کبھی تھے بادہ پرست ہم نہ ہمیں یہ ذوقِ شراب ہے
لبِ یار چوسے تھے خواب میں وہی ذوق مستیٔ خواب ہے

یعنی روزِ اوّل ساقیٔ ازل نے ارواح کو جو تجلی دکھائی تھی اس سوال میں کہ کیا میں تمہارا

۱۵۲؎ البقرۃ: ۱۷۷

۱۵۳؎ کنز العمال: ۳/۹۰ (۵۶۳۸)، مؤسسة الرسالة

رب نہیں ہوں؟ اور ارواح نے کہا تھا: بلٰی کیوں نہیں۔

یہ شعر مذکور ہمارے مرشد رحمۃ اللہ علیہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عالم بھی تھے اور عاشقِ حق بھی تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ غیر عالم جب اس راہ میں آکر ذکر و شغل کرتا ہے تو صاحبِ نور ہو جاتا ہے لیکن جب عالم اس راہ میں داخل ہوتا ہے اور ذکر و شغل کرتا ہے تو نور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ علم کا لطف عمل کی برکت سے ملتا ہے اور عمل کا لطف محبت و عشق کے فیض سے ملتا ہے اور عشق و محبت کی دولت عاشقانِ خدا کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے۔ ایک مدتِ عمران کی صحبت و خدمت میں رہ لے جس کی مقدار حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ ماہ فرمائی تھی اور طلبہ سے فرمایا کہ دس سال درسِ نظامی میں لگاتے ہو چھ ماہ کسی اللہ والے کے پاس رہ لو پھر دیکھو گے کہ سینے میں علومِ انبیاء کا فیضان موجزن ہو گا۔ اگر چھ ماہ مشکل ہو تو صرف چالیس ہی دن رہ لو۔

قال را بگزار مردِ حال شو
پیشِ مرد کاملے پامال شو
بینی اندر خود علومِ انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

قال کو چھوڑو باتیں زیادہ مت کرو صاحبِ حال بنو، اور یہ جب ہو گا کہ کسی مردِ کامل کے سامنے اپنے نفس کو پامال کر دو، مٹا دو یعنی اپنی رائے کو فنا کر دو۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

پھر اپنے اندر انبیاء علیہم السلام کے علوم کا فیضان محسوس کرو گے اور بے کتاب و استاد ایسی باتیں قلب میں وارد ہوں گی کہ اہلِ علم دنگ اور محوِ حیرت ہوں گے۔ پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے وہی پڑھا ہے جو اے طلبہ! تم مدارس میں پڑھتے ہو مگر یہ سب علوم جو میری زبان سے بیان ہو رہے ہیں یا میرے قلم سے تحریر ہو رہے ہیں یہ سب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جلال الدین رومی کو سب مولوی کہتے تھے مگر شمس الدین تبریزی کی غلامی کے صدقہ میں آج مولائے روم کہلایا جارہا ہوں۔ یہ راستہ خدا کا کوئی تنہا نہیں طے کر سکتا۔ مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا کیا خوب شعر ہے۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آیئے

افسوس! کہ اہلِ علم اپنے علمِ درسی کو کافی سمجھتے ہیں حالاں کہ عمل کے لیے علم فقط کافی نہیں، عمل کی ہمت تو اللہ والوں کی مصاحبت اور مجالست سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیاوی تعلقات میں پھنس کر بھی لوگ فرصت نہیں نکالتے کہ کچھ دن اللہ والوں کے پاس رہ کر حق تعالیٰ کی محبت سیکھیں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ معاش میں اتنا مشغول ہونا کہ کسی بزرگ کے پاس ہر ہفتہ یا مہینہ حاضری کا موقع نہ پائے میں ایسی روزی کو ناجائز کہتا ہوں۔ کیوں کہ کسبِ حلال کے ساتھ ہم پر آخرت کی تیاری بھی تو فرض ہے اور یہ موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر، اور ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ ایک عالم کی اس بات پر کہ اہل اللہ کی صحبت کا کیا درجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ میں فرض عین قرار دیتا ہوں کیوں کہ نفس کی اصلاح بدون مصلح ممکن نہیں۔ اور فرمایا کہ عامی اہل اللہ کی صحبت سے ولی بن سکتا ہے اور عالم بدون صحبتِ اہل اللہ ولی نہیں بن سکتا۔ حق تعالیٰ کی محبت و پیاس جس روح میں ہوتی ہے اسے تو اللہ والوں کو دیکھتے ہی پیار آتا ہے۔ سلوک کا پہلا قدم اللہ والوں کی محبت اور دنیا سے دل کا اچاٹ ہونا ہے۔

صحبتِ شیخ اور تعلق مع اللہ

دوش رفتم درمیان مجلس سلطانِ خویش
بر کفِ ساقی بجام اندر بدیدم جانِ خویش

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کل میں اپنے مرشد مولانا شمس تبریزی کی مجلس میں حاضر ہوا، میں نے شیخ کی نسبت مع اللہ کی روشنی کو اس قدر قوی النور پایا کہ اس نے میری جان کی روشنی کو بھی پہلے سے کہیں اعلیٰ مقام پر فائز کردیا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

ساغرے آورد و بوسید و نہادش بر کفم
پر مَے رخشندہ ہمچو چہرہ رخشان خویش

ترجمہ و تشریح: جامِ محبت میرے ہاتھ پر رکھا، جیسا کہ خود میرا مرشد چہرۂ تاباں رکھتا تھا ویسا ہی وہ جامِ محبت بھی نہایت آتش بر نگ تھا یعنی حضرت تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے بھی حق تعالیٰ کا دیوانہ بنادیا۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا میرے دل میں

صحبتِ شیخ اور نفس و شیطان سے مقابلہ

منم آں بندۂ مخلص کہ ازاں روز کہ زادم
تن و جاں راز تو دیدم دل و جاں را بہ تو دادم

ترجمہ و تشریح: میں وہ بندۂ مخلص ہوں کہ جس روز سے پیدا ہوا ہوں یعنی حیاتِ روحانی بہ فیضان شمس تبریز عطا ہوئی ہے اسی دن سے نورِ معرفت کی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ یہ جسم و جان صرف اے خدا! آپ کی عطا ہے۔ پس یہ آپ کے ہیں تو اے خدا! آپ ہی پر ان کو فدا کرتا ہوں۔

تو چہ از کار فزائی سر دستار نمائی
کہ من از ہر سر دوئے سر و دستار بر آرم

ترجمہ و تشریح: اے مخاطب! تو کس کام سے میرا مرتبہ بلند کرنا چاہتا ہے اور مجھے دستارِ فضیلت سے کیا دکھاتا ہے؟ میں نے تو روزِ اوّل ہی راہِ عشق میں قدم رکھتے ہی اپنے ہر بُنِ مو سے دستارِ فضیلت کو اتار پھینکا ہے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

یعنی اگر اہلِ علم اپنے احساسِ علم کو فنا کر کے کسی اللہ والے کی کچھ دن صحبت اٹھالیں تو پھر ان کا علم غلغلہ مچادے گا اور ان کے اخلاص کا دھواں بالائے فلک ہلچل مچادے گا۔ ان کے درد کی خوشبو آفاقِ عالم میں نشر ہو گی۔

علی و خالد و رستم بگرد من نرسد
بدست نفس مخنث چرا زبوں باشم

ترجمہ و تشریح: بڑے بڑے پہلوانوں کی جو علی و خالد و رستم کے لقب سے مشہور تھے میرے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ کر سکے (یہ عام مسلمانوں کے نام مراد ہیں، نہ کہ حضرات صحابہ کے مبارک اسماء۔ خوب سمجھ لیں) لیکن اس نفس مخنث کے مکر و فریب سے میں گناہوں میں مبتلا ہو کر ذلیل و خوار ہوں۔ مطلب یہ کہ نفس کو پچھاڑنا جسمانی طاقت سے ممکن نہیں، کسی اللہ والے کا دامن مضبوط پکڑنے سے جو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اس سے یہ زیر ہو گا۔

سکونِ دل کی دولت کہاں سے ملتی ہے

خزاں گر باغ و بستاں را بسوزد
بہ خنداند جہانِ نو بہارم

ترجمہ و تشریح: اگر یہ موسمِ خزاں باغات و بستاں و چمن کو جلا دیتا ہے تو میرے باطن کی بہار (قرب کا فیض) ایک جہاں نو کو خندہ کرتا ہے۔ یعنی اہل اللہ کو جو قرب حق تعالیٰ کا عطا ہوتا ہے وہ ان کی زندگی کو اس قدر پُر لطف کر دیتا ہے کہ ان کے پاس جو بھی

بیٹھتا ہے اگر ہزاروں غم رکھتا ہو گا تو سکون اور اطمینان کی دولت لے کر اٹھتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے قلوب میں جو چین اور سکون اور اطمینان کی دولت ہوتی ہے سلاطینِ دنیا اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ یہ نعمت تو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے سے ملتی ہے، جنگ تلواروں سے نہیں مل سکتی۔

من آں رند سرمست شکر خا
میان جملہ رنداں ہائے ہایم

ترجمہ و تشریح: میں ان کا وہ دیوانہ سرمست ہوں کہ تمام دیوانوں میں میری آہِ پُراثر مشہور ہے۔

بدیدم عشق را سرمست می گفت
بلایم من بلایم من بلایم

ترجمہ و تشریح: میں نے عشق کو دیکھا کہ سرمست تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں بلا ہوں۔ مراد یہ کہ عاشقی نازپرور نازک مزاج لوگوں کا کام نہیں۔ یہ ایک دریائے خون ہے جسے عبور کرنا ہے۔ اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑنا آسان نہیں۔

ترغیبِ صحبتِ مجالست اہل اللہ

اگر تو نیستی در عاشقی خام
بیا مگریز از یارانِ بدنام

ترجمہ و تشریح: اے شخص! اگر تو خام (کچا) عاشق نہیں ہے تو ملامتِ خلق سے بے خوف ہو کر ہم یارانِ بدنام کے پاس آیا کر۔ یعنی صوفیا و مشائخ کو چوں کہ علمائے ظاہر طعن و اعتراض کا نشانہ بناتے ہیں اس لیے تو ان کے پاس آنے سے اگر گھبرایا تو سمجھ لے کہ تو ابھی خام ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ لو نامِ الفت جو خود داریاں ہیں
بڑی ذلتیں ہیں بڑی خواریاں ہیں

شیخ کی پگڑی اچھالی جائے گی
سرکشی سر سے نکالی جائے گی

زاہدوں پر مے اچھالی جائے گی
روح ان مُردوں پر ڈالی جائے گی

مراد یہ کہ زاہدِ خشک نہ بنو کہ اعمال بدون درد و محبت و عشقِ حق کے جسم بے روح ہوتے ہیں۔ پس کسی خدا کے عاشق دیوانے متبع سنت و شریعت کی صحبت میں رہ کر عشق و محبت اپنی روح میں پیدا کرو۔ ''مے اچھالنا'' ایک اصطلاح ہے مراد ظاہری شراب حرام اور لعنت والی نہیں بلکہ زہدِ خشک سے طریقِ عشق میں آنا ہے۔

دل کس کو دینا چاہیے

احقر شارح عرض کرتا ہے کہ دنیا میں یہ دولت یعنی بے غرض دوستی صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہے اور کسی کو میسر نہیں ہے۔ یعنی اللہ والے جس سے محبت کرتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ برعکس تمام اہلِ دنیا کوئی نہ کوئی غرض رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب غرض پوری ہوئی ان کی دوستی میں تغیر اور زوال آجاتا ہے۔ اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بہ مہر دلخوشاں

دل کسی کو مت دینا مگر خدا کے پاک اور مقبول بندوں کو دل دینا اور ان کی محبت کو درمیانِ جان داخل کرلینا۔ اور اس کا ایک نفع تو یہ ہوگا کہ یہ محبت ہمیشہ قائم رہنے والی ہوگی کیوں کہ یہ بے غرض محبت صرف اللہ کے لیے ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آخرت میں یہ محبت سایۂ عرشِ الٰہی میں جگہ دلائے گی (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے)۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہاری مغفرت کا ذریعہ بنے گی (بروایتِ حدیث)۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جس ولی اللہ سے تمہیں قلبی محبت ہوگی اس کی اچھی اچھی عادتیں

تمہارے اندر شعوری اور غیر شعوری طور پر آجائیں گی۔ یعنی اعمالِ ظاہرہ اور اعمالِ باطنہ دونوں سنور جائیں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ[۱۵۴] ہر آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوجاتا ہے پس اگر تمہارا خلیل فاسق ہے تو تمہارے اندر فسق کے آثار شروع ہوجائیں گے اور اگر تمہارا خلیل کوئی بندۂ مقبول ہے تو تمہارے اندر بھی مقبولیت کے اعمال و آثار شروع ہوجائیں گے۔ مَنْ شَاءَ فَلْیُجَرِّبْ۔ جو چاہے تجربہ کرلے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لفظ سے پتا چلتا ہے کہ صحبت یافتہ ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو اپنے اولیاء کی محبت بخشیں اور ان کی صحبت عطا فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ[۱۵۵]

اے اللہ! ہم کو اپنی محبت عطا فرما اور جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اپنے ان عاشقوں کی محبت بھی عطا فرما اور ہم کو ایسے اعمال کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کرنے والے ہوں۔

صحبتِ شیخ اور بصیرتِ قلبی

شکرِ ایزد را کہ دیدم روئے تو
یافتم ناگہ رہے من سوئے تو

ترجمہ و تشریح: اے مرشد! خدا کا شکر ہے کہ آپ کا دیدار اور آپ کی صحبت ہم کو نصیب ہوئی۔ اچانک ہم آپ کی ملاقات کی راہ پاگئے۔

چشمِ گریانم زغصہ تیرہ شد
یافت نور از نرگسِ جادوئے تو

ترجمہ و تشریح: ہماری آنکھیں نفس کے غیظ و غضب اور شر سے تاریک اور فاقد البصیرۃ ہورہی تھیں۔ اے مرشد! آپ کی نگاہِ فیض سے وہ روشن ہوگئیں۔ دور بینانِ بارگاہِ الست کی صحبت کی یہی تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۴؎ جامع الترمذی: ۲/۶۳، باب بعد ذکر باب ما جاء فی اخذ المال، ایچ ایم سعید

۱۵۵؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

اکثر وعظ میں مرحوم اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اور ارشاد فرماتے تھے کہ اہل اللہ کی صحبت سے جاہل اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے اور بدون صحبتِ اہل اللہ کوئی عالم اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ عادت اللہ یہی ہے کہ اصلاح بدون مصلح ممکن نہیں۔ اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت فرضِ عین ہے کیوں کہ اصلاحِ نفس جو فرض ہے اس کا موقوف علیہ یہی صحبت ہے۔

صحبتِ اہل اللہ سے کیا ملتا ہے

آں چشمِ شوخش را نگر مست از خرابات آمدہ
در قصد کون عاشقاں اندر کمر دامن زدہ

ترجمہ و تشریح: مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی مست پُر خمار آنکھیں تو دیکھو کہ عالمِ ھُو سے کیا پی کر آئے ہیں۔ یعنی ذکر اللہ کے نشہ سے کس قدر سرشار ہیں اور اپنے طالبین و عاشقین کو اپنی نگاہوں سے قتل کرنے کے لیے اپنی کمر کو دامن سے باندھے ہوئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اپنے طالبین و مریدین کو بھی خدائے پاک کی محبت کا درد عطا فرما کر خدا کا دیوانہ بنانا چاہتے ہیں۔ بعض اہلِ ظاہر کہتے ہیں کہ ذکر میں کیا نشہ ہو سکتا ہے تو واقعی جانِ ناکساں و محروماں کو یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن جب کسی اللہ والے کی نظر پڑ جائے اور کسی بزرگِ کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے کی توفیق ہو جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کے پاس کیا کیف و سرور ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو تصوف سے بیگانہ تھے، صوفیائے کرام کی طرف التفات کو اپنی وقارِ علمی کے خلاف سمجھتے تھے لیکن تقدیر ان کو تھانہ بھون لائی اور شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر ذکر و شغل شروع کیا۔ پھر تو جو چاشنی اور لذتِ روحانی ملی اس کو خود ان ہی کی زبان سے سنیے۔ یہ علامہ موصوف کے اشعار ہیں ذکر اور تہجد کو کس انداز سے بیان فرمایا ہے ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے
وعدہ آنے کا شبِ آخر میں ہے
صبح سے ہی انتظارِ شام ہے

پھر علامہ موصوف نے اپنے اوپر تبصرہ کرنے والوں کو بزبانِ حال یہ جواب دیا۔

مرے حال پر تبصرہ کرنے والو
تمہیں بھی کبھی عشق یہ دن دکھائے

کتاب پر صحبتِ اہل اللہ کی فوقیت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ تجربہ ہے کہ جن کا علم زیادہ تھا اور صحبت کم تھی ان سے فیض کم پہنچا اور اگر پہنچا تو ناقص پہنچا، اور جن کا علم بقدرِ ضرورت تھا لیکن صحبت زیادہ تھی ان سے زیادہ فیض ہوا۔ جب کلامِ پاک نازل ہوا تو ایک ہی آیت نازل ہوئی اور آپ کی نبوت مسلم ہو گئی۔ اِقْرَاْ نازل ہوتے ہی آپ کامل نبی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کی تکمیل پر آپ کی نبوت کی تکمیل کو موقوف نہیں رکھا کہ ۲۳ برس میں جب قرآنِ پاک مکمل ہو جائے گا تب جا کے پیغمبر کو مکمل نبوت عطا کروں گا۔ نہیں! بلکہ ایک ہی آیت پر آپ کی نبوت مکمل ہو گئی اور ایسی مکمل ہوئی کہ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

وہ یتیم کہ جس پر قرآن ابھی مکمل نازل نہیں ہوا لیکن تمام سابقہ آسمانی کتابیں توریت، زبور اور انجیل سب منسوخ ہو گئیں، اور اس وقت جو صحابہ ایمان لائے ان کا درجہ سب سے آگے بڑھ گیا۔ کتاب تو ۲۳ برس میں مکمل نازل ہوئی لیکن ایک آیت کے نازل ہوتے ہی جو صحابہ ایمان لائے وہ صحبتِ رسول کے صدقہ میں اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ[۱۵۶] کہلائے۔ اور

۱۵۶؎ التوبة:۱۰۰

جب کتاب مکمل نازل ہوگئی اس وقت جو ایمان لائے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکے جو اِقْرَاْ کے نازل ہوتے ہی ایمان لائے تھے۔ اس سے صحبت کی اہمیت سمجھیے۔ اگر کتاب کو صحبت پر فوقیت حاصل ہوتی تو ان کا درجہ زیادہ ہوتا جو کتاب کے مکمل نزول کے بعد ایمان لائے۔ معلوم ہوا کہ صحبت بہت اہم چیز ہے۔ اس کی برکتیں ان ہی کو معلوم ہیں جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوجائے۔ شیخ کی صحبت میں خاموشی سے کام بنتا رہتا ہے۔ چاہے شیخ تقریر بھی نہ کرے، لیکن اس کی روح سے ایمان ویقین واحسان کے انوار طالب کے قلب میں منتقل ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن وہ صاحبِ نسبت ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ نسبتِ اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور پھر سارا عالم اس کو نہیں خرید سکتا، سورج اور چاند اس کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ خالقِ شمس و قمر جس دل میں آئے گا تو شمس وقمر اس کی نگاہوں سے نہ گر جائیں گے؟ ان میں اسے لوڈشیڈنگ کیوں نہ معلوم ہوگی؟

ہجرت کی فرضیت سے صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت

اور اس سے بھی بڑھ کر ایک علم اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہجرت کی فرضیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی کہ میرا رسول کعبہ سے بہتر ہے۔ فرض حج تو کعبہ ہی میں ادا ہوگا لیکن کعبہ والا تمہیں میرے رسول سے ملے گا۔ کیفیتِ یقین و ایمان اور کیفیتِ احسان کعبہ کے پتھروں سے تمہارے دل میں منتقل نہیں ہوگی، میرے رسول کے قلب سے منتقل ہوگی۔ کیفیتِ ایمانیہ واحسانیہ کا محل، مرکز اور مستقر قلب ہے، تو قلبِ پیغمبر سے ایمان واحسان منتقل ہوگا۔ کعبہ نے اپنے اندر سے بت نہیں نکالے، میرے رسول نے کعبہ سے بت نکالے، تو تمہارے دل سے غیر اللہ کے بت کعبہ نہیں میرا رسول نکالے گا۔ لہٰذا میرا نبی جہاں جارہا ہے وہیں تم سب چلے جاؤ، ایک کو بھی اجازت نہیں جو کعبہ میں رہے۔ کعبہ میں رہنے سے تمہیں کعبہ ملے گا، میرے رسول سے تمہیں کعبہ والا ملے گا، اور جب تک کعبہ والا نہیں ملے گا، تو کعبہ کا مزہ بھی نہیں پاؤ گے۔ گھر کا مزہ جب ہے جب گھر والے سے تعلق ہو۔ تو ہجرت کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی

اہمیت بتادی جس سے نائبِ رسول یعنی متبعِ سنت مشائخ کی صحبت کی اہمیت بھی ظاہر ہوگئی کہ جہاں تمہارا مربی ہو وہاں جاؤ، اپنے وطن سے چپکے مت رہو کیوں کہ اللہ تمہیں اللہ والوں سے ملے گا۔ صحبتِ رسول کے صدقہ میں صحابہ کے قلب میں کیفیتِ احسانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ نبوت سے منتقل ہوئی تھی لہٰذا صحابہ کا سارا ایمان اور صحابہ کا سارا احسان اب قیامت تک کسی کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ پیغمبر کے قلبِ نبوت سے اُمتی کے قلب میں جو احسانی کیفیت منتقل ہوئی وہ احسان کا اعلیٰ ترین مقام ہے جو اب کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا، لیکن کیفیتِ احسانیہ کلی مشکک ہے جس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ لہٰذا پیغمبر کے بعد اُمتی سے اُمتی کے قلب میں کیفیتِ احسانیہ منتقل ہوتی ہے۔ اس لیے صحابی جیسا احسان اب کسی کا نہیں ہو سکتا، لیکن جس شیخ کے قلب میں کیفیتِ احسانیہ جس قدر قوی ہوگی اتنی ہی قوی دوسرے امتی کے قلب میں منتقل ہوگی، اور احسان ہی سے اعمال کا وزن ہوتا ہے، اس لیے عارف کی دو رکعات غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہے۔ لہٰذا صحبتِ شیخ سے کبھی استغنا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ کیفیتِ احسانیہ اُسی کے قلب سے منتقل ہوگی۔ اس لیے بار بار شیخ کی خدمت میں حاضری دو، جب جاؤ گے ہمیشہ کچھ نہ کچھ ترقی ہوگی۔ اللہ کا راستہ غیر محدود ہے قرب غیر متناہی ہے اس لیے تھوڑے سے قرب پر قناعت مت کرو، بار بار شیخ کے پاس جاؤ گے تو ان شاء اللہ! کیفیتِ احسانیہ میں ترقی ہوتی رہے گی اور کیفیت احسانیہ سے آپ کا ایمان اور آپ کا اسلام حسین ہو جائے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے کہ احسان کے معنیٰ حسین کرنے کے ہیں، تو احسان سے آپ کا ایمان بھی حسین ہو جائے گا اور آپ کا اسلام بھی حسین ہو جائے گا یعنی اعمالِ باطنہ اور اعمالِ ظاہرہ سب حسین ہو جائیں گے، ہر وقت حضوری رہے گی کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ایسا شخص ہر وقت باخدا رہے گا۔ اس لیے شیخ سے کبھی مستغنی نہ ہونا چاہیے۔

اللہ والا بننا بہت آسان کام ہے

اللہ دل میں کب آتا ہے؟ جب بندہ اپنا دل ایسے دل کے ساتھ پیوند کرتا ہے

جس دل میں اللہ ہوتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ ہوتا ہے جب اس کے پاس بیٹھو گے تو تمہارے دل میں بھی اللہ آجائے گا۔ یہ ہے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** یوں تو متقی بننا، اللہ والا بننا بہت مشکل کام ہے لیکن ابھی تم کیا جانو کہ میرے بندوں کی اور میرے عاشقوں کی کیا شان ہے، تم ذرا دیر ان کے پاس بیٹھو، اگر تمہارا ڈپریشن اور ٹینشن اور ساری پریشانیاں اور غم خوشیوں سے نہ بدل جائیں تب کہنا کہ اللہ کی کیا قیمت ہے اور میرے عاشقوں کی کیا قیمت ہے! میرے عاشقوں کے پاس بیٹھنے سے معلوم ہوگا کہ اللہ والا بننا تو بہت آسان کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** میں یہ نہیں فرمایا کہ تم متقی بن جاؤ، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت پر دلالت کرتا ہے کہ مشکل پرچہ نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ اللہ والا بننے میں تو دیر لگے گی یہ پرچہ ذرا مشکل ہے تم ایسا کرو اللہ والوں کے پاس بیٹھ جاؤ بیٹھنے میں تو کوئی خرچہ نہیں لگتا، جیسے گرمی کا مہینہ ہے، لو چل رہی ہے اب اگر کسی آدمی کے پاس فریج نہیں ہے تو وہ فریج والوں کے پاس بیٹھے اور اپنی بوتل ان کے فریج میں رکھ دے، جب ٹھنڈی ٹھنڈی بوتل ملے گی اور تم ٹھنڈے پانی کا مزہ پاجاؤ گے تو پھر تم بھی صاحبِ فریج ہونے کی کوشش کروگے کہ جب ہماری گرم بوتل دوست کے فریج میں ٹھنڈی ہوگئی تو پھر ہم بھی کیوں نہ فریج خرید لیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ولی اللہ بن جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ میرے اولیاء اور دوستوں کے پاس بیٹھو **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** جب تم دل میں سکون پاؤ گے اور دل میں ٹھنڈک ملے گی تو خود ہی کہو گے کہ بھئی! جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے میں یہ مزہ ہے تو پھر ہم بھی کیوں نہ اللہ والے بن جائیں۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حکیم اختر! یوں تو اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے سے دوستی ہوجائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا بلکہ مزیدار ہوجاتا ہے۔ آہ! آج مجھے شیخ کا یہ جملہ رُلا رہا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا بلکہ مزیدار بھی ہوجاتا ہے۔ مولانا ایوب اور دوسرے احباب جو میرے ساتھ قونیہ گئے تھے، دس گھنٹے کا راستہ تھا، پوری بس ایئر کنڈیشنڈ تھی اور اس میں ہماری اردو میں مثنوی کی شرح ہوتی رہی۔ جنوبی افریقہ

کے مولانا عبد الحمید صاحب انگریزی میں اس کا ترجمہ کرتے رہے تو گائیڈ جو ہوٹل کی طرف سے نمائندہ تھا ہمارے ساتھ تھا، اس نے کہا کہ میں نے زندگی میں داڑھی والوں کا ایسا قافلہ نہیں دیکھا، اور اللہ کا اور اللہ کی محبت کا ایسا تذکرہ زندگی میں نہیں سنا۔ تو اس سفر میں جو لوگ میرے ساتھ تھے ذرا ان سے پوچھو کہ کیسا مزہ آیا تھا؟ جب ان کے غلاموں کے ساتھ یہ لطف آیا تو اللہ والوں کے ساتھ سفر میں کیا مزہ آئے گا! اسی لیے کہتا ہوں کہ اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے اور ان کے غلاموں سے، ورنہ شیطان بہکا دیتا ہے کہ اب حکیم اجمل خان دہلی والے کہاں رہے؟ ان معمولی حکیموں سے ہم کیا علاج کرائیں؟ لیکن اگر حکیم اجمل خان کے شاگرد مل جائیں تو ان کو حقارت سے مت دیکھو۔ اسی طرح اسے بھی اللہ والا سمجھو جس نے اللہ والوں کی غلامی کی ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ دیسی آم کو ایک لاکھ کتاب پڑھاؤ مگر لنگڑے کی آم کی قلم نہ لگاؤ تو کیا صرف کتاب پڑھنے سے وہ لنگڑا آم بن جائے گا؟ میرے مرشدِ اوّل فرماتے تھے کہ جن لوگوں نے اللہ والوں کے ساتھ زندگی کے کچھ دن لگائے وہ اللہ والے بن گئے، اور خالی پڑھنے سے علم تو آجائے گا، آپ عالمِ منزل تو ہو جائیں گے، منزل کا علم تو ہو جائے گا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے، ایسے چلو ایسے چلو، مگر محض کتاب پڑھنے سے آپ منزل تک نہیں پہنچ سکتے، بالغِ منزل نہیں ہو سکتے۔ مدرسوں سے پڑھ کر عالمِ منزل ہونا اور ہے اور اللہ والوں سے بالغِ منزل ہونا اور ہے۔ مدرسوں سے **اِرَاءَةُ الطَّرِيْقِ** پاؤ گے یعنی اللہ کا راستہ نظر آئے گا مگر **اِيْصَالٌ اِلَى الْمَطْلُوْبِ** یعنی منزل تک اللہ والے پہنچائیں گے۔ جو خود نہیں پہنچا وہ دوسروں کو کیا پہنچائے گا؟ ایک آدمی نے حج نہیں کیا مگر کتاب خوب پڑھی ہے، حج کے سارے مسائل کو جانتا ہے مگر حاجی نہیں ہے تو اس کی تقریر میں بھی مزہ نہیں آئے گا کیوں کہ نہ اس نے کعبہ شریف دیکھا، نہ روضۂ مبارک دیکھا تو اسے کیا مزہ آئے گا۔

مناسک الحج کے مصنّف محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے کعبہ شریف میں ایک غلطی ہوگئی تو ایک عرب کے لڑکے نے کہا کہ اَمَا قَرَأْتَ مَنَاسِكَ الْحَجِّ لِلْمُلَّا عَلِيِّ الْقَارِي؟ کیا تو نے ملّا علی قاری کی مناسک الحج نہیں پڑھی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ہی ملّا علی قاری ہوں۔ مگر عملی مشق نہیں تھی چناں چہ غلطی ہوگئی۔ اس لیے عمل، عمل والوں سے ملتا ہے۔ دیکھیے! نئی موٹر ہے، کئی میل تک اس کی روشنی جارہی ہے اور سارا راستہ بالکل صاف نظر آرہا ہے مگر کیا بغیر پیٹرول کے موٹر چل سکتی ہے؟ اسی طرح علم روشنی ہے مگر علم پر عمل کرنے کے لیے پیٹرول چاہیے اور اللہ کی محبت کا پیٹرول اور اللہ کے خوف کا پیٹرول اللہ والوں کے سینوں سے ملتا ہے۔ آج میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں خاص کر علمائے دین سے کہ یہ بتایئے! کہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مجددِ زمانہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم کی کوئی کمی تھی؟ یہ علم کے سمندر تھے کہ نہیں؟ لیکن علم کے سمندر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قلندر بننے گئے تھے۔ علم کا سمندر اگر اللہ والوں کی صحبت نہیں اٹھائے گا تو قلندر نہیں ہوسکتا۔ نفس کا بندر رہے گا۔ نفس کے تابع ہوجائے گا۔ نفس کی شہوت کی اتباع کرے گا کیوں کہ دل میں محبت کا پیٹرول نہیں ہے۔

علمِ نافع اور علمِ غیر نافع کی مثال

جب ہماری گاڑی مکے شریف سے دو میل دور رہ گئی تو میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق پیٹرول پمپ پر پیٹرول لینے رُک گئے۔ اتنے میں ایک ٹینکر آیا جس کی پیٹھ پر دو ہزار گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ یہ ٹینکر پیٹرول پمپ پر کیوں آیا ہے؟ کیا یہ بھی پیٹرول مانگ رہا ہے؟ پھر فرمایا کہ اس کے انجن میں پیٹرول نہیں ہے۔ لہٰذا پیٹھ پر لدا ہوا پیٹرول اس کے کام نہیں آئے گا اسی طرح جب تک دل کے اندر اللہ کی محبت نہ ہوگی پیٹھ پر ایک ہزار کتاب رکھے رہو، ''شرح ہدایہ'' رکھے رہو مگر ہدایت نہیں ملے گی۔ جب انسان مدرسے سے عالم ہوگیا تو اس کے اندر علم کا نور تو

آ گیا لیکن جب وہ کسی اللہ والے سے اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف اور اللہ کا نور حاصل کرے گا تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو جائے گا۔ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم کا نور الگ ہے، عمل کا نور الگ ہے، اخلاص کا نور الگ ہے۔ لہٰذا جب عالم اللہ والا بنتا ہے تو یہ خالی صاحبِ نور نہیں ہوتا بلکہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہوتا ہے، اور جب غیر عالم اللہ کا ولی بنتا ہے تو صاحبِ نور ہوتا ہے مگر علم کی برکت سے عالِم سارے عالَم کو روشن کرتا ہے۔

ایک عالم کا ولی اللہ بننے کا واقعہ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم نفلی حج کو جارہے تھے، ان سے ایک بزرگ نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ کہا کہ حج کرنے۔ کہا کہ جس کے گھر جارہے ہو اس گھر والے سے بھی جان پہچان ہے؟ بس رونے لگے، رقت طاری ہو گئی کہ اس گھر والے سے تو جان پہچان نہیں ہے۔ تو فرمایا کہ میرے پاس ایک سال رہو، وہ ان کے پاس ایک سال رہے اور اس زمانے میں شیخ نے ان کو فتویٰ دینے سے، درس و تدریس کرنے سے، وعظ کہنے سے بھی روک دیا۔ مگر وہ بھی مخلص تھے، سمجھ گئے کہ مجھے میرا شیخ اخلاص اور اللہ کی محبت دینا چاہتا ہے اس لیے مخلوق کے اندر نہیں جانے دے رہا ہے تاکہ خالق سے اس کو چپکا دوں جب خالق دل میں ہوگا تو پھر مخلوق کی خدمت یہ اخلاص سے کرے گا۔ ملّا علی قاری نے ”شرح مشکوٰۃ“ میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء بھی ناراض ہوگئے کہ یہ کیسا پیر ہے جو درس و وعظ، پڑھنا لکھنا سب سے منع کر رہا ہے لیکن جب ایک سال کے بعد انہوں نے اجازت دی کہ اب سب کام کر سکتے ہو تو پھر سال بھر خاموشی کے بعد ایک وعظ جو کہا تو سب رونے لگے۔

مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے صوفیو! اور اے علماء! پہلے شیخ کے پاس اپنا مٹکا بھرو، جب مٹکا بھر کر چھلکنے لگے تو چھلکتا ہوا مال مخلوق کو دو، اپنا مٹکا مت خالی کرو۔ تو جب وہ عالم اللہ والے بن گئے تب ان کا ایک وعظ ہوا اور مسجد میں جتنے لوگ تھے سب ولی اللہ ہوگئے، تب وہ عالم رونے لگے کہ دس سال تک میں نے وعظ کہا اور کوئی ولی اللہ نہ بنا لیکن

اس اللہ والے کی غلامی کے صدقے میں اب میرے دل میں وہ دردِ محبت اور اللہ کی نسبت قائم ہوگئی کہ آج میری زبان میں اللہ نے وہ اثر رکھا ہے کہ جہاں وعظ کرتا ہوں سارے سامعین ایک ہی وعظ میں صاحبِ نسبت ہورہے ہیں۔ یہ کوکر کی شان ہے کہ پہلے جو بریانی چھ گھنٹے میں پکتی تھی آج کل کوکر میں آدھے گھنٹے میں تیار ہوجاتی ہے۔ جب دل اللہ کے عشق میں اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھا کر جلا بھنا کباب ہوتا ہے تو اس کی صحبت سے لوگ جلد صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہوجاتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ سے اجتناب عن المعاصی کا حصول

ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ بعض لوگ اس ڈر سے اللہ والوں کے پاس نہیں جاتے کہ گناہوں کو چھوڑنا پڑے گا اور یہ مزیدار حرام لذت پھر کیسے ملے گی؟ ہم تو بے مزہ ہوجائیں گے نعوذ باللہ! حالاں کہ یہ شخص گناہوں میں بامزہ نہیں رہتا باسزا رہتا ہے۔ جو گناہ نہیں چھوڑتا اس کے دل پر ہر وقت پریشانی رہتی ہے، بے چینی رہتی ہے، اللہ کا عذاب رہتا ہے۔ منہ میں کباب، دل پر عذاب۔ تو میرے شیخ نے ان لوگوں کو اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ والوں کے پاس جانے سے گناہ چھوڑنا نہیں پڑتے خود چھوٹ جاتے ہیں۔

صفتِ احسان اور صحبتِ اہل اللہ

میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب اللہ والوں کی صحبت سے احسانی کیفیت عطا ہوجائے گی تو ہر وقت محسوس ہوگا کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس کا سجدہ، اس کی نماز، اس کا روزہ، اس کی زکوٰۃ، اس کا حج ہر عبادت مزیدار ہوجائے گی۔ احسانی کیفیت کتابوں سے نہیں ملتی یہ صرف اللہ والوں کے سینوں سے ملتی ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اے اہلِ علم! علومِ ظاہرہ تو مدرسوں سے حاصل کرو، ''نورِ علمِ باطن از سینۂ دُرویشاں باید جست'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور کہاں سے پاؤ گے؟ یہ فقیروں کے سینوں سے حاصل ہوگا۔

صحبتِ شیخ اور مجاہدہ کی ضرورت پر ایک مثال

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جون پور لے جا کر صحبت اہل اللہ کو ایک مثال سے سمجھایا تھا۔ جون پور یوپی میں ایک ضلع ہے جہاں روغن چنبیلی بنتا ہے جو پورے انڈیا میں مشہور ہے تو حضرت نے بتایا کہ تل کو رگڑ کر اس کا موٹا پردہ چھڑا دیتے ہیں اور بالکل ہلکا سا غلاف رہنے دیتے ہیں کہ اس میں سے تیل نظر آتا ہے اور سوئی چبھو دو تو تیل نکل آتا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! یہاں چارپائی پر چادر بچھا کر اوپر مجاہدہ کروائی ہوئی، رگڑی رگڑائی تلی بچھائی گئی، اب تل پر گلاب کی پتیاں بچھائی گئی پھر تل بچھایا پھر گلاب کی پتیاں بچھائی گئیں اس طرح تین چار پرت کر کے تل کو گلاب کے پھول سے وابستہ کیا گیا پھر اس کے بعد کولھو میں یا مشین میں ڈال کر کے اس تل کا تیل نکالا گیا تو وہ گلاب کی خوشبو لیے ہوئے تھا۔

تقویٰ صحبتِ اہل اللہ سے ملتا ہے

پیری مریدی کرنا، شیخ کا دامن اور ہاتھ پکڑنا، خانقاہوں میں جانا، بزرگوں سے دعائیں کرانا سب کا حاصل یہی ہے کہ بندہ متقی ہو جائے۔ لیکن اگر یہ گناہ نہیں چھوڑتا ہے تو اصلی مرید نہیں ہے، اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہے، جو ہر وقت اللہ کو یاد رکھتا ہے، لیکن عادت اللہ یہی ہے کہ تقویٰ شیخ کے ساتھ رہنے سے ملتا ہے، جو اللہ کے لیے شیخ کے ساتھ رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ دے دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ [۱۵۷]

اے ایمان والو! تقویٰ سے رہو تاکہ تم میرے ولی بن جاؤ اور تقویٰ حاصل کرنے کے لیے اہلِ تقویٰ کے ساتھ رہو۔ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بغیر شیخِ کامل کے گناہ سے بچنا نصیب نہیں ہوتا چاہے کتنا ہی ارادہ کر لو۔ خالی علم سے بھی گناہ سے

۱۵۷؎ التوبۃ:۱۱۹

نہیں بچ سکتا۔ علم روشنی ہے لیکن موٹر چلانے کے لیے روشنی کافی نہیں ہوتی، پیٹرول بھی چاہیے اور وہ ہے اللہ کا خوف، جو اللہ والوں کے سینوں سے ملتا ہے۔

اللہ کی شان باخبر لوگوں سے پوچھو

اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اے دوستو! چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس رہو تاکہ تمہیں کعبہ والا مل جائے۔ گھر کے لیے تو ہر سال نفلی حج و عمرہ کرتے ہو لیکن اللہ جو مالک ہے، کعبہ کا خالق ہے، گھر والا ہے، ربِ کعبہ ہے اس کی محبت سیکھنے کے لیے کبھی چالیس دن بھی نہیں نکالتے۔ تو اس نفلی حج کرنے والے سے بزرگ نے یہ کہا ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے نفلی حج کرنے والو! کہاں جارہے ہو؟ تمہارا معشوق تو میرے دل میں ہے، اللہ تو میرے دل میں ہے، تم لوگ میرے پاس آؤ۔ چناں چہ ایک عالم نفلی حج کرنے جارہے تھے۔ ایک اللہ والے نے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نفلی حج کرنے جارہا ہوں۔ فرمایا کہ جس کے گھر جارہے ہو تو کیا گھر والے سے جان پہچان ہے؟ بس تیر لگ گیا اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآنِ پاک کی آیت تلاوت نہیں کی اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا[۱۵۸] رحمٰن کی شان کو اللہ والوں سے پوچھو، باخبر لوگوں سے پوچھو، جو اللہ سے باخبر ہیں ان سے خبر لو۔ اللہ میاں کی خبر بے خبروں سے کیا لو گے؟ کعبہ میں حج، عمرہ تو ہو جائے گا مگر اللہ سے ملانے والے اللہ والے ہوتے ہیں جو اللہ سے پہلے ہی سے ملے ہوئے ہیں۔ جو خود اللہ سے نہیں ملا وہ کیا ملائے گا! حکیم الامت کے خلیفہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

۱۵۸؎ الفرقان:۵۹

جو اللہ سے ملے ہوئے ہیں ان سے ملو اور کوئی راستہ اس سے اسہل اور قوی تر نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ والوں کے پاس رہے وہ کم عبادت کے باوجود اللہ والے بن گئے۔ نشۂ عبادت سے محفوظ رہے۔ اللہ والوں کے ظلِ شفقت نے ان کے عجب و کبر کے جراثیم پر ڈی ڈی ٹی چھڑک دی، اور جن لوگوں نے اللہ والوں کو پیر و مرشد نہیں بنایا، تنہائی کی عبادت کی، تو تکبر میں مبتلا ہوگئے، اپنی عبادت پر ناز کیا، ہر ایک کو اپنے سے کمتر سمجھا اور اپنے کو سب کچھ سمجھا اور اَنَا میں مبتلا ہوگئے اور اَنَا فنا ہوتی ہے کسی صاحبِ نسبت اللہ والے کا دامن پکڑنے سے۔ اللہ کے مقبول بندوں سے مقبولیت ملتی ہے جیسے اپنے بچے کے دوست کو بھی باپ پیار کرتا ہے کہ یہ میرے پیارے کا پیارا ہے تو اللہ کے پیاروں کے ساتھ جو رہتے ہیں وہ بھی پیارے بن جاتے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ڈپٹی کلکٹر تھے۔ مولوی نہیں تھے۔ لیکن حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور ان کی عشق و محبت کی وجہ سے علماء کے شیخ ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے بھی خواجہ صاحب کو اپنا پیر بنایا۔

کرامتِ صحبتِ اہل اللہ

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو سونے کا ترازو بنادے، ایک اعشاریہ حرام لذت آجائے تو دل تڑپ جائے۔ آپ بتاؤ! مچھلی کو دریا سے نکال کر تپتی ہوئی ریت پر ایک سیکنڈ کے لیے رکھ دو تو تڑپتی ہے یا نہیں؟ تو کیا وجہ ہے کہ ایک اعشاریہ حرام لذت سے ہمارا دل نہ تڑپے؟ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم سانپ ہیں مچھلی نہیں ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

آہ! ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھنا یہ اللہ والوں کا کام ہے۔ سانپوں کو یہ مقام کہاں حاصل ہے، سانپ میں زہر بھرا ہوا ہے۔ جس کے نفس میں حرام لذت کی عادت پڑی ہوئی ہو اس کو پاک ہونے کے لیے ایک

زمانہ چاہیے، وہ دوسروں سے زیادہ جان کی بازی لگائے، زیادہ اللہ والوں کے ساتھ رہے، سانپ تو مچھلی کے ساتھ ہزار سال بھی رہے تو سانپ ہی رہے گا، لیکن اگر گناہ گار اللہ والوں کے ساتھ رہیں تو ان کی ماہیت بدل جاتی ہے، اللہ ان سانپوں کو یعنی ان گناہ گاروں کو مچھلی بنا دیتا ہے، صاحبِ نسبت کر دیتا ہے، ایسی قوی تجلی دیتا ہے کہ جن کے صدقے میں پھر ان سے ہزاروں اہلِ نظر پیدا ہوتے ہیں، یہ ایسے دیوانے بنتے ہیں کہ دیوانہ سازی بھی جانتے ہیں۔ اور کسی لباس میں ہوں، کسی حال میں ہوں چاہے بریانی کا لقمہ ہو، چاہے چٹنی روٹی ہو، چاہے کروڑوں روپے کا لباس و سلطنت و مرسڈیز ہو ان کے نزدیک کوئی حجابات نہیں رہتے۔

اُڑا دیتا ہوں اب بھی تار تار ہست و بود اصغرؔ
لباسِ زہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

صحبتِ اہل اللہ پر نعمت حسنِ خاتمہ کی دلیل

حضرت نے (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) اس کی اور کوئی دلیل نہیں لکھی، بس یہی شیطان والی مثال فرمائی۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے ”بخاری شریف“ کی حدیث میں اس کی دلیل عطا فرما دی مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ[۱۵۹] جو شخص کسی اللہ والے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے گا اس کو حلاوتِ ایمانی ملے گی۔ یہ صغریٰ ہو گیا۔ اب کبریٰ سنیے! حلاوتِ ایمانی کی شرح میں ملّا علی قاری محدثِ عظیم فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا

جس کے قلب میں ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی آجائے تو پھر اللہ اپنی اس شاہی عطیہ کو غیرت کی وجہ سے واپس نہیں لیتا۔ بادشاہوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ جب عطیہ دے دیا تو واپس نہیں لیتے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

۱۵۹؎ صحیح البخاری:۱/۷(۲۱)،من کرہ ان یعود فی الکفر،المکتبۃ المظہریۃ

وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۱۶۰]

اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ تو جو کسی اللہ والے سے اللہ کے لیے محبت کرے گا اللہ اس کو حلاوتِ ایمانی دے گا اور حلاوتِ ایمانی کبھی واپس نہیں لے گا۔ پس اس کے اندر دلیل ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

صراطِ مستقیم صحبتِ اہل اللہ سے ملتا ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ منعَم علیہم ہیں، ان ہی سے اللہ ملے گا اور اللہ کا راستہ ملے گا۔ اِرَاءَةُ الطَّرِيْق بھی ملے گا اور اِيْصَالِ اِلَى الْمَطْلُوْب بھی پاؤ گے، اور یہ بدل الکل ہیں صراطِ مستقیم کے اور ترکیبِ بدل میں بدل ہی مقصود ہوتا ہے۔ لٰہذا اللہ والے ہی مقصود ہیں اگر اللہ تک پہنچنا ہے۔

اب کوئی اشکال کرے کہ ترکیبِ بدل میں بدل مقصود ہوتا ہے تو مبدل منہ کا غیر مقصود ہونا ثابت ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں غیر مقصود کہنا خلافِ ادب ہے۔ تو اس کا جواب حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عطا فرمایا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں یہ مبدل منہ جو ہے اس میں ایک صفت اللہ نے مستقیم کی رکھ دی اور آگے بدل میں مستقیم کی صفت نہیں رکھی، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا۔ لٰہذا علمِ نحو کا جو اجماعی مسئلہ ہے کہ ترکیبِ بدل میں مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا تو علمائے نحو کے اجماع کو اللہ نے کاٹ دیا کہ میں خالقِ نحو ہوں، تم کیا جانو؟ ہم جو کہیں گے وہی قانون بن جائے گا۔ لٰہذا کتاب پڑھ کر صراطِ مستقیم کوئی نہیں پاسکتا جب تک کہ اللہ والوں کے ساتھ نہ رہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مثال دیتے تھے کہ کتاب میں تیرنے کے سارے طریقے لکھے ہیں، ہر صفحے پر مختلف نقشے ہیں کہ ایسے ہاتھ چلاؤ، ایسے

[۱۶۰] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۷۴، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

لیٹو لیکن کتاب دیکھ کر کوئی دریا میں اتر جائے اور تیر کے دکھادے؟ تو شیخ نے فرمایا کہ تیرنے کی کتاب دس ہزار صفحے کی ہو، بین الاقوامی کتاب ہو، اس کا مثل نہ ہو مگر کتاب لے کے دریا میں جاؤ اور تیرنے کی مشق کرو تو کتاب بھی ڈوبے گی اور کتاب پڑھنے والا بھی ڈوبے گا، اور کسی تیرنے والے کے ساتھ رہو تو خود ہی تیرنے لگو گے۔ اللہ والوں کے ساتھ رہنے سے لوگ اللہ والے ہو گئے اور مولوی کتاب پڑھ کر اللہ والے نہ بنے کیوں کہ انہوں نے اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق تو لیا، علمِ منزل تو حاصل کیا لیکن کسی بالغِ منزل کی صحبت نہیں اٹھائی۔

اللہ والوں کے پاس کس نیت سے جانا چاہیے

اللہ والوں سے اضافۂ علم کے لیے مت ملو، کیفیاتِ احسانیہ لینے کے لیے جاؤ، پھر آپ کی دو رکعات ایک لاکھ رکعت کے برابر ہو جائے گی۔ کیفیاتِ احسانیہ وہ نعمت ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے کیفیاتِ احسانیہ حاصل کیں، چوں کہ قیامت تک اب نبی کا قلب نہیں ملے گا، لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہو سکے گا۔ کیفیاتِ احسانیہ سے عمل میں وزن بڑھ جاتا ہے ورنہ عبادت کرو گے تو محنت و مشقت ہی رہے گی، قبولیت نہیں رہے گی، روحانیت نہیں رہے گی۔ اللہ والے بالغِ منزل ہیں، مدارس اور کتابیں ہمیں عالمِ منزل بناتی ہیں اور اللہ والوں کی صحبت سے بندہ بالغِ منزل ہو جاتا ہے، بہت سے مجنوں ایسے ہیں جو جغرافیہ پڑھاتے ہیں لیلیٰ کا اور تنخواہ لیتے ہیں، پروفیسر تو ہیں مگر خود لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام عاشقوں میں نہیں ہے، لیلیٰ بھی سمجھتی ہے کہ پڑھائی کی تنخواہ لے رہا ہے، میرے نام پر روٹیاں کھا رہا ہے، اگر مجھ سے محبت ہوتی تو پہلے میرے پاس آتا۔ اور جو مجنوں لیلیٰ سے مل کر لیلیٰ کا جغرافیہ پڑھائے گا اس کے پڑھانے کی شان اور ہو گی۔

صحبتِ اہل اللہ کی فرضیت

حکیم الامت نے فرمایا کہ میں اہل اللہ کی صحبت کو فرضِ عین قرار دیتا ہوں۔ یہ جملہ میں نے خود پڑھا اور میرے بزرگوں نے مجھ کو بتایا کہ جب تقویٰ فرضِ عین ہے

اور تقویٰ بدون اہلِ تقویٰ کی صحبت کے نہیں ملتا تو فرض کا سبب بھی فرض ہے، مقدمۂ فرض، فرض ہوتا ہے۔

فیضانِ صحبتِ اہل اللہ

بزرگوں کی صحبت سے جینا بھی آتا ہے اور مرنا بھی آتا ہے، کتابیں پڑھنے سے جینا نہیں آتا۔ اسی لیے جب قرآنِ پاک کی ایک آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے نوازا گیا تو اس وقت جو لوگ اس ایک آیت پر اور نبی کی نبوت پر ایمان لائے وہ تئیس سال بعد مکمل کتاب پر ایمان لانے والوں سے آگے بڑھ گئے، یہ فیضِ صحبت نبوت ایک آیت پر ایمان لانے والوں کا درجہ بعد کے لوگوں سے زیادہ ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ کتاب سے زیادہ صحبت کی اہمیت ہے، اگر کتاب سے زیادہ صحبتِ نبوت کی اہمیت نہ ہوتی تو تئیس سال مکمل کتاب نازل ہونے کے بعد جو صحابہ اللہ پر ایمان لائے ان کا درجہ زیادہ ہونا چاہیے۔ لیکن ایک ہی آیت پر ایمان لانے والے آگے بڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے فیضانِ صحبتِ نبوت کے صدقے میں انہیں اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کا لقب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحبت بہت اہم چیز ہے، اہل اللہ کی صحبت کو اکسیر سمجھو اکسیر۔

کیا کہوں دوستو! اگر لوگوں کو اللہ والوں کی صحبت کا فائدہ تفصیل کے ساتھ، علمِ یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے تو آج کوئی گھر میں نہیں رہے گا، نہ تجارت گاہوں میں رہے گا۔ اصل میں ہر شخص جَاهِلٌ عَنِ الْفَائِدَةِ ہے، آج اگر صحیح فائدہ معلوم ہو جائے تو سب اپنے مدرسوں، اپنی تجارتوں اور اپنے کاروبار کو چھوڑ کر یار کی تلاش میں نکل جائیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ کسی اللہ والے کے پاس کم سے کم ایک چلّہ لگالو۔ چوں کہ لوگوں کو فائدہ نہیں معلوم، لہٰذا قاعدۂ حیات سے محروم ہیں۔

دو ساتھ شیخ کا اتنا کہ ان کے مثل بنو تم
کبھی کبھار وِزٹ کو تو کمپنی نہیں کہتے

تقویٰ کی تعریف اور اس کا طریقۂ حصول

اولیاء اللہ کون ہیں؟ اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ [۱۶۱] جو اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ حج، عمرہ اور کثرتِ اعمال و وظائف سے کوئی شخص ولی اللہ نہیں بن سکتا جب تک کہ نافرمانی سے توبہ نہ کرے۔ قرآنِ پاک کی آیت کا استدلال ہے اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہمارے ولی متقی بندے ہیں، اور تقویٰ اس کا نام ہے کہ اللہ کو نافرمانی سے ناراض نہ کرو، کبھی خطا ہو جائے تو استغفار سے اس کی تلافی کر لو۔

لیکن تقویٰ ملے گا کیسے؟ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو۔ تفسیر روح المعانی میں مفتی بغداد علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تفسیر کیا ہے؟ اَیْ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ [۱۶۲] شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ تقویٰ میں تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہو جاؤ، تم بھی متقی ہو جاؤ۔ اور اس کی کوئی حد نہیں ہے، درسِ نظامی کے لیے دس سال ہیں، حافظِ قرآن بننے کے لیے تین سال ہیں لیکن تقویٰ کے لیے کوئی کورس نہیں ہے۔ جب تک متقی نہ ہو جاؤ اپنے شیخ کے پاس پڑے رہو خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ یہ تفسیر ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی کہ شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ۔ وہی آہ و فغاں، لذتِ مناجات، اشکبار آنکھیں اور تڑپتا ہوا قلب تم کو بھی مل جائے۔

اکابر کا اہتمامِ صحبتِ اہل اللہ

مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخصص فی التقویٰ کے لیے اپنے شیخ کے ساتھ بارہ سال رہے۔ حکیم الامت تھانوی حضرت حاجی صاحب کے پاس چھ مہینے رہے، لیکن اب لوگوں کے قویٰ کمزور ہیں تو کم از کم چلّہ چالیس دن رہ لو، اور اس طرح سے رہو کہ خانقاہ کی حدود سے نہ نکلو۔ مولانا خالد کُردی شام کے بہت بڑے عالم تھے،

---

[۱۶۱] الانفال: ۳۴

[۱۶۲] روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

علامہ ابنِ عابدین شامی اور صاحب روحِ المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے مرید ہوئے اور وہ دِلّی کے شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جب وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں چلّہ لگا رہے تھے تو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے ملاقات نہیں کی اور پرچہ لکھ کر بھیج دیا کہ میں اس وقت اپنے شیخ کی تربیت میں ہوں، جب میرا چلّہ پورا ہوجائے گا تو آپ کی خدمت میں خود حاضری دوں گا۔

صحبتِ اہل اللہ کی فضیلت اور اس کی ایک وجہ

ستّر سالہ زندگی کا نچوڑ پیش کرتا ہوں کہ ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے کہ کسی صاحبِ نسبت کے پاس بیٹھو۔ اور اس کی وجہ مجھے رسٹن برگ میں سمجھ میں آئی۔ لَایَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ [۱۶۳] میرا بندہ میرا مقرب ہوتا ہے تو میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ تو اللہ والوں کی نظر جس پر پڑے گی تو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر ہے، لفظ ''گویا'' یاد رکھنا ورنہ فتویٰ دے دوگے۔ آہ! کیا کہیں، بس، جگر صاحب پر ایک نظر حضرت حکیم الامت کی پڑی، جگر صاحب نے شراب چھوڑ دی، داڑھی رکھ لی، حج کر آئے اور جب داڑھی رکھ لی تو بمبئی میں اپنا یہ شعر پڑھا ؎

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اپنی داڑھی کو دیکھ کر یہ شعر بنایا، یہاں کافر بمعنیٰ محبوب کے ہے۔ یہ اصطلاحِ شاعری ہے۔ ہر فن کو اس کی اصطلاح سے سمجھنا چاہیے۔ کہتے ہیں نا کہ یہ بڑا کافر ہے یعنی بہت ظالم ہے۔ جس کا حسن و نمک بہت زیادہ ہوتا ہے اس کو شاعر لوگ کافر کہتے ہیں۔

کتاب اللہ پر عمل کی توفیق کیسے ملے گی

میں جب مڈل میں پڑھتا تھا تو قصبہ میں جتنے ہل جوتنے والے دیہاتی تھے وہ

[۱۶۳] صحیح البخاری:۲/۹۶۳(۶۵۴۱)،باب التواضع،المکتبۃ المظھریۃ

اکثر کانوں میں انگلی رکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

اللہ اللہ کیا مزہ مرشد کے میخانے میں ہے

دونوں عالم کا مزہ بس ایک پیمانے میں ہے

تو پہلے ہم سوچتے تھے کہ یہ ایسے ہی گانے والے ہیں لیکن اب واقعی یقین آگیا کہ شیخ بہت بڑی نعمت ہے ورنہ آدمی کو محض کتابیں پڑھ کر راستہ نہیں ملتا۔ صراطِ مستقیم کتابوں سے نہیں ہے، اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ سے ہے، یہ مبدل منہ کا بدل الکل ہے، اب سوال ہوتا ہے کہ جب الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ مبدل منہ ہے اور اللہ والوں کا راستہ مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ ہے تو پھر کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ والوں کے ساتھ جُڑ کر سب اللہ والے ہو جائیں۔ اس کا جواب کیا ہے بتاؤ؟ کتاب اللہ جو ہے یہ ہمارے لیے عمل کا راستہ ہے اور اہل اللہ ہمیں کتاب پر عمل کرنے کے لیے پیٹرول دیتے ہیں، کتاب اللہ روشنی ہے پیٹرول نہیں ہے، کتاب اللہ پر عمل کرنے کے لیے اہل اللہ کی ضرورت ہے، تاکہ قوتِ عمل، ہمتِ عمل اور توفیقِ عمل نصیب ہو جائے، اللہ کی محبت نصیب ہو جائے، محبت بھرا دل نصیب ہو جائے۔ ان کا دردِ دل، ان کی خشیت اور ان کی محبت ان کے پاس بیٹھنے والوں میں منتقل ہو جاتی ہے۔

تو کتاب اللہ سے ہمیں صراطِ مستقیم اور مُنۡعَمۡ عَلَیۡہِمۡ کا پتا چلا اور تمام احکامِ شریعت کا علم ہوا اور اس کی تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرما دی کہ کتابوں کا وجود بھی ضروری ہے، کتاب اللہ بھی ضروری ہے اور رجالُ اللہ بھی ضروری ہیں۔ رجال اللہ سے ہم کو کتاب اللہ پر عمل کی توفیق نصیب ہوگی۔ جن مولویوں نے شیخ نہیں پکڑا آپ ان کے عمل کو قریب سے دیکھیے! منبر پر نہ دیکھیے کہ دھواں دار تقریر کر رہا ہے، آپ ان کی نجی زندگی کو دیکھیں گے تو بہت سی باتوں میں عمل سے محروم پائیں گے۔ کبھی کالا چشمہ پہن کے بد نظری کریں گے تاکہ کسی کو پتا نہیں چلے کہ کدھر دیکھتا ہے، بظاہر منہ ادھر ہے اور دیکھ اُدھر رہا ہے۔ علم پر عمل اہل اللہ کی صحبت کے بغیر بہت مشکل ہے۔

جن لوگوں کا مجھ سے تعلق نہیں تھا وہ اب تعلق کے بعد مالک کی مہربانی سے بتائیں کہ فرق محسوس ہو رہا ہے یا نہیں؟ میرا ابھی یہی حال ہے کہ اگر ہم بزرگوں کو نہ پکڑتے تو جانتے ہی نہیں کہ دین کیا ہے؟ **یَجُوْزُ، لَا یَجُوْزُ** تو کتاب اللہ سے پاجاؤ گے مگر **عَجُوْزٌ** رہو گے یعنی ہمت بڈھی رہے گی، **عَجُوْزٌ** کے معنیٰ ہیں بڑھیا، لیکن اگر اللہ والوں میں رہو گے تو پھر **یَجُوْزُ، لَا یَجُوْزُ** پر شیروں کی طرح عمل کرو گے۔

صحبتِ اہلِ تقویٰ فرضِ عین ہے

علمِ دین حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے اور تقویٰ حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اور تقویٰ اہلِ تقویٰ کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے صحبتِ اہلِ تقویٰ بھی فرضِ عین ہے۔ مدارس **اِرَاءَ ۃُ الطَّرِیْقِ** کرتے ہیں اور اہل اللہ **اِیْصَالْ اِلَی الْمَطْلُوْبِ** کرتے ہیں، مدارس عالمِ منزل بناتے ہیں اور اہل اللہ بالغِ منزل بناتے ہیں۔

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ سے صحبتِ صالحین کا ثبوت

میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے **عِبَادِیْ** کو **جَنَّتِیْ** پر کیوں مقدم فرمایا؟ اس لیے کہ جنت اللہ والوں کا مکان ہے اور اللہ والے اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ اس لیے مکین کے ذکر کو مقدم کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی ملاقات جنت سے بڑی نعمت ہے۔

اور دوسری وجہ ابھی یہ سمجھ میں آئی کہ چوں کہ خالقِ جنت، جنت سے افضل ہے اور اللہ کے عاشقین اپنے قلب میں خالقِ جنت کی تجلیاتِ خاصہ رکھتے ہیں۔ لٰہذا پہلے حاملینِ تجلیاتِ خالقِ جنت، حاملینِ نسبتِ خاصہ، حاملینِ تجلیاتِ منعم سے ملاقات کرو اور جنت کی نعمت سے بعد میں مستفید ہو کیوں کہ تجلیاتِ منعم تجلیاتِ نعمت سے افضل ہیں لٰہذا جنت کی نعمتوں سے پہلے تجلیاتِ خالقِ جنت کے حاملین کی زیارت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے عاشقوں کا بڑا مقام ہے۔ جو ظالم دنیا میں اللہ کے کسی عاشق پر عاشق نہیں ہے وہ محرومِ جان ہے اور خطرہ ہے کہ کہیں جنت سے محروم نہ کر دیا جائے، کیوں

کہ اس کی زندگی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے خلاف ہے اور تقویٰ کی بنیاد اہلِ تقویٰ کی معیت و صحبت ہے۔ پس جو شخص اہلِ تقویٰ سے گریزاں ہے اس کو تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا اور تقویٰ کے بغیر ولایتِ خاصہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اہل اللہ سے مستغنی رہنے والا سخت خطرہ میں ہے اور سخت محرومی کی علامت ہے۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ کا فرق

بڑے بڑے عالم جو رات دن کتابیں دیکھتے ہیں اور سب حوالے ان کو یاد بھی ہوں ان کی تقریر ہو اور ایک درد بھرے دل والے کی تقریر ہو، امت تڑپ جائے گی اور رونے لگے گی، اور کتاب والے کے حوالے وغیرہ سب رہ جاتے ہیں۔ اور وہ اسی پر پیروں سے جلتے ہیں کہ ہم تو "صدرا"، "شمسِ بازغہ"، "ملّا اعظم"، "سلّم" اور "قطبی" پڑھا لیتے ہیں "ہدایت الحکمت" اور "میبذی" پڑھا لیتے ہیں اور یہ تو خالی روتا ہے تقریر میں، اور اس کے سب چیلے پیر دبا رہے ہیں اور میرا کوئی پیر نہیں دبا رہا ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ تم نے علم تو سیکھا لیکن اپنے کو مربّہ نہیں بنایا تو جب مربۂ آملہ نہ بنے تو پھر چاندی کا ورق تیرے منہ پر کیسے لگایا جائے گا اور تجھ کو دل کی طاقت کے لیے کیسے اطباء لکھیں گے کیوں کہ دل کمزور ہو جائے تو اطباء لکھتے ہیں "مربۂ آملہ گرفتہ از آبِ گرم شستہ" گرم پانی سے دھولو اس کو کیوں کہ شیرے میں تیزابیت آجاتی ہے "ورقِ نقرہ پیچیدہ" اور چاندی کا ورق لپیٹو اور "مفتی اعظم بخورند، وزیر اعظم بخورند" اور جو آملہ مربّہ نہیں ہوتا وہ کوٹ چھان کر کنستر میں بھرا رہتا ہے، جب کسی کو قبض ہوتا ہے، پاخانہ نہیں ہوتا تب اس کو کھلایا جاتا ہے اس کا نام ترپھلہ ہے، اس کو گرم پانی سے کھلا دیتے ہیں تو صبح پاخانہ ہو جاتا ہے۔ تو تربیت نہ کرانے کی وجہ سے اور اپنے تکبر کی وجہ سے پھر وہ دل کی طاقت میں استعمال نہیں ہوتا، پاخانہ نکالنے اور دھکیلنے کے لیے اس سے جمعداری کا کام لیا جاتا ہے۔ اب وہ چاندی کا ورق لگے ہوئے پر حسد کرتا ہے کہ بھئی! ہمیں تو جمعدار بنا دیا گیا، اور مربۂ آملہ کو مفتی اعظم اور وزیر اعظم کھا رہے ہیں، اور آملہ جو مربہ بنا ہوا ہے وہ شیشے میں ہے اور میں ٹین کے کنستر میں ہوں، مربہ پر چاندی کا ورق لگایا جاتا ہے اور میرے منہ پر

جھاڑو مارتے ہیں اور کنستر میں رکھتے ہیں۔ تو یہ حسد جو ہے یہ بے وقوفی والا مرض ہے۔

تربیتِ اہل اللہ کی اہمیت

کیا کہیں! عجیب معاملہ ہے، تربیت بہت بڑی نعمت ہے، کم علم تربیت یافتہ لوگوں سے اُمت کو زیادہ فائدہ پہنچا ہے اور عدمِ تربیت سے بڑے بڑے قابل علماء سے کم فائدہ پہنچا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب بڑے عالم نہیں تھے مگر میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے تو بڑے بڑے مجددین کے پیر ہوئے یا نہیں؟ کیسے کیسے علماء کے شیخ ہوئے۔ اس لیے علمِ کتاب کے ساتھ ساتھ صحبت زیادہ ضروری ہے۔ اور ایک دلیل اور یاد کرلو کہ جب غارِ حرا میں اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ نازل ہوئی تو ایک ہی آیت تو نازل ہوئی تھی، اس سے نبوتِ کاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگئی، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابھی ایک آیت نازل ہوئی ہے جب مکمل قرآن نازل ہوگا تب یہ نبی مکمل ہوگا۔ تو جب کتاب تھوڑی نازل ہوئی جب علم تھوڑا ہے تو نبی بھی ناقص ہونا چاہیے لیکن اسی وقت سے آپ مکمل نبی بنائے گئے اور اس وقت جو صحابہ ایک آیت پر ایمان لائے تھے جب کہ پوری کتاب اللہ تئیس سال میں مکمل ہونی تھی، لیکن جو صحابہ ایک آیت پر ایمان لائے وہ اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ ہوئے اور جو تئیس برس میں کتاب مکمل ہونے پر ایمان لائے اور اس کا علم حاصل کیا ان کا علم زیادہ تھا اور سابقین کا علم ایک آیت پر تھا لیکن ان کو اللہ نے اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ فرمایا اور بعد والوں کو اَلسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ نہیں فرمایا کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائے تو معلوم ہوا کہ صحبت کی قیمت زیادہ ہے علم سے۔ یہ میں نے کہیں پڑھا نہیں ہے مگر میرے قلب کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایسے ایسے علوم عطا ہوتے ہیں۔ بس آپ لوگوں کی محبت کا اللہ تعالیٰ صلہ عطا فرمائے۔

صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت پر مفتیٔ اعظم مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد

ہر چند شغلِ درس و فتاویٰ بدیوبند
لیکن شبے بخانقہِ تھانہ خوشتر است

مدرسۂ دیوبند میں درس اور فتویٰ نویسی اپنی جگہ مگر ایک رات جو اے حکیم الامت! آپ کے پاس تھانہ بھون میں گزارتا ہوں تو فتاویٰ و درس و تدریس کا اخلاص آپ سے ملتا ہے۔ اگر اخلاص نہیں تو کچھ قبول نہیں۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ تقویٰ بغیر شیخِ کامل کے نہیں مل سکتا۔ دنیا میں جتنے بھی دینی شعبے ہیں خواہ مدارس ہوں، خواہ تبلیغ ہو، خواہ تصنیف و تعلیم ہو کسی سے تقویٰ نہیں ملے گا۔ تقویٰ ملے گا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے۔ لہٰذا اگر تقویٰ چاہتے ہو تو اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو کیوں کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ صرف متقی بندے ہی ہمارے دوست ہیں۔ لہٰذا اگر ہم سے دوستی چاہتے ہو تو ہمارے دوستوں میں رہو۔ یہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! میں تمہارے اوپر اپنی دوستی کو فرض کرتا ہوں، مستحب اور واجب نہیں، فرض کرتا ہوں۔ میری محبت کی تم قدر نہیں کرتے کہ اپنا دوست بنانے کو ہم نے تم پر فرض کر دیا۔ تقویٰ اور ولایت کُلّی متساوی ہے۔ ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے۔ متقی بنانا ہم تم پر فرض کرتے ہیں تاکہ تمہاری غلامی کے سر پر ہم اپنا تاجِ دوستی رکھ دیں لیکن یہ تاجِ دوستی کب پاؤ گے؟ جب میرے دوستوں میں رہو گے۔ دوستو! ایسے ترجمہ کم پاؤ گے۔ یہ ترجمہ عاشقانہ بھی ہے، مستانہ بھی ہے۔ یہ اللہ کی عطا ہے کہ میری زبان عشق و محبت کی ترجمان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ کا عاشقانہ ترجمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اگر تقویٰ چاہتے ہو تو وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو، اگر ہم سے دوستی چاہتے ہو تو ہمارے دوستوں میں رہو۔ دیکھا اس کا ترجمہ کتنا پیارا ہے۔ اگر تم میرے دوست بننا چاہتے ہو تو میرے

دوستوں میں رہو، یہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا ترجمہ ہے اے ایمان والو! تم پر اپنی دوستی مستحب اور واجب نہیں فرض کرتا ہوں، تم ہماری محبت کی قدر نہیں کرتے، ہم اپنا دوست بنانے کو تم پر فرض کرتے ہیں، تقویٰ اور ولایت کلی متساوی ہے۔ ہر متقی ولی ہے اور ہر ولی متقی ہے۔ تو گویا اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہوا کہ اے ایمان والو! ہم تمہاری غلامی کے سر پر اپنا تاجِ ولایت رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور تم پر متقی بننا فرض کرتے ہیں لیکن یہ تاجِ دوستی کب پاؤ گے؟ جب میرے دوستوں میں رہو گے۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ایک طریقہ اختر بتاتا ہے جس سے اللہ کی محبت بھی پیدا ہو جائے گی اور ان اعمال کی محبت بھی پیدا ہو جائے گی جن سے اللہ ملتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے محبت کرو جس سے مناسبت ہو۔ کوئی خاص شخص متعین نہیں، بس مناسبت شرط ہے۔ جس اللہ والے سے دل ملتا ہو اس سے تعلق کریں۔ دیکھیے ڈاکٹر بھی خون اس وقت چڑھاتا ہے جب خون کا گروپ مل جاتا ہے۔ بغیر گروپ ملائے ہوئے ڈاکٹر کے لیے خون چڑھانا ناجائز ہے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے ساتھ دیکھو کہ تمہارا گروپ مل رہا ہے یا نہیں؟ یعنی روحانی مناسبت ہے یا نہیں؟ روحانی مناسبت پیدا کرنے کی ایک صورت ہے کہ اس اللہ والے سے محبت کرو۔ جب محبت ہو جائے گی تو مناسبت بھی پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ نفس کی چالبازیاں اور مکاریاں اور خود فریبیاں استفادہ سے مانع ہوتی ہیں، کبھی جاہ مانع ہوتی ہے، کبھی باہ مانع ہوتی ہے۔ اللہ کے راستے میں دو ہی مشکلات ہیں: نمبر (۱) جاہ، نمبر (۲) باہ۔ کبھی تو اکڑفوں مانع ہوتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں کیوں اپنے کو مٹاؤں؟ میں تو خود بڑا مولانا ہوں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ بغیر اپنے نفس کو مٹائے ہوئے اللہ نہیں ملتا۔ اللہ کو اگر حاصل کرنا ہے تو نفس کو مٹانا پڑے گا اور یہی تعلیم پیغمبر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ سے ملنے کا کیا راستہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: دَعۡ نَفۡسَكَ وَتَعَالَ نفس کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔

سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہر انسان کا نفس بہت ہی خطرناک ہے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ان کا نفس ان کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ ان کو اپنے نفس کو مٹانا نہیں پڑتا وہ مٹے مٹائے ہوتے ہیں۔ تب ہی تو ان کو نبوت ملتی ہے۔ نبوت کسبی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص حاصل کرلے۔ نبوت وہبی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائے شاہی ہے۔ اور اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن آپ کی امت میں ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے لیکن امتی ولی اللہ کب بنے گا؟ جب کسی ولی اللہ کے ہاتھوں چڑھ جائے گا پھر اس ولی اللہ کے فیض سے ولی اللہ بن جائے گا۔ اس لیے جاہ اور باہ ان دو چیزوں کو مٹائے بغیر کسی کو اللہ نہیں مل سکتا۔ اور باہ کیا چیز ہے؟ شہوت۔ اور شہوت کیا چیز ہے؟ گناہ کا تقاضا، عورتوں اور لڑکوں کو دیکھنے کا جی چاہنا، ان کو پیار کرنا ان کو لپٹانا، چپٹانا اور ان سے منہ کالا کرنا۔

ان امراض کا علاج اللہ والوں کے پاس ہے۔ صرف کتابیں پڑھ کر اصلاح نہیں ہوسکتی۔ بہت بڑے بڑے لوگ جو علم کا پہاڑ تھے مگر گناہ نہیں چھوٹا جب تک کسی اللہ والے کا ہاتھ نہیں پکڑا۔ علم سے اگر اللہ ملتا تو شیطان بھی بہت بڑا عالم تھا یہاں تک کہ تمام پیغمبروں کی شریعتوں کے کلیات و جزئیات اسے یاد ہیں مگر علم و عمل میں فاصلے ہوتے ہیں وہ بغیر صحبت کے دور نہیں ہوتے۔ ایک صاحب ایک بزرگ کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت! اللہ والوں کی صحبت کی کیا ضرورت ہے، ہم خود کتابیں پڑھ کر اللہ والے ہوسکتے ہیں۔ فرمایا: کہ اگر کتابیں پڑھ کر اللہ والے ہوسکتے ہیں تو صحابی بن جائیے۔ کہنے لگے: صحابی بننے کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اچھا آپ تابعی ہو جائیے تو کہا کہ تابعی کے لیے ضرورت ہے صحابہ کی صحبت کی۔ فرمایا کہ اچھا آپ تبع تابعی ہو جائیے۔ کہا کہ اس کے لیے تابعی کی صحبت ضروری ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب خاموش ہوگئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں سمجھ گیا کہ اللہ والا بننے کے لیے صحبت ضروری ہے۔

عربی کی لغت کتنی وسیع ہے! صحابی کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی تھے لیکن

کیوں استعمال نہیں کیے گئے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو صحابہ کیوں فرمایا؟ تاکہ قیامت تک امت کو معلوم ہو جائے کہ دین صحبت سے پھیلا ہے۔(یہ فرماتے ہوئے حضرت مرشدی بے اختیار رونے لگے) میرے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ صحابی اللہ تعالیٰ نے اسی لیے استعمال فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نازل ہوا **اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ الخ** [۱۶۴] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ساتھیوں کو صحابی فرمایا اور امت نے بھی ان کو صحابہ کہا۔

شیخ سے مناسبت ضروری ہے

فرمایا: جب آپ نے تزکیہ اور شیخ کی ضرورت و اہمیت کو سمجھ لیا تو اس حقیقت پر بھی آپ کی نظر رہنی چاہیے کہ شیخ کے انتخاب میں جلدی نہ کی جائے بلکہ پہلے اس سے ربط و تعلق قائم کر کے مناسبت دیکھ لی جائے اور یہ معلوم کر لیا جائے کہ مزاج و طبیعت کی ہم آہنگی ہو سکے گی یا نہیں؟ جب اس حیثیت سے اطمینان ہو جائے تو بیعت کرے اس سے ان شاء اللہ! بڑا فائدہ اور نفع ہو گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی اصول تھا۔ جب تک آپ کی طبیعت سے کسی کو مناسبت نہ ہو جاتی اس وقت تک سلسلۂ بیعت میں داخل نہیں فرماتے تھے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب ڈاکٹر کسی مریض اور کمزور کو خون چڑھاتا ہے تو ہر دو خون میں مناسبت دیکھ لیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے اگر دونوں خون میں مناسبت نہیں ہو گی تو جسے خون چڑھایا جا رہا ہے اس کے لیے ضرر و نقصان کا باعث ہو گا بلکہ زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ سوچیے! جب جسمانی زندگی کے لیے مناسبت ضروری ہے تو کیا روحانی زندگی کے لیے مناسبت کی ضرورت نہیں ہو گی؟ بلکہ سچی بات یہ ہے اس زندگی کے لیے پہلی زندگی سے کہیں زیادہ مناسبت کی ضرورت ہے۔ اس لیے ایک طالبِ حق کو لازمی طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ جب کوئی ایسا مناسب شیخ مل جائے گا تو دل صاف اور بے غبار ہو گا۔

---

[۱۶۴] التوبۃ:۴۰

تحصیلِ علم کے ساتھ اہل اللہ سے تعلق

مدرسہ کا ایک بچہ تسبیح لایا اسے حضرت والا نے روزانہ ۳۰۰ بار اللہ اللہ کرنا بتا دیا۔ فرمایا کہ ہم اس کے گروہیں یہ ہمارا سب سے چھوٹا چیلا ہے۔ مشائخ پہلے طالب علم کو مرید ہونے کو منع فرماتے تھے، حضرت مولانا تھانوی نے طالب علمی کے زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی فرمایا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے، اس وقت علم حاصل کرنے میں لگے رہو۔ لیکن اب کیوں کہ فتنے کا زمانہ ہے، جو طالب علم بغیر کسی اللہ والے سے تعلق کیے ہوئے علم حاصل کرتے ہیں مدرسوں سے بالکل کورے نکلتے ہیں، کتابی علم ہوتا ہے سینے نور سے خالی ہوتے ہیں لہٰذا میرے شیخ نے اس فیصلے کو تبدیل فرمایا اور فرمایا کہ اس زمانے میں طالب علموں کو چاہیے کہ کسی اللہ والے سے بیعت ہوجائیں تاکہ علم کا نور ان کے دلوں میں اتر جائے اور عمل کی توفیق ہوجائے۔ زمانے کے ساتھ احکام بدلتے رہتے ہیں۔ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے ان طلبہ کی باتوں میں اثر ہی کچھ اور ہوجاتا ہے۔ اور جو اس زمانے میں اللہ اللہ نہیں کرتے وہ کیوں کہ خود عمل سے کورے ہوتے ہیں ان کی باتوں میں اثر بھی نہیں ہوتا۔

تعلق مع اللہ حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ زمانہ ایک رخ بہا جارہا ہے پھر زمانے کے خلاف چلنے کی قوت کیسے پیدا ہو، ایمانِ کامل کیسے حاصل ہو؟ بس اس کا ایک ہی راستہ ہے کسی اللہ والے کے پاس رہ پڑو۔ ایمان کا ادنیٰ درجہ تو ہر مومن کو حاصل ہے۔ ضرورت تو کمالِ ایمان کی ہے۔ یہ راستہ تو ولایت کا ہے، ایمان کے ادنیٰ درجہ پر قناعت کرنے کا نہیں۔ ایمان کا کمال حاصل ہوگا کسی اللہ والے کے پاس رہنے سے۔ جو لوگ ہر وقت فاسقوں اور نافرمانوں کے پاس بیٹھتے ہیں ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی ان جیسے ہی نہ ہوجائیں جیسے کوئی ناک والا نکٹوں میں چلا گیا تھا تو نکٹوں نے اسے ہی نکٹا بنا دیا۔ شور مچ گیا کہ نکٹا آگیا، نکٹا آگیا۔ نکٹوں کے پاس رہنے سے پھر وہ سوچنے لگتا ہے کہ میں ہی نکٹا ہوں اور یہ گناہ کی لذتیں

اٹھانے والے ہی صحیح ہیں۔ گھروں میں، دفتروں میں، کالجوں میں، بازاوں میں آج کل ایسے ہی نکٹے بھرے ہوئے ہیں جہاں داڑھیوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، نماز روزہ کرنے والے پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، جہاں دین اور آخرت کی بات کی تو فوراً کہا جاتا ہے کہ ہٹ جاؤ! مولوی صاحب آگئے۔ اس لیے گھروں اور دفتروں سے کسی ناک والے کے پاس کچھ دیر کے لیے آجایا کرو۔ وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہاری ناک ہی ٹھیک ہے، نکٹوں کے کہنے پر نہ جاؤ۔ اس کے پاس آنے سے نکٹوں کی صحبت کا اثر زائل ہوتا رہے گا اور تمہیں اپنی ناک کا یقین بڑھتا رہے گا۔ مخلوق کے طعن میں کیا رکھا ہے؟ مخلوق تو مٹی ہے ایک دن تم بھی نہ رہو گے وہ بھی نہ رہے گی، اس وقت تمہارا عمل ہی تمہارے کام آئے گا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے سچے اور پکے دوست بن جاؤ لیکن اللہ کی دوستی کیسے حاصل ہوگی؟ خود ہی اس کا طریقہ بھی بتاتے ہیں، فرماتے ہیں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اللہ والوں کے ساتھ رہ پڑو۔ رہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ مستقل ان کی صحبت اختیار کرو، یہ نہیں! کہ آج آگئے اس کے بعد مہینوں کو غائب ہوگئے پھر کبھی جی چاہا تو ہو آئے، نہیں بلکہ ان کے پاس جانے کا معمول بنالو۔ پابندی کے ساتھ ان کی خدمت میں رہو پھر دیکھنا اللہ کا کیسا قرب نصیب ہوتا ہے، کیسا رنگ چڑھتا ہے کہ پھر کوئی رنگ تم پر نہیں چڑھ سکتا۔ گہرا رنگ نصیب ہو جائے گا، گہرے رنگ پر کوئی رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ ہلکے رنگ پر کوئی رنگ چڑھا لو۔ اللہ والے جتنے بھی ہیں وہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے بنے ہیں۔ صحبت کی برکت سے ایسی استقامت نصیب ہو جاتی ہے کہ دنیا بھر کی طاقتیں چاہیں کہ یہ اللہ کو چھوڑ دے، کفر کے تمام ممالک ایٹم بم کی قوت لگا دیں، یہ اپنے جسم کے پرخچے اڑا دے گا لیکن اللہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جو اللہ والوں کے پاس نہیں رہتے، چاہے خود اپنے طور پر عبادت بھی کرتے ہوں مگر انہیں استقامت نصیب نہیں ہوتی کیوں کہ بغیر صحبت کے اللہ کی محبت دل میں نہیں آسکتی اور بغیر محبت کے استقامت نصیب نہیں ہوتی کیوں کہ بغیر صحبت کے اللہ کی محبت دل میں پوری نہیں آسکتی اور بغیر محبت کے استقامت سخت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ پرتاب گڑھ میں، میں نے ایک صاحب کو دیکھا ہے ان کا ایک رکوع اتنی دیر کا ہوتا تھا کہ ہم چار رکعات پڑھ لیں۔ چہرہ داڑھی سے بھرا

ہوا تھا، سالوں تک ایسی نمازیں پڑھتے رہے پھر جو دیکھا تو داڑھی صاف تھی اور نمازیں غائب ہو گئیں۔ معلوم ہوا کہ داڑھی اس لیے رکھی ہوئی تھی کہ ایک گال پچکا ہوا تھا اور نماز اس لیے پڑھتے تھے کہ صحت خراب تھی۔ جب اللہ نے صحت دے دی سارے اعمال چھوٹ گئے۔ افسوس! کہ گال کے لیے نماز پڑھتا تھا۔ کسی اللہ والے کی صحبت مل جاتی تو اللہ کے لیے پڑھتا۔

نفعِ کامل کے لیے شیخ کی صحبت میں طویل مدت رہنا ضروری ہے

عرض کیا کہ حضرت کے پاس آکر تعلق مع اللہ اور قرب میں ترقی معلوم ہوتی ہے اور الگ ہوئے جب کچھ دن ہو جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالت خراب ہو گئی اور تعلق مع اللہ میں کمی ہو گئی۔ فرمایا کہ یہ دلیل ہے آپ کے صحیح راستے پر ہونے کی، شروع میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ مربی کی صحبت میں روح میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور دوری سے وہ حرارت کم ہو جاتی ہے ایک عرصہ تک ایسا ہی چلتا ہے پھر اس کی جان میں خود حرارت آجاتی ہے پھر اس کی جان میں خود چراغ جل جاتا ہے کہ بغیر صحبت کے بھی قرب محسوس کرتا ہے اور شیخ سے دوری سے بھی اس حرارتِ قرب میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن اس کے لیے ؎

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

طویل سفر چاہیے کہ خامی پختہ ہو جائے۔ سفر سے مراد سفر باطنی ہے سلوک طے کرنے سے مراد ہے ایک عمر چاہیے، ایک دو دن کی بات نہیں۔ ایک عمر کسی اللہ والے کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔

شیخ کی تربیت کی مثال

ارشاد فرمایا کہ وضو کرتے وقت ابھی ایک بات اللہ نے دل میں ڈالی کہ جو چیز وقت پر آتی ہے وہ خاص دستر خوان کے لیے آتی ہے۔ یہ اللہ کے قرب اور نعمت کا دستر خوان ہے۔ آپ لوگوں کی روح کی تربیت کے لیے اللہ میاں نعمتیں بھیجتے ہیں۔ جس

کی نشوونما کے لیے تربیت کی ایک مدت شریعت نے مقرر کی ہے۔ دو سال تک بچہ صرف ماں کا دودھ پیتا ہے۔ دو سال تک ماں دودھ پلا سکتی ہے، جس ماں کے دودھ نہ ہو اور اس کو باہر کا دودھ پلایا جائے تو اس کی صحت عمدہ نہیں ہو پاتی۔ اس بچے کے ہاتھ پاؤں کمزور رہتے ہیں۔ جسم کی ایسی نشوونما نہیں ہو پاتی جیسی کہ ماں کے دودھ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح شیخ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ دودھ ہے جو طالبین کی روحوں کو طاقت دیتا ہے، ان ہی الفاظ سے طالبین کی روحوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اگرچہ آج محسوس نہ ہو رہا ہو لیکن دودھ اپنا کام کرتا ہے۔ بچے کو کب معلوم ہوتا ہے کہ ماں جو مجھے دودھ پلا رہی ہے اس سے میرے جسم کو کیا نفع ہو رہا ہے؟ اسے تو کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن جسم اسی دودھ سے نشوونما پاتا ہے۔ ماں جانتی ہے کہ دودھ کیا کام کر رہا ہے اس لیے وقتوں پر پلاتی رہتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کے ایک خلیفہ حضرت مفتی محمود صاحب نے میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ میرے متعلق فرما رہے تھے کہ اگر یہ میرے پاس ہوتے تو میں ان کو دودھ پلاتا۔ دودھ سے مراد علمِ دین ہے۔ خواب میں دودھ دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ علمِ دین حاصل ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے آپ کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بڑی روحانی ترقی حاصل ہو گی۔ خواب میں جو حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ میں ان کو دودھ پلاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان کی تربیت کرتا۔ لیکن وہ حضرت شیخ سے بیعت ہو گئے۔ مجددِ وقت سے فیض لینا ان کے حصہ میں نہ تھا۔ جس کو جہاں سے حصہ ملنا ہوتا ہے وہ وہیں جاتا ہے۔ سب انتظامات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

خیر! شیخ کے منہ سے نکلی ہوئی بات میں طاقت کچھ اور ہو گی۔ حدیث کی شرح کتابوں میں پڑھ آؤ، قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ پڑھ آؤ، لیکن وہی بات شیخ کے منہ سے نکلے گی تو اس میں طاقت ہی کچھ اور ہو گی۔ اس راستے میں صرف پڑھنے پڑھانے سے کام نہیں بنتا۔ تربیت کسی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت یہی ہے۔ جو بچہ جس ماں کا ہوتا ہے اسی کے دودھ سے نفع کامل ہو گا کسی اور کے دودھ سے اس کی

صحت عمدہ نہیں ہو پائے گی۔ ہاتھ پاؤں کمزور رہیں گے۔ اسی طرح جس کی روح کو جس شیخ سے مناسبت ہو گی اس کو وہی کامل نفع ہو گا ورنہ نسبتِ کاملہ حاصل نہیں ہو گی۔ جو لوگ سلوک میں قدم رکھتے ہیں یہ ان کا زمانۂ رضاعت ہے۔ ایک دو دن کا کام نہیں ہے اور نہ ہر ایک کے لیے ایک ہی مدت ہے۔ ہر ایک کی مدت اس کی حالت کے مطابق الگ ہوتی ہے۔ بعض کی مدتِ رضاعت جلد ختم ہو جاتی ہے، بعض کی دیر میں۔

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مدت کسی اللہ والے کے پاس رہ لو، مجاہدات کر لو، اپنے نفس کو مٹالو ایک عرصہ تک یہ محنت کرنی پڑے گی پھر یہ رضاعت کا زمانہ ختم ہو جائے گا، پھر صاحبِ اولاد ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ بچہ ہمیشہ بچہ تھوڑی رہتا ہے، کبھی باپ بھی بنتا ہے۔ پھر تم میں دوسروں کو اللہ والا بنانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی، پھر تمہاری نسبت تم تک محدود نہ رہے گی بلکہ متعدی ہو جائے گی۔ تمہیں دیکھ کر دوسرے اللہ والے بنیں گے جیسے گوشت کے قیمہ کو ایک وقت تک کوٹا پیسا جاتا ہے۔ پھر کباب کو جب آنچ پر رکھا جاتا ہے تو اس کی خوشبو سے کافروں کے دل میں بھی ایمان آنے لگتا ہے کہ گائے کا کباب ایسا ہوتا ہے تو لاؤ میں بھی کلمہ پڑھتا ہوں۔ اسی طرح جب کوئی اللہ کے راستے میں کسی کی راہ بری میں خوب مجاہدہ کرتا ہے تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو اڑا دیتے ہیں، جس سے اس اللہ والے کو دیکھ کر کافروں کے دلوں میں ایمان آتا ہے۔ جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو اسے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہو گیا۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب جو حضرت تھانوی کے بہت چہیتے خلیفہ تھے حضرت کے عاشق تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے دریافت کیا کہ جب آدمی صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے تو کیا اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہو گیا؟ حضرت نے فرمایا کہ ہاں! جب بچہ بالغ ہوتا ہے تو کیا اسے معلوم نہیں ہو جاتا کہ آج میں بالغ ہو گیا یا وہ کسی سے پوچھنے جاتا ہے کہ میں بالغ ہوا یا نہیں؟ اس کی رگ رگ کا جوش اور طاقت اسے خود بتا دیتی ہے کہ آج تو بالغ ہو گیا۔

نسبت کے معنٰی اصطلاحِ صوفیا میں یہ ہیں کہ بندے کی روح کا اللہ سے اور اللہ کا بندہ سے قوی رابطہ ہو جائے۔ کبھی نسبت یک طرفہ ہوتی ہے کہ بندے کا اللہ سے رابطہ ہو لیکن اللہ کا بندے سے نہ ہو۔ جیسے بدعتی پیر ہیں کہ محنت اور مجاہدات بھی کرتے ہیں لیکن قرب نصیب نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنے آپ کو اللہ کا ولی سمجھتے ہیں اور اللہ کے یہاں اولیاء کے گروہ میں ان کا نام نہیں ہوتا کیوں کہ اللہ کا ولی ہونے کے لیے تو اتباعِ سنت اور نافرمانیوں سے پرہیز ضروری ہے، صرف ذکر اور مجاہدوں سے کیا ہوتا ہے، وہ یہ مجاہدے تو کرتے ہیں ذکر بھی کرتے ہیں لیکن دوسرے گناہوں میں مبتلا ہیں، سنت کے مطابق زندگی نہیں پھر ان کو قرب کیسے حاصل ہوگا؟ ان کا حال بالکل ایسا ہے جیسا مولانا رومی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کہتا پھرتا تھا کہ میری بادشاہ کی لڑکی سے شادی ہو رہی ہے جب کہ بادشاہ کو محل میں اس کی خبر بھی نہیں تھی۔

خانۂ داماد پُر از شور و شر
خانۂ دختر نبودے زاں خبر

ایسے ہی یہ بدعتی شور مچاتے ہیں کہ ہم اللہ کے ولی ہیں لیکن اولیاء کے گروہ میں ان کا نام نہیں ہوتا۔ مجنوں بنے پھرتے ہیں اور لیلٰی کے یہاں مجنوں کی فہرست میں ان کا نام نہیں ہے۔ اللہ کا شکر کرو کہ کسی ایسے کے چکر میں نہیں آگئے ورنہ عمر بھر خاک چھانتے اور کچھ حاصل نہ ہوتا۔

بچوں کی ابتدا کے زمانے میں ماں کا دودھ ہی کام کرتا ہے۔ اسی سے نشوونما ہوتی ہے۔ چاہے پھر پہلوان بن جاؤ، پانچ فٹ دس انچ کا قد ہو جائے پھر ماں کے دودھ کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ماں کے سامنے وہ گردن کو نہیں اٹھا سکتا کہ اس کے دودھ سے ہی تو یہ قد پانچ فٹ کا ہوا ہے۔ اسی طرح نسبت مع اللہ حاصل کرنے کے بعد شیخ کے پاس رہنے کی ضرورت نہیں رہتی، اس کی روح میں خود چراغ جل جاتا ہے، اسے بغیر شیخ کے بھی ہر وقت اللہ کا قرب حاصل رہتا ہے لیکن شیخ کے آگے کندھوں کو جھکائے رکھنا پڑے گا کیوں کہ اس کی تربیت ہی سے تو یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ بس چند روز محنت کرنی

ہے اس کے بعد ولایت نصیب ہو جائے گی۔ وہاں سب لکھا ہوا ہے کہ فلاں سال فلاں فلاں دن فلاں بج کر فلاں منٹ پر اس کو ولی بناؤں گا۔ لیکن یہ نیت کرنا کہ میں شیخ بن جاؤں یا خلیفہ بن جاؤں یہ اللہ کے راستہ کا حجاب ہے۔ اگر یہ تمنا دل میں آئے تو اللہ سے دوری ہو جائے گی۔ مقصود صرف اللہ ہونا چاہیے کہ اے اللہ! آپ مل جائیں۔ اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمیں چاہ رہا ہے یا خود کو چاہ رہا ہے کہ میں شیخ بن جاؤں۔ جہاں اللہ کے علاوہ کسی غیر کو چاہا دوری ہو گئی۔ اللہ میاں کی نظر سے نظر ملی رہے کہ وہ کس بات سے خوش ہوتے ہیں اور کس بات سے ناراض ہوتے ہیں؟ خدا کے علاوہ کسی اور چیز کی تمنا اخلاص کے درخت میں گھن لگادے گی۔ جیسے آم کی ٹہنی نیم کے درخت کی ٹہنی سے مل جائے تو سارا آم کڑوا ہو جائے گا۔

صحبتِ شیخ کی برکات

ایک زمانہ محنت کرلو، پھر ہنسنا ہی ہنسنا ہے، بس تھوڑے دن کی محنت ہے مگر اس محنت میں صحبتِ شیخ بہت اہم ہے۔ اللہ کا دستور یہی چلا آرہا ہے کہ جو بچہ باپ کے ساتھ زیادہ رہتا ہے تو باپ کے خصائل اس میں منتقل ہو جاتے ہیں اور وہ باپ ہی کی طرح بولنے لگتا ہے، اور جو بیٹے دور دور رہتے ہیں ان میں وہ بات پیدا نہیں ہوتی اگرچہ خون اسی کا ہے، لیکن آپ دیکھیں گے کہ باپ کے وہ خصائل ان میں نہیں آئیں گے جو رات دن باپ کے ساتھ رہنے والے میں ہیں۔ تو جو شیخ کے ساتھ سفر حضر میں رہتا ہے اس کی گفتگو یہاں تک کہ اس کا چہرہ تک بدل جاتا ہے۔ بعض ایسے مرید ہوئے ہیں کہ ان کا چہرہ بھی شیخ جیسا ہی ہو گیا۔

حصولِ تقویٰ کے لیے صحبتِ اہلِ تقویٰ فرض ہے

جنازے کی نماز فرضِ کفایہ ہے، اگر کچھ لوگ پڑھ لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے، ایسے ہی عالم اور حافظ ہونا فرضِ کفایہ ہے۔ مگر ہر مومن کو خواہ عالم ہو یا حافظ ہو یا غیر عالم ہو، متقی ہونا فرضِ عین ہے۔ اگر وہ متقی نہیں ہے تو فاسقوں کے رجسٹر

میں ہے، چاہے اس کے سینے میں علم کا سمندر ہی کیوں نہ ہو، تقویٰ کی برکت سے وہ قلندر ہوگا اور قسمت کا سکندر ہوگا ورنہ نفس کا غلام بن کر بندر ہوگا، کیوں کہ علم پر عمل کرنا آسان نہیں ہے جب تک کہ اہلِ عمل کی صحبت نصیب نہ ہو۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی تھی، جب تھانہ بھون گیا، حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور انہوں نے اللہ اللہ سکھایا تو اس کی برکت سے میں تہجد گزار ہوگیا۔ عادت اللہ یہی ہے کہ نیک عمل کی توفیق اور نافرمانی سے بچنا بغیر اہلِ تقویٰ اور اللہ والوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس دو عالم لاؤ، دونوں قابل ہوں، بہت بڑے شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث ہوں، ان دونوں میں ایک صحبت یافتہ ہو اور ایک بزرگ کا تربیت یافتہ نہ ہو اور مجھے نہ بتایا جائے، میں پانچ منٹ میں دونوں سے گفتگو کرکے بتادوں گا کہ یہ شخص اللہ والوں کا تربیت یافتہ ہے اور یہ شخص خالی کتب بینی کرتا ہے مگر تربیت یافتہ نہیں ہے۔

صحبت یافتہ اور غیر صحبت یافتہ کی ایک عجیب مثال

اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی جو میں نے الٰہ آباد میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب، علمائے ندوہ اور مولانا مجیب اللہ ندوی جامعۃ الارشاد کے مہتمم کے سامنے عرض کی کہ ایک درخت سے دو آملے گرے، ایک آملہ حلوائی اٹھا کر لے گیا اور اس سے کہا کہ ہم آپ کا مربّہ بنائیں گے، اس نے پوچھا کہ کیسے بناؤ گے؟ حلوائی نے کہا کہ ہم سوئی چبھوئیں گے اور تمہارا گندا، کسیلا اور رذیل پانی نکالیں گے، پھر تم کو چونے کے پانی سے دھو کر پانی میں جوش دیں گے یہاں تک کہ تمہارا کلیجہ تک پک جائے گا، پھر شیرہ میں ڈالیں گے تو تمہارا نام ہوگا "مربۂ آملہ" اور تم شیشے کے مرتبان میں رکھے جاؤ گے، اور پھر جب کوئی دل کا مریض ہوگا چاہے مفتی اعظم ہو یا وزیر اعظم ہو تو طبیب اس کو لکھے گا کہ "مربۂ آملہ گرفتہ از آبِ گرم شستہ ورق نقرہ پیچیدہ" اور آملہ پر چاندی کا ورق بھی لگادو اور نہار منہ وزیر اعظم و مفتی اعظم بخورند۔ تو مربّہ بننے کے بعد

آملہ کو کتنی عزت ملی! لیکن اختر اعلان کرتا ہے، للکارتا ہے، چیلنج کرتا ہے کہ دنیا میں کوئی مربّہ ایسا نہیں جس کا کوئی مربی نہ ہو، آپ ذرا دکاندار سے کہہ کر دیکھیں کہ مجھے آملہ کا وہ مربّہ دو جس کا کوئی مربی نہ ہو۔

آہ! میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم مجھے رکشہ میں لے کر ایک حکیم صاحب کی عیادت کے لیے ہردوئی گئے، وہاں دو مکان تھے: ایک مکان کے سامنے جہاں مالی تھا وہاں گلاب اور چنبیلی کے پھول قطار سے لگے ہوئے تھے اور بہترین صفائی ستھرائی تھی اور دوسرے مکان کے سامنے گدھے کی لید، گھوڑے کی لید اور بہت سی غلاظتیں تھیں تو میرے شیخ نے فرمایا کہ دیکھو جہاں مالی ہے وہ مکان کیسا صاف ستھرا ہے اور پھول بھی نظر آرہے ہیں اور جہاں مالی نہیں ہے وہاں گدھوں، گھوڑوں اور کتوں کا پاخانہ پڑا ہوا ہے اور پھول کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ جس کے دل پر کوئی اللہ والا مالی ہوتا ہے، باغبان ہوتا ہے، مربی ہوتا ہے اس کے دل کو بُری بُری گندی خواہشات سے پاکی نصیب ہوتی ہے، گھوڑے، گدھے کی لید کے اخلاقِ رذیلہ وہاں نہیں رہتے اور اللہ پاک کی محبت اور خشیت اور تقویٰ کے پھول نظر آتے ہیں اور اللہ کی ولایت اور دوستی کا باغ نظر آتا ہے، اور جس کے دل کی زمین پر کوئی مربی نہیں ہوتا اس کا یہی حشر ہوتا ہے جیسا اس زمین کا ہے جس کا کوئی مالی نہیں ہے، وہاں کانٹے پڑے ہوئے ہیں اور گدھے، گھوڑے اور کتے کے پاخانے اور گندگی پڑی ہوئی ہے۔

تو ایک آملہ جو تربیت کی برکت سے مربّہ بنا اس کی قیمت کتنی بڑھ گئی! اور اس کے رکھنے کی جگہ بھی شیشہ کا شاندار مرتبان بنا۔ اب دوسرے آملہ کا حال سنو۔ اس نے کہا کہ مجھ سے پیروں کے یہ ناز و نخرے برداشت نہیں ہوتے، مجھے آزادی پسند ہے، میں پیری مریدی کا قائل نہیں ہوں، مجھے مربی وربی نہیں چاہیے، میں مربّہ بنوں یا نہ بنوں، مجھ کو آزادی محبوب ہے۔ تو وہ آملہ جو درخت سے ہرا ہرا گرا تھا سورج کی شعاعوں سے اس کا منہ کالا ہو گیا، سائز میں بھی سکڑ کر چھوٹا ہو گیا، صورتاً و سیرتاً تباہ

وبرباد ہوگیا، پھر کوئی حلوائی اس کو مربّہ بنانے نہیں لے گیا، البتہ وہاں ایک ہندو بنیا آیا اور جتنے سوکھے ہوئے بے تربیت آملے پڑے تھے ان کے منہ پر جھاڑو مارتا ہے اور بورے میں بھر لیتا ہے اور لے جا کر دکان میں رکھتا ہے پھر اس کو کوٹ کر کنستر میں بھرتا ہے۔ مربّہ آملہ شیشے کے مرتبان میں ہے اور یہ ٹین کے کنستر میں ہے۔ اس کے بعد جب کسی کو پاخانہ نہیں ہوتا تب حکیم اس کو لکھتا ہے کہ سفوف ترپھلہ یعنی آملہ بقدرِ کف دست یعنی جتنا ہاتھ میں آئے بوقت خواب از آب گرم بخورند گرم پانی سے کھالے تو پاخانہ صاف ہوجائے گا۔ تو تربیت نہ کرانے سے اس کو بھنگی اور جمعداری یعنی پاخانہ دھکیلنے کا کام دیا گیا اور وہ دافعِ قبض ہوا، اور وہ مربّہ آملہ دل کی طاقت کے لیے کام آیا تو دونوں میں کتنا فرق ہوگیا۔

تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تزکیۂ نفس کو فرض فرمادیا۔ اور تزکیہ فعلِ متعدی ہے، انسان خود سے تزکیہ نہیں کرسکتا، تزکیہ کرانے کے لیے کوئی مزکّی ہونا چاہیے جیسے دنیا میں ایسا کوئی مربّہ نہیں جس کا کوئی مربی نہ ہو، ایسے ہی بغیر بزرگوں اور اللہ والوں کے اصلاحِ نفس نہیں ہوتی چاہے وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو!۔

میں آپ لوگوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر ہے جو ہزار مریضوں کے گردوں کی پتھری نکال چکا ہو لیکن وہی ڈاکٹر جس سے ہزاروں مریض اچھے ہوگئے اس کے گردے میں پتھری ہے وہ اپنی پتھری خود کیوں نہیں نکال سکا کیوں کہ ڈاکٹر اپنے کو بے ہوش تو کرسکتا ہے مگر بے ہوشی کے بعد پھر چاقو چلا کر پیٹ پھاڑ کر گردوں سے پتھری کیسے نکال سکتا ہے؟ اس لیے عالم اصلاح کے لیے دوسروں کا محتاج ہے کیوں کہ اگر اس کے اندر تکبر کی بیماری ہے یا حسینوں سے نظر بازی کی بیماری ہے یا گناہ کی کوئی اور عادت ہے تو وہ خود اپنی بیماری کا علاج نہیں کرسکتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ قاعدہ کلیہ ہے رَأْیُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔

آپ تاریخ دیکھ لیجیے! بڑے بڑے علماء نے اپنی اصلاح کے لیے اللہ والوں سے رجوع کیا ہے۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ دیوبند کا علم کتنا تھا،

مولانا رشید احمد گنگوہی قطب العالم ”بخاری شریف“ پڑھایا کرتے تھے، ان کا علم کتنا تھا مگر اپنے علم سے اپنی اصلاح نہ کر سکے، دونوں نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا پیر بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

صحبتِ اہل اللہ کا فیض

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اور مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے پاس علم تو تھا مگر برکت اور آسمانی واردات سے ہم لوگ محروم تھے، صرف کتب بینی تھی، مگر جب حاجی صاحب کی زیارت سے قطب بینی کی اور ان کی محبت اور ان کی صحبت نصیب ہوئی تو آسمان سے علوم آنے لگے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اور پھر فرمایا کہ جب ہم عالم ہو کر مدرسوں سے نکلے تھے تو ہماری تقریریں ہوتی تھیں مگر ان میں اثر نہ تھا، دردِ دل نہ تھا، زبان میں وہ تاثیر نہ تھی، ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہ تھا مگر حاجی صاحب سے تعلق کے بعد اللہ نے اس قدر اثر ڈالا کہ حضرت حاجی صاحب کی برکت سے جہاں بھی تقریر ہوتی تھی تو اتنے علوم وارد ہوتے تھے کہ بڑے بڑے وکیل اور بیرسٹر اور جج کہتے تھے کہ اس کو کس نے مولوی بنا دیا! یہ ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ اگر یہ جج یا بیرسٹر ہوتا تو عدالت کو ہلا کر رکھ دیتا۔ کانپور میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سن کر ایک فارسی داں بڈھے بیرسٹر نے پوچھا۔

تو مجمل از جمال کیستی
تو مکمل از کمال کیستی

تجھ کو یہ جمالِ علم کہاں سے حاصل ہوا؟ تجھ کو یہ کمالِ علم کہاں سے حاصل ہوا کہ زبانی ایسے ایسے دلائل دیے؟ تو حکیم الامت نے جواب دیا۔

من مجمل از جمالِ حاجیم
من مکمل از کمالِ حاجیم

میں حاجی امداداللہ کے جمال سے مجمل ہوا ہوں اور حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں یہ کمال مجھ کو عطا ہوا ہے۔

میرے شیخ و مرشد مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کانپور میں بیان ہو رہا تھا اور اس بیان میں، میں بحیثیت سامع کے موجود تھا۔ میری اس روایت میں جو آپ کی اس مسجد میں اختر پیش کر رہا ہے صرف شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں جن کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور جن کو حکیم الامت خط میں محبی و محبوبی شاہ عبدالغنی لکھتے تھے۔ حکیم الامت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے تھے کہ آپ حاملِ علومِ ولایت اور حاملِ علوم نبوت ہیں۔ انہوں نے یہ روایت مجھ سے کی کہ میں اس مسجد میں سامع تھا، حکیم الامت کا بیان ہو رہا تھا، مضامین کے واردات عجیب و غریب تھے اتنے میں حضرت نے چیخ ماری حالاں کہ حکیم الامت غالب علی الاحوالِ تھے، ان میں مغلوبیت نہیں تھی مگر کبھی کبھی کاملین بھی مغلوب الحال ہو جاتے ہیں، تو حضرت نے چیخ ماری اور کہا: ہائے امداد اللہ! اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ آہ! میرے شیخ نے فرمایا کہ اس وقت سارا مجمع رو رہا تھا۔ بعد میں کسی نے پوچھا کہ حضرت! آج کیا بات ہو گئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اتنے علوم وارد ہو رہے تھے کہ ہم سوچتے تھے کہ پہلے کیا بیان کریں اور بعد میں کیا بیان کریں؟ ترتیب میں ہمارے لیے مشکل پیدا ہو گئی تھی، علوم کی مسلسل بارش ہو رہی تھی حالاں کہ حاجی صاحب سے تعلق سے پہلے یہ بات نہیں تھی، جب حاجی صاحب سے بیعت ہوا اس کے بعد سے علوم کی بارش عطا ہوئی تو جس کا احسان ہے اس محسن کو کیوں نہ یاد کروں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ مبارک

تو دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختر سے براہِ راست نقل کیا اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ہندوستان میں نقشبندیہ

سلسلہ میں ان سے اتنا زیادہ تعلق مع اللہ کسی اور کا نہیں ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے مدرسہ کے طالب علمو! اور اے مدرسہ کے فارغین علماء! درسِ نظامی سے فارغ ہو کر کسی اللہ والے کی صحبت میں چھ مہینے گزار لو، پھر تمہارا جتنا علم ہے اس میں رس آجائے گا ورنہ گولہ تو رہے گا رس نہیں رہے گا، جب دردِ دل حاصل ہو جائے گا پھر تمہارا منبر، منبر ہو گا، تمہارا سجدہ، سجدہ ہو گا، تمہاری تلاوت، تلاوت ہو گی ورنہ روحانیت نہیں رہے گی۔

شریعت و طریقت کی تفہیم ایک مثال سے

شریعت اسٹرکچر ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت و خشیت اس کی فنشنگ ہے، شریعت کا علم صورتِ کباب ہے بغیر تلے ہوئے کچے کباب کے مانند ہے اور طریقت کیا ہے کہ اس کچے کباب کو اللہ کے عشق میں جلا بھنا کر گرما گرم کر دو، تیز آگ لگاؤ اور کڑھائی میں سرسوں کا تیل ڈالو اور کچے کباب کو تل دو تو اتنی دور تک خوشبو جائے گی کہ ہندو بھی گزرے گا تو وہ بھی کہے گا کہ ''بوئے کباب مارا مسلمان کرد'' اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مسلمان کر دیا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک ہندو لڑکا مسلمان ہو گیا جو توتلا تھا۔ تو میرے شیخ نے فرمایا کہ ہندو چوں کہ گائے کا گوشت نہیں کھاتے، گائے کو وہ ماں کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ لحمِ مادر نہیں کھاسکتے اور گائے کا کباب زیادہ اچھا ہوتا ہے بکرے کے کباب سے۔ تو کہیں سے دعوت آئی اور کسی نے طلبہ کے لیے گرما گرم کباب بھیجے تو اس نو مسلم ہندو لڑکے نے زندگی میں پہلی دفعہ گائے کا گرما گرم خوشبودار تلا ہوا کباب کھایا تو وہ ظالم کہنے لگا کہ آہ! کیا مزہ ہے مسلمانوں کے پاس۔ الحمد للہ! کہ میں مسلمان ہو گیا۔ اب کئی دن گزر گئے اور کہیں سے دعوت نہیں آئی تو اسے کباب کی یاد ستانے لگی کہ پھر کب دعوت آئے گی؟ تو وہ اپنے طالب علم ساتھیوں سے توتلی زبان میں کہتا تھا کہ ٹٹبیہ ہی لیے پھرٹ ہو یا کہوں دعوٹ وعوٹ بھی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن اس زبان کو سمجھ سکتے ہیں اعظم گڑھ کی۔ جونپور کی زبان میں وہ کہتا تھا

کہ کتاب ہی لیے پھرتے ہو یا کہیں دعوت وعوت بھی ہے۔ کباب کب ملے گا؟ تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ علم کباب ہے مگر کچے کباب کی ٹکیہ ہے بِجَمِیْعِ اَجْزَاءِہٖ وہ کباب ہے، سارا قیمہ پسا ہوا ہے، بڑی الائچی، چھوٹی الائچی، لونگ جتنے اجزا شامی کباب میں ہوتے ہیں سب ہیں مگر تلا نہیں گیا، اب اس کباب کو جو کھائے گا تھوکے گا۔ آج لوگوں کو یہی شکایت ہے کہ میاں! مولویوں کی کون سنے ان کے پاس کوئی مزہ نہیں ہے یہ کچے کباب ہیں، لیکن اگر اسی کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر اور سرسوں کا تیل ڈال کر نیچے آگ جلاؤ اور کباب تل کے گرما گرم سرخ ہو جائے پھر دیکھو! وہ کیسے مست کرتا ہے۔ اب کون ظالم ہے جو وہاں سے گزر جائے اور کھائے نہیں، کھائے گا نہیں تو کم از کم سونگھ تولے گا اور واہ رے کباب واہ رے کباب! کرتا رہے گا۔

تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ جو عالم مجاہدہ نہیں کرتا، گناہوں سے نہیں بچتا، حسینوں سے نہیں بچتا، ہر کالی گوری پر نظر ڈالتا ہے اور تقویٰ سے نہیں رہتا تو اس عالم کے علم کا کباب کچا رہتا ہے، اس میں خوشبو نہیں ہوتی، اور جو اللہ کے عشق میں تقویٰ سے رہتا ہے اور اللہ کے خوف میں اپنی بُری خواہشات کو جلا دیتا ہے تو اس کا دل شامی کباب بن جاتا ہے اس کی گفتگو میں بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ بتاؤ کیسی سادہ بات ہے! اب آپ ایک اشکال کریں گے کہ تم آخر میں کباب کہتے ہو شروع میں کباب نہیں کہتے تو میں تَرَقِّیْ مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی کرتا ہوں، چوں کہ مجھے کباب سے مناسبت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کا دل جلا بھنا ہو گا اس کو کباب پسند ہو گا، جو بھی حرام خواہشات کو جلائے گا تو اس کا دل جلا بھنا کباب ہو گا تو اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ تو اس کو کباب کی طرف فطرتاً میلان ہو گا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کباب کا وزن شباب سے ملتا ہے۔ مدینہ شریف میں ایک ڈاکٹر نے مجھ کو کباب کھلایا، میں نے کہا کہ بھئی! تمہارے کباب میں بہت مزہ آیا۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی جیسے شباب کی لذت

تو ڈاکٹر نے کہا کہ آج تک میرے کباب کی ایسی تعریف کسی نے نہیں کی۔ لیکن دل جلا بھنا کباب کیسے بنے گا؟ جیسے جب تک مربی نہ ہو کوئی مربّہ نہیں بنتا، ایسے ہی دل کو جلا بھنا کباب بنانے کے لیے کسی جلے بھنے دل والے کی صحبت ضروری ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وہ سلسلۂ قادریہ کے بانی تھے اور سارے عالم کے علماء ان کو بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا۔ اور یہ مشورہ سنانے والا کون ہے؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن سے بڑے بڑے علمائے ندوہ دعائیں لینے آتے تھے، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا علی میاں ندوی جیسے اکابر علماء کو میں نے دیکھا کہ ان کے بستر کے ساتھ بستر لگائے ان سے دعا کی درخواست کرنے آئے تھے اور وہیں میری ''مثنوی'' کے درس کے لیے ان دونوں بزرگوں نے فرمایش کی کہ اختر کراچی سے آیا ہے ''مثنوی'' کا شارح ہے، آج ہم لوگ ''مثنوی'' کا درس سننا چاہتے ہیں تو مولانا شاہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ بڑے لوگ ہیں آج تم ''درسِ مثنوی'' سنادو تو میں نے اللہ کے نام کے ساتھ ان حضرات کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔

خواہشاتِ نفسانیہ سے بچنے کا طریقہ

مولانا رومی کا ایک شعر یاد آگیا کہ نفس کی خواہشات سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

نفس نتواں کشت الّا ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش راسخت گیر

نفس مر نہیں سکتا جب تک کسی شیخِ کامل اور ولیِ کامل کا سایہ نہیں پڑے گا۔ اس کی صحبت نصیب نہیں ہوگی۔ لہٰذا اللہ والوں کے دامن کو مضبوط پکڑلو۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر پڑھا یا تو فرمایا کہ اللہ والوں کے دامن کو مضبوط پکڑنے کا

کیوں حکم دیا؟ تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب شیخ انڈا کھلائے گا، چائے پلائے گا، حلوہ کھلائے گا تو کہے گا کہ ارے! ہمارا شیخ بڑا پیارا ہے، اور جس دن کسی غلطی پر ڈانٹ لگائے گا تو کہے گا کہ یار! کیا کہیں! بڑے کڑیل شیخ سے پالا پڑا ہے، بڑا جلّادی معلوم ہوتا ہے، دیکھو تو! کیسے گرمی دِکھا رہا ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ جب شیخ کا دامن مضبوط پکڑو گے تو استقامت کے ساتھ رہو گے کیوں کہ وہ کبھی آپریشن بھی کرسکتا ہے۔

ایک صاحب حکیم الامت کی خدمت میں گئے اور کچھ دن بعد سب کو ڈانٹنا شروع کردیا۔ حضرت سمجھ گئے کہ اس کے دماغ میں تکبر ہے۔ یہ یہاں آکر خود مولانا اشرف علی بن گیا۔ سب کو ڈانٹ رہا ہے کہ یہ لوٹا یہاں کیوں رکھا اور تم نے یہاں ایسا کیوں کردیا؟ ایک دن حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم یہاں مریض کی حیثیت سے آئے ہو یا ڈاکٹر کی حیثیت سے؟ خود سب کے ڈاکٹر بنے ہوئے ہو تمہارے مزاج میں تکبر معلوم ہوتا ہے لہٰذا اب تم ذکر ملتوی کردو۔ ذکر کے لیے میں ترک کا لفظ نہیں کہوں گا کیوں کہ ادب کے خلاف ہے۔ تمہارا معدہ جو ہے وہ حلوہ کے قابل نہیں ہے تمہیں قے ہو رہی ہے صفراء ہے لہٰذا کڑوی دوا دی جائے گی کیوں کہ تمہارے نفس میں بہت زیادہ بڑائی آگئی کہ میں بہت بڑا قطب العالم ہوں اب تم نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کرو اور نالیوں سے بلغم صاف کرو۔ بس چند دن میں ٹھیک ہوگئے۔ اور حضرت نے بعضوں کے تکبر کا علاج یہ بھی بتایا کہ پانچوں نمازوں میں جماعت کے بعد کھڑے ہو کر کہو کہ صاحبو! مجھے تکبر کا مرض ہے آپ لوگ دعا کریں کہ میرا مرض اچھا ہوجائے۔

ایک صاحب نے حکیم الامت کو لکھا کہ میرے اندر تکبر کا مرض ہے اور وہ تھے خان صاحب، ان کو میں نے کراچی میں دیکھا تھا، تو حضرت نے لکھا کہ یہ بات ہر خط میں لکھو! خود انہوں نے بتایا کہ اس علاج سے میں بالکل ٹھیک ہوگیا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر کسی کا پیر کچھ وظیفہ نہیں بتائے خالی یہ کہہ دے کہ تم خانقاہ میں جھاڑو لگاؤ اور میرے مہمانوں کو چائے بنا کر پلاؤ تو وہ اسی سے ولی اللہ ہوجائے گا۔ اور فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ شیخ کی دعا سے طے ہوتا ہے۔

صحبتِ شیخ اور تقویٰ کی تکمیل

ایک بات کہتا ہوں کہ اگر بادشاہ بھی آجائے تو اصلی مرید وہ ہے جو اپنے شیخ کو دیکھے اور بادشاہ کو نہ دیکھے۔ سارے عالم کے بادشاہ اگر جمع ہوں اور اس کے فوکس (FOCUS) میں کمی ہوئی تو وہ فوکس (Fox) ہو جائے گا، فوکس (Fox) معنیٰ لومڑی، اور فوکس موٹر کا نام بھی ہے، فوکس کار کے اندر شیخ کی برکت سے اللہ تعالیٰ مرسڈیز کا انجن ڈال دیتا ہے پھر اس کی چال بدل جاتی ہے، کتنے گناہ گار اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اللہ والے ہو گئے ؎

عشق مرشد بنا عشقِ حق خام تھا
عشق میں درد کی چاشنی اب ملی

یعنی کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے بغیر تقویٰ ناتمام تھا اور بدنام تھا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے بعد خوشنام ہوا، ورنہ ؎

خلافِ شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں
اندھیرے اُجالے مگر چوکتا بھی نہیں

پہلے تو یہ حالت تھی مگر اب صحبتِ شیخ کی برکت سے ہر سانس صاحبِ تقویٰ ہے، اس کا ہر لمحۂ حیات صاحبِ تقویٰ ہے، ہر لمحہ تعلق مع اللہ کی دولت سے مشرف ہے۔ اس شعر کا ترجمہ کر دیا میں نے کہ بغیر کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کے تقویٰ ناتمام ہے۔

بدون مربی مجاہدات کی ناکامی

اب اس کی مثال سن لو! حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک خان صاحب جنگل میں عبادت کیا کرتے تھے۔ رات بھر تہجد میں سجدے میں رو رہے ہیں تو لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ ایک معتقد نے کہا کہ حضرت! ایک سوال ہے کہ اس جنگل میں آپ کو ڈر نہیں لگتا؟ یہاں شیروں کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ خان صاحب نے کہا کہ عجیب آدمی ہو، میں شیروں سے کیا ڈروں گا میں تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا

نعوذ باللہ !۔ خان صاحب نے اپنی بہادری دکھا کر ساری بزرگی پر پانی پھیر دیا۔ اگر یہ کسی اللہ والے کا صحبت یافتہ ہوتا تو کبھی منہ سے یہ کلمہ نہ نکلتا۔ اس کا عشقِ خدا کتنا خام نکلا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ اس نے ساری عبادت بے کار کر دی اور اپنے ایمان کو کفر سے بدل دیا۔ اللہ بے سمجھی سے بچائے۔ فہمِ سلیم، قلبِ سلیم عظیم الشان نعمت ہے اور یہ بغیر اہل اللہ کی صحبت کے نصیب نہیں ہوتی۔

ہزار سال سے زیادہ کا تجربہ اور صلحائے امت کا اتفاق

مشہور عالمِ دین مولانا محمد منظور نعمانی مد ظلہ (حضرت دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں) تحریر فرماتے ہیں "قریباً ہزار سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت سے امتِ محمدیہ کے صالح ترین طبقہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نورِ یقین اور رابطہ مع اللہ یعنی احسانی نسبت حاصل کرنے کے لیے صوفیائے کرام کا یہ طریقہ (جس کا نام سلوک و طریقت ہے) اصولاً صحیح اور نتیجتاً کامیاب ہے۔ کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ مشاہر اولیائے امت مثلاً خواجہ معروف کرخی، بشر حافی، سری سقطی، شفیق بلخی، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، ابو بکر شبلی، شیخ عبد القادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد رفاعی، شیخ ابو الحسن شاذلی، خواجہ عثمان ہارونی، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور پھر ہمارے اس دوسرے ہزارہ کی گزشتہ تین صدیوں میں خواجہ باقی باللہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی اور ان کے خلفا اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور سید احمد شہید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور ان جیسے ہزاروں بلاشبہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد ہیں جو اپنے اپنے وقت میں اس نسبت کے حامل بلکہ اس راہ کے امام اور داعی ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک ایک کی صحبت اور تربیت سے اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندوں کو یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ جو شخص ان سلسلوں سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان بزرگوں کو جو کچھ حاصل ہوا اسی راہ سے حاصل ہوا تھا۔ پس جس طریقے نے امتِ محمدیہ میں اتنے کاملین اور اس قدر اصحابِ احسان و یقین پیدا کیے ہوں جن کو بجا طور سے اس امت کا گل سر سبد کہا جا سکتا ہے اس کے صحیح اور کامیاب و مقبول ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے"۔

مآخذ و مصادر

باتیں ان کی یاد رہیں گی

آفتاب نسبت مع اللہ

خزائن معرفت و محبت

پردیس میں تذکرۂ وطن

معارفِ شمس تبریز

کشکولِ معرفت

روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

از: کمالاتِ اشرفیہ / روح کی بیماریاں اور ان کا علاج

درسِ مثنوی

فغانِ رومی

چالیس روزہ در حضورِ شیخ

سفر نامہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

سفر نامہ رنگون (برما)

افضالِ ربانی (مواہبِ ربانیہ)

انعاماتِ ربانی (مواہبِ ربانیہ)

عطائے ربانی (مواہبِ ربانیہ)

الطافِ ربانی (مواہبِ ربانیہ)

فیوضِ ربانی (مواہبِ ربانیہ)

خزائنِ شریعت و طریقت

اسلامی مملکت کی قدر و قیمت

ہم جنس پرستی کی تباہ کاریاں اور ان کا علاج

داستان اہلِ دل، مواعظ حسنہ ۱۰۶

لذت اعترافِ قصور، مواعظ حسنہ ۱۰۵

غمِ تقویٰ اور انعامِ ولایت، مواعظ حسنہ ۱۰۴

اصلاح الاخلاق

ارشاداتِ دردِ دل

معارفِ ربانی

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِاعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَادُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونا چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الۡعَیۡنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔ پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ ورسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لاکر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

دورِ نبوت سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور ہر زمانے میں اہل اللہ نے اس کی افادیت وضرورت کو اُمت کے سامنے پیش کیا ہے کہ اللہ والوں کی اتنی صحبت اختیار کرو کہ تم بھی اُن جیسے ہو جاؤ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ اولیاء اللہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدقسمت نہیں ہوسکتا۔ صالحین کی صحبت میں بیٹھنے والے کا شمار ان ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی اپنے مضامین وبیانات میں صحبتِ صالحین کی اس اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ’’صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد‘‘ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظِ حسنہ نمبر ۱ تا ۱۰۲ سے انتخاب کردہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین میں جہاں اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے کی اہمیت وضرورت کو بیان کیا گیا ہے وہیں اس صحبت سے ملنے والے فوائد اور ثمرات کا بھی نہایت درد بھرے عاشقانہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے جو پڑھنے والوں کو عمل پر اُبھارنے کا باعث بنتے ہیں۔

www.khanqah.org